

# جَانِ مَعُ الْأَحَادِيثِ

مَجْدِ عَظْمِ سَمَاءِ أَحْمَدِ رِضَا مُخْتَدَثِ بَرِيْلَوِي قَدِيسَةٍ



تَقْدِيمُ، تَرْتِيبُ، تَخْرِیجُ، تَرْجُمَهُ

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ حَنِيفُ خَالِ رِضْوِي بَرِيْلَوِي

سَبِيرِ بَرَادَرِزِ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ وَكَانَ ظُلْمًا كَثِيرًا وَكَانَ اللَّهُ غَافِقًا ذَكِيًّا عَاقِلًا

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تالیفات کا مجموعہ (۲۵۰۰) احادیث و آثار (۶۰۰) مباحث تفسیریہ اور (۱۱۰۰) افادات رضویہ پر مشتمل علو و معارف کا گنج گرانمایہ

الْمَخْتَارَاتُ الرِّضْوِيَّةُ مِنَ الْاَحَادِيثِ الذَّنْبِيَّةِ وَالْاَشَارِ الْمَرْوِيَّةِ

المعروف به

# بَاصُ الْاَحَادِيثِ

مَعِ افَادَاتِ

مُجِدِّدِ عَظَمِ اِمَامِ اَحْمَدِ رَضَا مَجْدِ بَرِيْلِيِّ سَيِّدِ

جِلْدِ سِتِّمِ

تَقْدِيْمِ، تَرْتِيْبِ، تَمْخِيْجِ، تَرْجَمِ

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ حَنِيفُ خَالِ رَضْوِيِّ بَرِيْلِيِّ  
صَدْرُ الْمَدْرَسِيْنَ جَامِعَةِ نُوْرِيَّةِ رَضْوِيَّةِ بَرِيْلِيِّ شَرِيْفِ

نَاشِرُ

شَيْبَانِيَّةُ دَرَدَارِ

۳۰ - اُردو بازار - ذبيده سنٹر - لاہور

پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت کے جملہ حقوق بحق **شبیر برادرز** محفوظ ہیں

ہدایت عالیہ - شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

نام کتاب	•••••	المختارات الرضوية من الاحاديث النبوية والآثار المروية (جلد ہشتم)
عرفی نام	•••••	جامع الاحادیث (مکمل)
افادات	•••••	امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز
ترتیب و تخریج	•••••	مولانا محمد حنیف رضوی (صدر المدرسين جامعہ نوریہ بریلی شریف)
پروف ریڈنگ	•••••	مولانا عبدالسلام رضوی (استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف)
مپوزر	•••••	مولوی محمد زاہد علی بریلوی - مولوی محمد فضل حق بستوی، محمد عبدالوحید
		محمد منیف رضا، محمد عقیف رضا، محمد نظیف رضا
باہتمام	•••••	شبیر برادرز اردو بازار لاہور (پاکستان)
تعداد	•••••	۶۰۰
سن اشاعت	•••••	۲۰۰۵ء
سن اشاعت ثانی	•••••	۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء
قیمت	•••••	2300 روپے (مکمل 10 جلدیں)
قیمت	•••••	200 روپے (7 تا 10 فی جلد)

ملنے کے پتے

**ادارہ تحقیقات رضا انٹرنیشنل** رضا چوک ریگل (صدر) کراچی

**ادارہ پیغام القرآن** زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

**مکتبہ غوثیہ ہول سیل** پرانی سبزی منڈی کراچی

**مکتبہ اشرفیہ مرید کے** (ضلع شیخوپورہ)

**ضیاء القرآن پبلی کیشنز** لاہور/کراچی

**احمد بک کارپوریشن** کمیٹی چوک راولپنڈی

**مکتبہ رضویہ آرام باغ** روڈ کراچی

**مکتبہ ضیائیہ** بوہڑ بازار راولپنڈی

**مکتبہ رحیمیہ** گوالی لین اردو بازار کراچی

**مکتبہ قادریہ عطاریہ** موٹی بازار راولپنڈی

## عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

جامع الاحادیث کی جب چھ جلدیں منظر عام پر آئیں تو بعض احباب نے فرمائش کی کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ احادیث کے ساتھ تفسیری مباحث پر مشتمل ایک مجموعہ بھی ہونا چاہئے۔

جامع الاحادیث کے لئے ہندو پاک کے جن حضرات علماء و مشائخ نے اپنی تقاریظ سے نور تسلیہ میں بعض نے اس جانب بھی اشارہ فرمایا کہ اسی سبب پر امام موصوف کی تحقیقات عالیہ ۱۰ سرے فنون سے متعلق بھی پیش کی جائیں۔

سید الکریم بحر العلوم حضور مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے تو صراحتاً اس کو بیان فرماتے ہوئے ترغیب دلائی کہ اس موضوع پر کام ہونا چاہئے۔

لکھتے ہیں یہ اور اعلیٰ حضرت کی تحریروں کے انبار میں اس موضوع (تفسیر) سے متعلق بیشتر مواد ملے گا، جسے ترتیب اور سلیقے سے ایک جگہ کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیا جائے تو ایک وقیع تقریری وثیقہ ہوگا، جس میں ریسرچ اسکالروں کے ساتھ عام مسلمانوں کا بھی بھلا ہوگا۔ (مقدمہ جامع الاحادیث ص ۲۰)

نیز حضور امین ملت مدظلہ العالی زین سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارتھرہ مقدسہ نے خود بالمشافہ گفتگو میں راقم سے فرمایا کہ اس کام کو ضرور انجام دینا ہے اور جن کتابوں کی ضرورت پیش آئے مجھے بتانا۔

ان بزرگوں کی فرمائش کے احترام میں اور احباب کی خواہش پر میں نے یہ کام شروع کیا اور تقریباً دو سال کی مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ والحمد للہ علی ذلک

کام کی طرح ڈالی تو یہ فیصدہ مشکل نظر آیا کہ کس طرح ترتیب دیا جائے۔ آیا قرآن کریم کی مکمل عبارت اوپر بطور متن لکھی جائے۔ یا صرف انہیں آیات کو جن کی تفسیر متسود ہے۔

اول صورت میں کتاب ضخیم ہو جاتی جبکہ مکمل قرآن مع ترجمہ تو علیحدہ سے موجود ہی ہے لہذا میں نے انہیں آیات کو شامل کیا جن کی تفسیر متسود ہے اور محدثین اپنی کتابوں میں اسی طرح "کتاب التفسیر" قائم کرتے آئے ہیں۔

لہذا اب یہ تفسیر قرآن کی تفسیر کی حیثیت سے نہ تو کوئی علیحدہ تفسیر ہے اور نہ ہی اس کا سبب مستقل تفسیر لکھنے والے مفسرین کی طرح ہے، بلکہ امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ کے ضمن میں جہاں آیات سے استدلال فرمایا اور ان آیات کے معانی و مفہیم موقع کی مناسب سے بیان فرمائے انہیں کا مجموعہ ہے اور محدثین کے عنان کتاب التفسیر کے سبب پر ہے۔ لہذا اس کا عنوان "کتاب التفسیر" ہی منتخب ہوا اور جامع الاحادیث کے ابواب سے اس کو ملحق کر دیا

اب ہر سورت میں سے انہیں آیات کو لکھ کر ترجمہ لکھا ہے، اور پھر افادات میں اس آیت کی تفسیر سے متعلق بعض گوشے بیان کئے گئے ہیں، جہاں کہیں آیت کے معنی اور افادہ کے درمیان ربط کی ضرورت پیش آئی وہاں راقم نے قوسین میں کچھ عبارت کا اضافہ کر دیا ہے تاکہ قارئین افادہ کو غیر مربوط سمجھ کر کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہو جائیں۔

اولا خیال کیا تھا کہ آیات مع ترجمہ قرآن کریم کے کسی نسخہ سے فوٹو کر کے چسپاں کی جائیں کہ تصحیح وغیرہ کی مشکلات سے خلاصی رہے۔ لیکن بعد میں بعض مجبور یوں کے سبب اس کو ناپ کرانا ہی پڑا، اور تین چار مرتبہ خاص طور پر اس کی تصحیح کی گئی۔ وقت کی قلت اور کاموں کی کثرت کے سبب آخری ایام میں نہایت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، بہر حال خدا خدا کر کے کام تو مکمل ہو گیا ہے لیکن کچھ خامیاں ہونگی جس کی نشاندہی خیر خواہانہ انداز میں قارئین کے ذمہ ہے،

آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ضرور ہو جائے گی۔ اب یہ کتاب سابقہ چھ جلدیں جامع الاحادیث اور اس کے ساتھ ہی احادیث سے متعلق ایک جلد اور یہ تین جلدیں مقدمہ تفسیر اور تفسیری مباحث پر مشتمل ہیں۔

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے بعض ارکان کی خواہش تھی کہ اسی ادارہ سے اس کی اشاعت ہو۔ لیکن اکیڈمی نے حال ہی میں ایک آراضی اپنی عمارت کے لئے دہلی روڈ پر صالح نگر کے متصل خریدی ہے جس میں بہت بڑی رقم خرچ کرنا پڑی حتیٰ کہ قرض بھی لیا گیا۔

لہذا اس ادارہ میں کوئی پونجی نہیں تھی، لیکن رب قدیر نے مدد فرمائی اور بعض احباب اہلسنت اس کی اشاعت کے لئے اکیڈمی ہی کی طرف سے کمر بستہ نظر آئے اور یہ خاص انہیں کے اشتراک زر سے مکمل جلدیں ایک ساتھ اکیڈمی ہی کی جانب سے شائع کی جا رہی ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوگی کہ میری اس خدمت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے اور پہلی چھ جلدوں کی طرح اس کو بھی مقبول خاص و عام بنائے،

آمین بحاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

خادم الطلبة جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مورخہ ۵ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

۲۱ ستمبر ۲۰۰۴ء بروز سہ شنبہ

# مقدمہ علم تفسیر

حامدا و مصليا و مسلما

## تفسیر و تاویل کے معنی

تفسیر کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو واضح کرنا، بیان کرنا اور تفصیل سے ذکر کرنا۔ تو یہ 'فسر' بمعنی کشف سے ماخوذ ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں یہی معنی لغوی مراد ہیں۔

"ولا یاتونک مثل الا حثاکہ بالحق و احسن تفسیرا" (سورۃ الاسراء - )

اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

لفظ تفسیر کا استعمال اشیاء حسیہ اور معانی معنویہ دونوں کے کشف و ایضاح کے لئے ہوتا ہے لیکن معانی میں اکثر۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی میں علماء مختلف ہیں، لیکن سب کا مرجع و مال تقریباً ایک ہے۔ یعنی ایسا علم جس کے ذریعہ قرآن کریم کے معانی مراد بتدرجاً بتدرج بشری سمجھے جائیں۔ لہذا یہ تعریف ان تمام چیزوں کو شامل ہے جن پر فہم معنی اور بیان مراد مقبوف ہو۔

تاویل کے لغوی معنی ہیں، رجوع کرنا۔ لہذا یہ "اور" سے مستق ہے۔ تو تاویل آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے معنی کی طرف پھیر دینا جس کی وہ آیت محتمل ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں تفسیر و تاویل کا فرق واضح ہو گیا۔ جس کی تعبیر امام ابو منصور ماتریدی کے الفاظ میں یوں کی جاتی ہے۔ کہ تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے حق تعالیٰ کی مراد یہ ہی ہے۔ اور تاویل اس کو کہتے ہیں کہ چند احتمالات سے کسی ایک کو یقین کے بغیر ترجیح دینا۔

(۱)۔

بعض مفسرین نے تفسیر کو روایت اور تاویل کو روایت کے ساتھ خاص مانا ہے۔  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آیت کے کوئی معنی بلا دلیل بیان کئے جائیں تو نہ وہ مسموع اور  
 نہ صحیح بلکہ وہ تاویل فاسد ہے۔ اور آیات سے کھلواڑ کے مترادف۔ لہذا ایسے معنی تفسیر بالرائے  
 کے قبیل سے ہونگے جس کی مذمت احادیث کریمہ میں وارد ہے۔ علمائے متاخرین نے دونوں  
 میں فرق یوں بیان فرمایا۔ کہ تفسیر کا تعلق عبارت النص سے ہوتا ہے اور تاویل کا اشارۃ النص سے۔  
 ان تمام اقوال میں غور و خوض سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ قول راجح ہے جس میں  
 تفسیر کا تعلق روایت اور تاویل کا تعلق درایت سے قرار دیا گیا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ تفسیر کے معنی کشف و بیان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد کی وضاحت پر  
 جزم اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ معنی مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت  
 ہوں۔ یا صحابہ کرام سے منقول ہوں جو نزول وحی کے پس منظر اور پیش آمدہ واقعات سے باخبر  
 تھے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر و حضر میں موجود اور مشکل آیات کے وقت آپ  
 کی جانب رجوع لاتے۔ یا۔ وہ تابعین عظام جو مفسرین صحابہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے  
 ہیں ان سے منقول ہوں۔ تاویل میں چونکہ کسی ایک معنی محتمل کی ترجیح ملحوظ ہوتی ہے۔ اور ترجیح  
 میں اجتہاد پر اعتماد، لغت عرب کی تتبع اور تلاش کے ذریعہ الفاظ کی معرفت، سیاق و سباق سے کسی  
 معنی کی تعیین، اور عربی اسلوب کی معرفت سے معانی کا استنباط ہوتا ہے۔ اس لئے علامہ زرکشی  
 نے فرمایا: کہ تفسیر و تاویل کے درمیان فرق کی اصطلاح معانی منقولہ اور معانی مستنبطہ کے  
 درمیان امتیاز کی رو سے ہے تاکہ منقول معنی پر اعتماد ہو اور مسائل مستخرجہ میں نظر و فکر سے کام لیا  
 جائے۔ (۲)

### موضوع تفسیر۔

آیات قرآنیہ اس حیثیت سے کہ ان کے مطالب و مقاصد بیان کئے جائیں۔

غرض و غایت۔

سعادت دارین حاصل کرنا۔

ان تینوں چیزوں کی معرفت ضروری ہے، ورنہ علم تفسیر کی جانب نہ طبعی رجحان ہو سکتا ہے، نہ اس علم کا دوسرے علوم سے امتیاز، اور نفس کی توجہ بھی کسی علم کی جانب اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کا من وجہ تصور ہو۔

## انواع علم تفسیر

علم تفسیر کے مختلف شعبے ہیں۔ علامہ زرکشی نے اس طرح کے شعبوں اور انواع کی تعداد (۳۷) شمار کی ہے۔

مثلاً معرفت شان نزول - معرفت مناسبت بین الآیات - معرفت وجود انظار - معرفت مکی ومدنی - معرفت ناسخ و منسوخ - معرفت احکام - معرفت امثال وغیرہا (۱) اس کے بعد لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص ان انواع میں سے کسی ایک نوع کا استقصا اور احاطہ کرنا چاہے تو اس کی عمر تمام ہو جائے اور یہ خواہش پوری نہ ہو۔ (۲)

لہذا ان تمام مباحث سے عنان قلم پھیرتے ہوئے اس مقالہ میں چند ضروری چیزوں کے بیان پر اکتفا کر رہا ہوں۔

## مراحل علم تفسیر

پہلا مرحلہ = حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر دور حاضر تک علم تفسیر مختلف مراحل سے گزرا، اور ہر مرحلہ میں سابقہ تعلیمات کو منارۃ نور اور سرچشمہ ہدایت کا درجہ حاصل رہا۔

بندوں تک دین حق پہنچانے کے لئے ہمیشہ سے سنت الہیہ قائم رہی کہ نبی و رسول اپنی اپنی اقوام کی زبان میں پیغام حق سنائیں۔ لہذا وہ اپنے ساتھ کتاب لاتے تو اس کی توضیح و تفصیل بھی خود فرماتے۔

۱۔ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی

۲۔ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی

اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے:

”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ“ [سورۃ ابراہیم - ۴]

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم لے کر آئے تو اس کی تشریح و تفسیر بھی فرمائی۔ کیونکہ آپ کی طبیعت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رسوخ و ملکہ ودیعت فرمایا تھا کہ آپ قرآن کریم کو اجمالی اور تفصیلی دونوں اعتبار سے بخوبی جانتے تھے۔ لہذا موقع و محل کے اعتبار سے بخوبی وضاحت فرماتے تھے۔ البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کسی آیت کے ظاہری معنی و مطالب اور احکام سے من وجہ واقفیت کے ساتھ ساتھ تفصیلی معلومات اور رموز و اسرار حاصل کرنے کے لئے حضور کی جانب رجوع لازم تھا۔ ورنہ مجمل و مشکل اور متشابہ آیات کا علم محض مادری زبان اور روزمرہ کی بول چال نیز معرفت لغات سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

لہذا صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں شب و روز صرف فرمائے، بحث و نظر اور غور و فکر کے ذریعہ قرآنی آیات کے مطالب حاصل کئے، اور جہاں ضرورت پیش آئی فوراً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رجوع لائے۔ اس طرح جیسے جیسے قرآن کریم نازل ہوتا جاتا صحابہ کرام بھی اس کے سمجھنے سمجھانے میں مشغول رہتے۔ تاہم اس میدان میں تمام صحابہ یکساں نہیں تھے بلکہ دوسرے علوم کی طرح مختلف المراتب۔ کہ بعض حضرات کے لئے ایک معنی ظاہر ہوتے تو دوسروں پر مخفی رہتے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ کہ لغت کا احاطہ نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ بہر حال بعض صحابہ کو فہم قرآن میں عظیم مقام حاصل تھا۔ ان میں دس صحابہ کرام کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی جو حسب ذیل ہیں۔ (۱)

خلفائے اربعہ۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن مسعود۔ ابی بن کعب۔ زید بن ثابت۔

ابوموسیٰ اشعری۔ عبد اللہ بن زبیر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان میں خلفاء ثلاثہ، ابو بکر صدیق اکبر، عمر فاروق اعظم اور عثمان ذوالنورین سے تفسیر

قرآن میں زیادہ روایات منقول نہیں۔ وجہ اس کی یہ رہی کہ ان کا وصال جلد ہو گیا اور خلافت و

فتوحات کی مشغولیات نے اس کی مہلت نہیں دی۔ لہذا خلفائے اربعہ میں حضرت علی مرتضیٰ کثیر الروایات فی التفسیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت عثمان غنی کے زمانہ تک خلافت کی مشغولیات سے فارغ رہے، اور آپ کا وصال اس زمانہ میں ہوا جب تفسیر قرآن کے لئے لوگوں کو زیادہ ضرورت درپیش تھی کہ اس وقت اسلام اہل عرب سے نکل کر دوسری اقوام تک پہنچ چکا تھا۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب سے بھی باب تفسیر میں کثیر روایات منقول ہیں کہ یہ تینوں حضرات اپنے اماکن میں مرجع عوام و خواص تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس مکہ مکرمہ میں۔ حضرت ابی بن کعب مدینہ منورہ میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ میں۔ باقی تین حضرات یعنی زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر اگرچہ تفسیر میں مشہور ہوئے مگر ان کی روایات کم ہیں۔

ان چار حضرات میں بھی روایات کی کثرت کے اعتبار سے ترتیب اس طرح سے ہے۔  
(۱) عبداللہ بن عباس، (۲) عبداللہ بن مسعود، (۳) علی ابن ابی طالب، (۴) ابی بن کعب،

لہذا ان حضرات اربعہ کی تفسیری خدمات کے تعلق سے کچھ معلومات مختصر سوانح کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔

## حضرت عبداللہ بن عباس

آپ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زادے ہیں۔ والدہ کا نام لباہ کبری بنت حارث بن حزن ہلالیہ ہے۔ آپ کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضور مع خاندان شعب ابی طالب مکہ مکرمہ میں محصور تھے۔ حضور کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے اپنے لعاب دہن سے تحسک فرمائی۔ یہ ہجرت سے تین سال قبل کی بات ہے۔

ہجرت کے بعد جب آپ کا ابھی بچپن ہی تھا آپ نے حضور کی صحبت اختیار کر لی اور شب و روز آپ کے ساتھ گزارے۔ ایک تو آپ خاندان کے فرد، دوسرے آپ کی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس وجہ سے آپ کو قرب و صحبت کے زیادہ مواقع ملتے

رہے۔ حضور کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً پندرہ سال تھی۔

خود بیان کرتے ہیں کہ وصال کے بعد میں نے اپنے ہم عمر ایک انصاری صحابی سے کہا حضور کی صحبت سے تو ہم محروم ہو گئے لہذا چلو اب اکابر صحابہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں حاصل کریں اور کتاب علم کریں۔

وہ بولے اے ابن عباس: یہ تو دیکھواتے جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ آکر آپ سے حدیث و مسائل پوچھے۔ کہتے ہیں: میں نے ان کی بات پر کان نہ دیا اور مسلسل کوشش جاری رکھی۔ مجھے جس کے سلسلہ میں علم ہوتا کہ ان کے پاس حضور کی کوئی حدیث ہے تو میں ان کے در دولت پر پہنچتا اور حدیث سن کر یاد کر لیتا۔ بعض حضرات کے دروازہ پر پہنچ کر معلوم ہوتا کہ وہ آرام میں ہیں تو ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتا۔ ہواؤں کے تھپڑے چلتے۔ گرد و غبار اڑ کر میرے چہرے اور کپڑوں پر اٹ جاتا، لیکن میں اسی حال میں منتظر رہتا، وہ خود باہر تشریف لاتے تو اس وقت میں اپنا مدعا بیان کرتا، وہ حضرات مجھ سے فرماتے: آپ تو خاندان نبوت کے فرد ہیں، آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی، ہمیں یاد کیا ہوتا ہم خود آپ کے پاس پہنچتے، میں عرض کرتا: میں طالب علم ہوں، لہذا میں ہی اس بات کا مستحق ہوں کہ آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔ بعض حضرات پوچھتے، آپ یہاں کب سے ہیں تو میں وقت بتاتا جس پر وہ برہم ہو کر فرماتے:

آپ نے اپنی آمد کی اطلاع ہمیں کیوں نہ کرادی کہ ہم فوراً آتے، میں عرض کرتا: میرے دل نے نہ چاہا کہ میں از خود آپ کو بلاؤں اور آپ اپنی ضرورت میں ہوں۔ انکی اس جانفشانی اور عرق ریزی کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغریٰ کے باوجود ممتاز علمائے صحابہ میں جگہ دیتے۔

جب آپ مرجع انام بن گئے تو وہ انصاری صحابی بہت پچھتاتے اور کہتے تھے۔

کان هذا الفتی اعقل منی۔

یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

آپ کا وصال ۲۸ ہجری میں ہوا اس وقت آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ طائف میں تدفین ہوئی۔ حضرت محمد بن حنیفہ نے دفن کے بعد کہا تھا آج حبر امت کا انتقال ہو گیا۔

## فضل و کمال

آپ کے القاب میں حبر و بحر دونوں آپ کے کثرت علم و فضل پر دال ہیں، آپ اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور قرآن کریم کے معانی سمجھنے میں امتیازی شان حاصل تھی۔ اسی لئے آپ کو ترجمان القرآن اور رئیس المفسرین بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کے وفور علم کے پیش نظر حضرت عمر فاروق اعظم آپ کو کبار صحابہ میں جگہ دیتے۔ آپ کی رائے کی قدر کرتے اور جب مشکل فیصلے آپ کے دربار میں پیش ہوتے تو آپ سے مشورہ کرتے۔ حضرت ابن عباس خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم میرے پاس جلیل القدر بدری صحابہ کہ ساتھ تشریف لاتے تھے۔ بعض حضرات کے دل میں یہ بات کھٹکی تو انہوں نے امیر المؤمنین سے عرض کیا: آپ ہمیں ان کے پاس نہ لے کر جایا کریں ان جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: یہ تم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آخر کار ایک دن ان سب حضرات کو اپنے یہاں بلایا اور مجھے بھی ان کے درمیان رکھا۔ پھر سب نے ”اذا جاء“ کی تفسیر پوچھی۔ بعض نے کہا اس میں مدد و فتح کے بعد حمد و استغفار کا حکم ہے۔ کسی نے خاموشی اختیار کی۔ مجھ سے بھی پوچھا۔ میں نے عرض کیا: اس میں حضور کے وصال کی خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اذا جاء نصر الله والفتح“ تو یہ آپ کے وصال کی علامت ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اور مغفرت کے طالب رہو۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: میں بھی اس کی تفسیر یہی جانتا ہوں۔ اس طرح کے واقعات آپ کی جوہر طبع، قوت فکر اور علم تفسیر میں دوسروں پر فوقیت کے روشن دلائل ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ کو ترجمان القرآن فرمایا۔

مشہور تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس علم و فضل میں عظمت والی نہ دیکھی۔ قرآن کے معانی و مطالب سیکھنے ان کے پاس آتے، حدیث پڑھنے یہاں آتے، فقہ سیکھنے یہاں آتے، اور شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے بھی آپ کی مجلس میں حاضری دیتے۔

عبید اللہ بن عبداللہ بن عقبہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباس سے زیادہ نہ کسی کو حدیث

میں دیکھا اور نہ خلفاء ثلاثہ کے فیصلوں کو جاننے میں۔ نہ آپ سے زیادہ اچھی سمجھ والا نظر آیا اور نہ پختہ رائے والا۔ ایک دن علم فقہ کیلئے مجلس لگتی تو دوسرے دن علم تفسیر کی محفل منعقد ہوتی۔ پھر ایک دن سیر و مغازی پر تو دوسرے دن شعر و سخن پر گفتگو فرماتے: میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب بھی کوئی سوال آپ سے ہوتا تو فوراً جواب عنایت فرماتے۔ اور جب بھی کسی عالم کو آپ سے ملنا ہوتا تو وہ نہایت ہی خاکساری سے یہاں ملتے۔

حضرت بن کیسان مشہور تابعی فرماتے ہیں: مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم نے اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اس بچے کی مجلس اختیار کر رکھی ہے۔ میں نے کہا: میں نے ستر صحابہ کو دیکھا جب بھی کسی امر میں فیصلہ کرتے تو ابن عباس کے قول کی طرف رجوع کرتے۔

ابو وائل کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ نے آپ کو حج کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ نے سورۃ بقرہ یا سورۃ نور کی تفسیر کرتے ہوئے میدان عرفات میں خطبہ دیا۔ یہ ایسا خطبہ تھا کہ رومی۔ ترکی اور دیلمی سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

حضرت علی مرتضیٰ خود فرماتے تھے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے وقت عالم غیب کو باریک پردوں سے دیکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی تعلیم و تعلم سے عبارت تھی۔ حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے گورنر کی حیثیت سے کچھ دن آپ نے امارت کی مصروفیات میں گزارے، باقی پوری حیات علمی خدمات میں گزاری۔

آپ کی جانب بعض صحابہ نے بھی رجوع کیا اور تابعین کی تو ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ اور قرآن کریم کے مشکل مقامات کا درس لیا۔

حضرت سعید ابن جبیر کہتے ہیں: میں کوفہ سے حج بیت اللہ کے لئے پابرجا تھا کہ ایک یہودی نے مجھ سے آکر یہ کہا: آپ تو طالب علمی میں لگے رہتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے صحابہ میں رکھا اور بطور مہر آٹھ سال لازم اور باقی دو سال اختیاری کا وعدہ لیا۔ تو حضرت موسیٰ نے کونسی مدت پوری فرمائی۔ یعنی آٹھ سال میں چلے آئے یا مکمل دس سال کے بعد۔ کہتے ہیں: میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ میں حبر الامت یعنی ابن عباس کے پاس جا رہا ہوں، واپسی پر بتاؤنگا۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا، آپ

سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا دس سال کی مدت پوری فرمائی، کہ نبی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا فرماتا ہے۔ (خواہ وہ اختیاری وعدہ ہو)۔ فرماتے ہیں میں کوفہ آیا اور اس یہودی کو وہ جواب سنایا تو بولا۔ انہوں نے سچ کہا، حضرت موسیٰ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں اسی طرح ہے۔ قسم بخدا یہ شخص عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بسا اوقات آپ کی تفسیر قرآن کو کلام الہی پر جرأت قرار دیتے اور تنقید فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔

”او لم یر الذین کفرو ان لسموت و الارض کانتا رتقا ففتقناھما“۔

آپ نے سائل سے کہا جاؤ ابن عباس سے پوچھو اور جو وہ بتائیں مجھے بھی اس سے آگاہ کرنا، جب وہ پوچھنے آئے تو آپ نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی۔

آسمان رتق تھا کہ بارش نہیں ہوتی تھی۔ اور زمین رتق تھی کہ کھیتی نہیں آتی تھی، تو دونوں کا رتق بارش و نباتات کی صورت میں ہوا۔

اس شخص نے حضرت ابن عمر کو یہ سب کچھ بتایا۔ تو کہنے لگے، مجھے تو ان کی تفسیر ایک جرأت و جسارت معلوم ہوتی تھی، میں اب سمجھا کہ واقعی ان کو علم کتاب عطا ہوا ہے۔ (۱)

آپ کے شاگرد حضرت مجاہد فرماتے ہیں: جب آپ کسی آیت کی تفسیر فرماتے تو نور ہی نور نظر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں بے شمار روایات منقول ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر میں آپ سے متعدد اقوال منقول نہ ہوں۔ اس لئے نقادان حدیث و اثر اور ائمہ فہن نے ان روایات کے راویوں کی جانچ پڑتال کی۔ لہذا اعدول و ضعفاء کو الگ الگ شمار کیا گیا اور ان روایات کے عمل و ضعف کے اعتبار سے آثار و مرویات کو رکھا گیا۔ یہاں چند مشہور سندیں بیان کی جا رہی ہیں ساتھ ہی ان کا مقام و مرتبہ بھی بیان کیا جائیگا۔

بہلی سند۔

عنہما۔ یہ سند آپ کی تمام سندوں میں اجود و اعلیٰ شمار کی جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: مصر میں ایک مجموعہ تفسیر میں نے دیکھا جو علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کی سند سے تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس نسخہ کا تذکرہ کیا ہے جو لیث بن سعد کے کاتب ابوصالح کے پاس تھا۔ ابوصالح نے اس کو معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ کی سند سے روایات کیا ہے۔ امام بخاری بھی تعلیقات ابن عباس میں اس پر صحیح بخاری میں اعتماد کرتے ہیں۔ امام مسلم اور باقی اصحاب سنن بھی اس طریق سے احتجاج کرتے ہیں۔ ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے بھی اپنی اپنی تفاسیر میں چند وسائط سے اس سند پر اعتماد کیا ہے۔

بعض نقاد اس طریق پر طعن بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے سماعت ہی نہیں کی، انہیں تو جو روایات ملیں وہ مجاہد اور سعید بن جبر کے واسطے سے ہیں۔ لہذا ان کی روایات منقطع ہوئیں۔ گولڈزیہر مستشرق نے بھی اپنی کتاب المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن میں اس بات کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جب مسلم ناقدین خود اس پر نقد و جرح کرتے ہیں جو تفسیر کا مصدر اول ہے تو پھر دوسروں کا حال واضح ہے۔

لیکن ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ منقطع روایت میں جب واسطہ معروف ہو اور اس کی ثقاہت مسلم تو پھر انقطاع سند سے کیا نقصان۔ وجہ نقد تو یہ تھی کہ جب واسطہ غیر معروف ہو تو اس کے ترک سے ایک راوی مجہول ہوگا جس سے سند میں ضعف آ جائیگا۔ اور یہاں ایسا نہیں۔ اسی لئے امام ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں:

وقد روی یعنی علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس تفسیرا کثیرا ممتعا  
والصحيح عند ہم ان روايته عن مجاهد عن ابن عباس ان كان يرسلها عن ابن  
عباس فمجاہد ثقة يقبل۔ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طریق اصح الطرق ہے اور امام بخاری جیسے ناقدین فن کی توثیق

و اعتماد اس پر شاہد عدل۔

## دوسری سند

فیس بن مسلم کو نبی عن عطاء ابن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن

عباس۔

یہ سند تئیں کی شرط پر صحیح ہے۔ امام فریابی اور حاکم نے اس سند سے کثیر روایات ذکر کی

ہیں۔

## تیسری سند

محمد ابن اسحاق صاحب سیر عن محمد بن ابی محمد مولی آل

زید بن ثابت عن عکرمة او سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

یہ سند جید و حسن ہے، ابن جریر و ابن ابی حاتم اس سے بہت روایتیں لاتے ہیں اور امام

طبرانی معجم کبیر میں اس طریقے سے تخریج فرماتے ہیں۔

## چوتھی سند

اسمعیل بن عبد الرحمن السدی الکبیر، تارۃ عن ابی مالک، و تارۃ

عن ابی صالح عن ابن عباس۔

اس سند میں وارد اسمعیل سدی کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مسلم اور اصحاب

سنن اربعہ ان سے روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ تابعی شیعہ ہیں۔ امام سیوطی نے فرمایا: سدی

سے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے جیسے امام ثوری اور امام شعبہ، لیکن ان کے مجموعہ تفسیر کو اسباط

بن نصر روایت کرتے ہیں اور اسباط پر ائمہ کو اتفاق نہیں، حالانکہ تفسیر سدی مثل تفسیر کبھی جاتی

ہے۔ تفسیر ابن جریر میں اس تفسیر سے بہت روایتیں ہیں جو سدی عن ابی مالک عن ابی

صالح عن ابن عباس۔ کے طریق سے مذکور ہیں۔ البتہ ابن حاتم نے اس طریق سے اپنی

تفسیر میں کوئی روایت ذکر نہیں کی۔ کہ انہوں نے اصح روایات کو ذکر کرنے کا التزام کیا تھا۔

## پانچویں سند

عبد الملك بن جریج عن ابن عباس

اس سند میں تدریق سے کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ ابن جریج نے تمام روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا بلکہ ہر آیت کے تحت کج وضعیف ہر طرح کی روایات جمع کر دیں۔ ابن جریج سے ایک جماعت کثیر نے روایتیں لیں۔ ان میں ایک سند یوں ہے۔ بکر بن سہل الد میاطی عن عبد الغنی بن سعید عن موسیٰ بن محمد عن ابن جریج عن ابن عباس۔ اس روایت کو اطول روایت کہا جاتا ہے اور اس میں نظر ہے۔  
دوسری سند یوں ہے۔

محمد بن ثور عن ابن جریج عن ابن عباس  
اس سند سے مروی احادیث و آثار کا مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں تھا۔  
تیسری سند اس طرح ہے۔

حجاج بن محمد عن ابن جریج عن ابن عباس  
یہ تفسیر ایک جلد میں تھی اور صحیح متفق علیہ۔

## چھٹی سند

الضحاک بن مزاحم الہلالی عن ابن عباس۔  
اس سند کو غیر مرضی قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے لیکن بعض نے اس کو منقطع مان کر ضعیف قرار دے دیا۔ کیونکہ ضحاک کو ابن عباس سے ملاقات نہیں ہوئی اور اگر اس سند کو بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک، کے طریق سے لیا جائے تو بلاشبہ یہ ضعیف ہوگی کہ بشر بن عمارہ ضعیف ہیں حالانکہ ابن جریج اور ابن ابی حاتم نے اس طرح کی کثیر روایات ذکر کی ہیں۔ اور اگر اس طریق کو زبیر عن الضحاک کے طور پر ذکر کیا جائے تو پھر ضعیف اور شدید ہو جائیگا کہ زبیر میں ضعف شدید ہے۔ کیونکہ ان کو متروک کہا گیا ہے۔ ایسی سند سے ابن جریر و ابن ابی حاتم روایات نہیں لاتے البتہ ابن مردویہ اور ابو شیخ بن حبان ایسی روایتیں ذکر کرتے ہیں۔

## ساتویں سند

عطیة العوفی عن ابن عباس -

اس سند کو بھی غیر مرضی کہا گیا ہے کہ عطیہ ضعیف ہیں لیکن امام ترمذی بسا اوقات ان کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اور اس طریق سے ابن ابی جریر اور ابن ابی حاتم بہت روایتیں لاتے ہیں۔

## آٹھویں سند

مقاتل بن سلیمان الازدنی الحراسانی عن مجاہد او عن الضحاک عن

ابن عباس۔

مقاتل کے بارے میں امام شافعی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعد کے تمام لوگ مقاتل ابن سلیمان کے علم تفسیر میں تابع و پیروکار ہیں۔ حالانکہ دیگر محدثین ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ مجاہد اور ضحاک سے روایت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں سے کسی سے ان کو سماع نہیں۔ بعض نے کذاب کہا، تجسیم و تشبیہ کا عقیدہ بھی ان کی نسبت سے مشہور ہوا۔ لہذا کسی نے اس کی توثیق بھی نہیں کی۔

امام سیوطی نے کہا کہ مقاتل پر کلبی کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ مقاتل میں مذہبی کمزوریاں تھیں۔ امام وکیع سے مقاتل کے تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ اس کی تفسیر نہ دیکھو۔ سائل نے کہا پھر کیا کریں، فرمایا اس کی تفسیر کو دفن کر دو۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں مقاتل سے کوئی روایت ذکر کروں۔ خلاصہ کلام یہ یہ کہ جس نے مقاتل کی تفسیر کو مستحسن قرار دیا وہ خود بھی ضعیف کہتے اور استحسان کا مطلب بتاتے کہ ان کی تفسیر بہت عمدہ ہوتی گر یہ ثقہ ہوتے۔

## نویں سند

محمد ابن سائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس۔

اس کو تمام سندوں میں کمزور تر ہے سند قرار دیا گیا ہے حالانکہ کلبی تفسیر میں مشہور ہیں کسی

کی تفسیر نہ ان سے زیادہ مطول ہے اور نہ ان سے زیادہ شائع۔

ان تمام چیزوں کے باوجود اگر کوئی کہے کہ ان کی تفسیر سے ائمہ راضی ہیں۔ تو یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض کے نزدیک ان کے غیر ثقہ اور متروک ہونے پر اجماع قائم ہے۔ لہذا ان کی حدیث نہ لکھی جائے اور بعض نے تو ان کو متہم بالوضع قرار دیا ہے کلبی سے روایت کرنے والوں میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی ہے جس کے بارے میں یہ منقول ہے کہ یہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ذاہب الحدیث اور متروک تھا۔

نیز امام سیوطی نے درمنثور میں فرمایا: کلبی متہم بالکذب ہے۔ اس نے خود اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میں نے تمہارے لئے جو کچھ ابوصالح سے روایت کیا وہ جھوٹ ہے۔ پھر یہ کہ کلبی سے روایت کرنے والے تفسیر میں یا تو اسی کے مثل ضعیف متہم بالکذب ہیں یا اور زیادہ ضعیف ان میں پایا جاتا ہے۔ جیسے محمد بن مروان سدی صغیر۔ ثعلبی و واحدی نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایتیں بیان کی ہیں۔

یہ نو طرق حضرت ابن عباس سے مشہور ہیں، ان میں جو خوبیاں اور خامیاں تھیں وہ بیان ہوئیں۔ اور ہر سند کا مقام و مرتبہ بھی معلوم ہو گیا کہ کس پر اعتماد کیا جائے اور کس پر نہیں۔ حضرت ابن عباس کی طرف ایک تفسیر تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس، کہ نام سے مشہور ہے، اس کو ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس المحیط نے جمع کیا ہے، اس کی تمام روایتیں محمد بن مروان سدی صغیر اور محمد بن سائب کلبی کے گرد گولتی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس تفسیر کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔ امام شافعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ابن عباس سے تفسیر میں سوا حدیث سے زیادہ نہیں ثابت ہو سکیں۔ اگر امام شافعی کا یہ قول ثابت و صحیح مان لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس تفسیر میں واضعین نے کس جرأت و دلیری سے کام لیا ہے۔ اور خود تفسیری اقوال میں تناقض سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔ بہر حال اس کی علمی و فنی قدر و منزلت تو اپنی جگہ اکثر مقامات پر واضح ہے ہاں روایتی انداز اور حضرت ابن عباس کی جانب نسبت ضرور محذوث ہے۔

(۱)

## حضرت عبداللہ ابن مسعود

آپ عبداللہ بن مسعود بن غافل ہیں۔ نسب مضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے، قبیلہ ہذیل سے ہیں، والدہ ام عبد بنت عبدود ہیں اور یہ بھی قبیلہ ہذیل کی خاتون تھیں۔ آپ کی نسبت کبھی والد کی طرف ہوتی ہے تو ابن مسعود کہے جاتے ہیں اور کبھی والدہ کی جانب تو ابن ام عبد کہلاتے ہیں۔ پتلے دبلے گنٹھے قد کے آدمی تھے، قدیم الاسلام ہیں۔ خود کہتے ہیں میں چھٹا مسلمان ہوں جب روئے زمیں پر ہمارے علاوہ کوئی اسلام نہ لایا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مکہ میں قرآن کریم بلند آواز سے قریش پر آپ ہی نے پیش فرمایا۔ اس پر اہل مکہ نے آپ کو اذیتیں بھی دیں۔

آپ جب اسلام لائے تو حضور نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھا، اکثر حالات میں آپ ہی خدمت کرتے، وضو و غسل کا پانی، مسواک اور نعلین پاک آپ ہی خدمت میں پیش کرتے۔ جب حضور کہیں تشریف لے جاتے تو نعلین پاک پہناتے، جب کسی مقام پر قیام فرماتے تو نعلین پاک اپنی آستین میں رکھتے، چلتے وقت آگے آگے رہتے، غسل فرماتے تو پردہ کرتے۔ آرام فرماتے تو ضرورت کے اوقات آپ ہی بیدار کرتے، اور کاشانہ نبوت میں بغیر حجاب داخل ہوتے۔ اسی لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بھائی کے ساتھ یمن سے آیا تو ایک زمانہ تک ہم نے یہ سمجھا کہ آپ اور آپ کی والدہ اہل بیت نبوت سے ہیں کہ ہم ان دونوں کو اکثر و بیشتر حضور کے حرم محترم میں بے روک ٹوک آتے جاتے دیکھتے تھے۔

پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں حضور کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ حضور نے آپ کو جنت کی بشارت اور آپ کی فضیلت اور علو منزلت کی گواہی دی۔ فرماتے ہیں: اگر مومنین کے سوا مجھے کسی شخص خاص سے مشورہ کا حکم ملتا تو وہ ابن ام عبد ہوتے۔

خلافت فاروقی و عثمانی میں آپ کو کوفہ کے بیت المال کا والی بنایا تھا۔ آخری عمر میں

مدینہ شریف کو مسکن بنایا اور ۳۳ ہجری میں وصال ہوا۔ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کو تدفین عمل میں آئی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی۔

## علم و فضل

آپ صحابہ کرام میں کتاب اللہ کے بڑے حافظ تھے۔ خود حضور آپ سے قرآن کریم پڑھوا کر سنتے اور پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: اے ابن مسعود مجھے قرآن سے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ، ابن مسعود فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ دوسروں سے بھی سنوں۔ کہتے ہیں: میں نے جب تلاوت شروع کی اور فکیف اذا جئنا۔ پر پہونچا تو حضور کی آنکھیں بہہ نکلیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس شخص کو پسند ہو کہ وہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم اسی طرح پڑھے جیسا کہ نازل ہوا تو چاہئے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

حضرت امام مسروق فرماتے تھے: صحابہ کرام کا علم چھ حضرات میں سمٹ آیا تھا، عمر فاروق اعظم، علی مرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب، ابو درداء، زید بن ثابت۔ پھر ان چھ کا دو حضرات میں، یعنی علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن مسعود میں رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت خدیفہ بن یمان سے کہا گیا: ہمیں اس شخص کے بارے میں بتائیں جو چال ڈھال میں حضور کے مشابہ ہوتا کہ ہم ان کی سیرت اپنائیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ تو آپ نے فرمایا: ہم عبد اللہ بن مسعود سے زیادہ کسی کو نہیں جانتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم نے جب آپ کو کوفہ بھیجا تو اہل کوفہ کو لکھا، میں عمار بن یاسر کو امیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم و وزیر، یہ دونوں بدری صحابہ کرام کے اشراف میں ہیں۔ لہذا ان کا اتباع کرنا اور فرمانبرداری کرنا۔ اور عبد اللہ بن مسعود کو خاص طور پر تمہارے پاس بھیج کر میں نے اپنے اوپر تم کو ترجیح دی ہے۔ لہذا آپ کوفہ میں اقامت پذیر رہے اور اہل کوفہ آپ سے علم حدیث، تفسیر اور فقہ حاصل کرتے تھے۔ آپ ان کے معلم تھے اور قاضی بھی اور

طریقہ اجتہاد کے مؤسس و بانی۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ جب کوفہ تشریف لائے تو بعض اہل کوفہ نے حاضر ہو کر کہا تھا: اے امیر المومنین ہم نے ابن مسعود سے بڑھ کر نہ کسی کو پرہیزگار پایا، نہ ان سے اچھی کسی کی مجلس دیکھی، نہ ان جیسا مہربان کوئی معلم دیکھا اور نہ حسن خلق میں کسی کو ان کا ہم پلہ۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا: میں تم سے حلف لے کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم اپنے صدق دل سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ بولے: ہاں۔ اس پر آپ نے کہا: اے اللہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرے نزدیک بھی ابن مسعود ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی افضل۔

ان شہادتوں سے آپ کا علم و فضل ظاہر اور صحابہ کرام میں آپ کی قدر و منزلت عیاں ہے۔ ”وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء من فضل عباده“۔

## علم تفسیر میں آپ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

ہم میں سے جب کوئی دس آیات سیکھ لیتا تو ان سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتا تھا جب تک ان کی معانی و مطالب نہ جان لیتا اور ان پر عمل پیرا نہ ہو جاتا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت ابن مسعود فہم معانی کتاب کے کتنے گرویدہ تھے اور آپ کو معانی قرآن میں کتنا درک حاصل تھا۔

خود فرماتے ہیں: قسم بخدا ہر آیت کے بارے میں مجھے علم ہے کہ کس سلسلے میں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے علم ہوتا کہ فلاں مجھ سے کسی آیت کو زیادہ جانتا ہے اور وہاں تک میں اپنی سواری کے ذریعہ پہنچ سکتا ہوں تو ضرور پہنچتا۔

اس قول سے اس بات پر دلالت واضح ہے کہ آپ نے معانی قرآن اور شان نزول آیات کا احاطہ فرمایا تھا۔

حضرت مسروق کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود ہم پر کوئی سورۃ تلاوت فرماتے۔ پھر اسی سے متعلق احادیث بیان کرتے اور پورے دن اسی کی تفسیر بیان فرماتے۔

ایک مجلس میں حاضرین نے حضرت علی مرتضیٰ سے عرض کیا: ہمیں ابن مسعود کے سلسلہ

میں کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: علم قرآن و سنت ان پر منتہی ہو گیا، ان کی جلالت علمی کے سلسلے میں اتنا جملہ ہی بہت ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں: میں ابن مسعود سے زیادہ کسی کو قرآن کا عالم نہیں جانتا۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا: یہ سچ ہے۔ کیونکہ وہ حضور کا کلام اقدس اس وقت بھی سنتے جب ہم نہیں سن پاتے، اور وہاں سنتے جہاں ہم نہیں پہنچ پاتے (یعنی کاشائے نبوت میں بے روک ٹوک جاتے تھے)

خود فرماتے ہیں: میں نے حضور سے بالمشافہ ستر سورتوں کا علم حاصل کیا۔ یہ اور ان کے علاوہ دوسرے اقوال حضرت ابن مسعود کی علم تفسیر کی بھرپور شہادت دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود صحابہ کرام کے درمیان قرآن کریم کے عظیم عالم تھے اور اس کے محکم اور متشابہ، حلال و حرام، قصص و امثال اور اسباب نزول کی زیادہ معرفت رکھتے تھے، دین کے فقیہ، سنت کے عالم اور قرآن میں بصیرت تامہ رکھتے تھے۔

طرق روایات۔ آپ کی تفسیر قرآن سے متعلق روایات حضرت ابن عباس کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔

امام سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ آپ کی روایات حضرت علی مرتضیٰ کی مرویات سے زیادہ ہیں۔

اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ آپ کے علم تفسیر کو اہل کوفہ نے زیادہ حاصل کیا، کیونکہ آپ کا قیام ایک زمانہ تک کوفہ میں تھا۔ لہذا اہل کوفہ آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور علم حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے۔ ان میں مسروق بن اجدع ہمدانی، علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن زید وغیرہم سرفہرست ہیں جنہوں نے بلا واسطہ شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی سندوں سے آپ کی مرویات منظر عام پر آئیں جو کتب تفسیر و احادیث میں ثبت ہیں۔ ان میں بعض طرق وہ ہیں جن پر اعتماد کلی حاصل ہے اور بعض پر ناقدین فن نے جرح اور نقد بھی کی ہے۔ آپ سے منقول مشہور طرق یہ ہیں۔

پہلی سند

اعمش عن ابی الضحی عن مسروق عن ابن مسعود -  
یہ سند صحیح طرق کہلاتی ہے۔

### دوسری سند

مجاہد عن ابی معمر عن ابن مسعود -  
یہ سند بھی صحیح ہے اور ضعف کا اس میں شائبہ نہیں۔

### تیسری سند

اعمش عن ابی وائل عن ابن مسعود -  
یہ بھی صحیح سند ہے۔

### چوتھی سند

اسمعیل بن عبد الرحمن السدی الکبیر عن مرة التمیمی عن ابن  
مسعود۔

اس سند سے حاکم مستدرک میں روایتیں لاتے ہیں اور ان کی صحیح فرماتے ہیں۔ ابن  
جریر نے بھی بہت روایتیں اس سند سے ذکر کی ہیں۔ بہر حال سدی کبیر کا مقام پہلے ہی معلوم ہو  
چکا۔

### پانچویں سند

ابی روق عن الضحاک عن ابن مسعود۔  
ابن جریر نے اس سند سے تخریج روایات کی ہے۔ لیکن ناقدین نے اس کو غیر مرضی سند  
قرار دیا کہ ضحاک نے ابن مسعود سے ملاقات نہیں کی۔ لہذا یہ سند منقطع ہوئی۔ (۱)

## حضرت علی بن ابی طالب

آپ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب قریشی ہاشمی ہیں۔ کنیت ابوالحسن، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زادے اور داماد اور اہل بیت میں داخل ہیں۔ خلفاء راشدین میں خلیفہ رابع ہیں۔

بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ تمام مشاہد و غزوات میں شریک رہے، البتہ غزوہ تبوک میں حضور نے اہل بیت پر اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، لہذا آپ مدینہ ہی میں رہے۔ باقی غزوات میں آپ کی جواں مردی و بہادری مشہور ہے اور جنگ خیبر کے موقع پر تو خود حضور نے ارشاد فرمایا تھا: کہ کل میں اسلامی جھنڈا اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمادے گا۔ وہ اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ جھنڈا حضور نے آپ کو عطا فرمایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ نے انصار و مهاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا، یعنی دو دو حضرات کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی سے فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ آپ ایسے بہت سے فضائل کے جامع تھے جو دوسرے حضرات میں نہیں تھے۔ دین میں احتیاط، دنیا سے بے رغبتی، قرابت رسول و رشتہ دامادی، علم کثیر و فضل بے پایاں کے آپ حامل تھے۔ آپ کا وصال ۲۱، رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ہوا۔ ابن کعبہ خارجی نے جامع کوفہ میں عین حالت نماز میں آپ پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں آپ شہید ہوئے۔ عمر مبارک بوقت شہادت ۶۳ سال تھی۔

## علم و فضل

آپ علوم و معارف کے بحر بیکراں تھے، اجتہاد و استنباط میں ملکہ حاصل تھا۔ فصاحت و خطابت اور شعر و سخن سے حظ وافر ملا تھا۔

فیصلوں کے وقت عقل کی پختگی اور خفیہ رازوں کو جاننے میں بے مثال بصیرت کا

مظاہرہ فرماتے۔ صحابہ کرام پوشیدہ حقائق کو سمجھنے اور مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے آپ کی جناب میں رجوع لاتے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور اس طرح دعا سے نوازا۔ اللہم ثبت لسانہ و اہد قلبہ۔ چنانچہ آپ اس دعا کا مظہر کامل بن کر مشکل سے مشکل مسائل کے نہایت ہی درست فیصلے فرماتے، یہاں تک آپ ضرب المثل بن گئے، کسی نے کہا۔ فضیۃ ولا ابا حسن لہا۔ اور اس میں تعجب بھی کیا۔ آپ کی تربیت تو کا شانہ نبوت میں ہوئی تھی، معارف نبوت سے غذا پائی اور مشکاکۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے دل و دماغ منور رہا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: ہمارے درمیان اس بات کا چرچا رہتا تھا کہ مدینہ شریف میں سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والے حضرت علی ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح سے کہا گیا: کیا صحابہ کرام میں حضرت علی سے بڑا کوئی اور عالم بھی تھا۔ تو بولے، قسم بخدا میں کسی کو نہیں جانتا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: جب حضرت علی کی جانب سے ہمیں کوئی چیز طے شدہ مل جاتی تو پھر ہم کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔

## علم تفسیر میں آپ کا مقام

آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں سے آپ کا علم قرآن اور اسرار خفیہ کی سمجھ واضح و عیاں ہے۔ صحابہ میں شان نزول اور تاویل و تفسیر کو زیادہ جاننے والے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے علم تفسیر جو بھی حاصل کیا وہ آپ سے حاصل کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: قسم بخدا۔ جو آیت نازل ہوئی تو میں نے اس کے بارے میں یہ ضرور جانا کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی (ابو نعیم)

حضرت ابوالطفیل فرماتے ہیں: میں نے آپ کو ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے مجھ سے سوال کرو، قسم بخدا! جس چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، خدا کی قسم میں اس کی ہر آیت

کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ راستہ میں نازل ہوئی یا دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑوں پر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قرآن سات حرف پر نازل ہوا۔ اور ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہر ایک کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔ (ابونعیم) التفسیر ۹۰

ان کے علاوہ اور دیگر آثار بھی ہیں جو آپ کی مفسرانہ شان کی گواہی دیتے ہیں۔

### مرویات کا مقام و مرتبہ

اس میں شک نہیں کہ آپ سے تفسیر وغیرہ میں بے شمار احادیث مروی ہیں لیکن محدثین میں ائمہ جرح و تعدیل نے بحث و تحقیق کے ذریعہ صحیح روایات کو ضعیف و موضوع سے ممتاز کرنے میں کافی جدوجہد کی ہے۔

لہذا اباب تفسیر میں آپ کی مرویات کی تعداد موضوع روایات کے مقابلے میں قلیل ہی ثابت ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلامہ شیعہ نے آپ سے غلو محبت میں بہت سی احادیث آپ کی طرف غلط منسوب کر ڈالیں جن سے وہ اپنے مذہب کو رواج دینا چاہتے تھے۔ اس طرح گویا ان لوگوں نے آپ کے علم کا ایک بڑا حصہ ضائع کر دیا۔ لہذا اب محدثین ان روایات کو صحیح مانتے ہیں جو یا تو آپ کے اہل بیت سے ثابت ہوں یا حضرت ابن مسعود کے تلامذہ کی سند سے منقول ہوں۔ جیسے عبیدہ، سلمان اور شریح وغیرہ۔ آپ کی مرویات کی اہم اسناد یہ ہیں۔

### پہلی سند

ہشام عن محمد بن سیر بن عن عبیدة السمانی عن علی -  
یہ سند صحیح ہے اور امام بخاری وغیرہ اس کے ذریعہ احادیث بیان فرماتے ہیں۔

### دوسری سند

ابن ابی الحسین عن ابی الطفیل عن علی -  
یہ سند بھی صحیح ہے، ابن عیینہ نے اپنی تفسیر میں اس سے احادیث بیان کی ہیں۔

## تیسری سند

الزهری عن علی بن العابد بن عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی -  
یہ سند اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے حتیٰ کہ بعض نے تو اس کو مطلقاً صحیح الاسانید شمار کیا، لیکن یہ سند  
زیادہ مشہور نہیں ہوئی، کہ ضعفاء و کذاب راوی بعد میں امام زین العابدین کی جانب غلط و باطل  
روایات منسوب کرنے لگے تھے۔ (۱)

## حضرت ابی بن کعب

آپ ابی بن کعب بن قیس انصاری خزرجی ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے آپ کی کنیت ابوالمنذر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو الطفیل رکھی  
۔ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک رہے۔ آپ پہلے تخص ہیں جنہوں نے حضور سرور عالم صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
آپ کو سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے زمانہ وصال کے بارے میں اختلاف ہے بقول  
ل اکثر آپ کا وصال خلافت فاروقی میں ہوا۔

## علم و فضل

آپ سید القراء کے لقب سے مشہور تھے اور کاتبان وحی میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضور  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا:  
ابی بن کعب صحابہ میں سب سے اچھے قاری ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: بیشک مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے  
کہ میں تمہیں قرآن کریم کی سورہ مبارکہ ”لم یکن الذین کفروا“ پڑھ کر سناؤں۔ اس پر  
حضرت ابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر آپ سے فرمایا ہے، ارشاد

فرمایا: ہاں، یہ سن کر آپ رونے لگے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابی سے کہا گیا: کیا آپ کو اس مژدہ سے سرور و فرحت حاصل ہوئی: فرمایا: میں کیوں نہ خوش ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”قل بفضل اللہ و برحمته فلیفرحوا“

امام شعبی حضرت امام مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں چھ حضرات اصحاب قضاء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری،

## علم تفسیر میں مقام

آپ کتاب اللہ کے عظیم عالم اور صحابہ میں سب سے زیادہ معانی قرآن کو جاننے والے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ علماء یہود میں ایک تبحر عالم تھے اور کتب سابقہ سماویہ کے رموز و اسرار سے واقف تھے۔ ساتھ ہی آپ کا تہان وحی میں بھی شمار ہوتے تھے۔ لہذا اسباب نزول اور مقامات نزول کا آپ کو علم ہونا بدیہی بات تھی۔ چنانچہ آپ کو آیات و سور کی تقدیم و تاخیر اور ناسخ و منسوخ کا علم حاصل رہا۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی مشکل آیت آتی ہوگی تو آپ اس کو ضرور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہوں گے۔ تفسیری روایات میں انہیں وجوہ کے پیش نظر آپ کو مکثرین صحابہ میں شمار کیا گیا اور آپ سے منقول صحیح اور حسن روایات کی تعداد کثیر ہے۔

## تفسیری روایات

آپ کی تفسیری روایات کی طرق بھی متعدد ہیں۔ اصحاب جرح و تعدیل نے ان کی چھان بین کی ہے اور موضوع روایات کو ممتاز کر دیا ہے۔ مشہور اسناد یہ ہیں۔

پہلی سند

ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب۔

یہ سند صحیح ہے اور آپ سے ایک بڑا حصہ تفسیر میں وارد ہے۔ اس سند میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم بہت روایت کرتے ہیں۔ نیز امام حاکم نے مستدرک اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہیں۔

## دوسری سند

و کعب عن سفیان عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن الطفیل بن ابی بن کعب عن ابیہ۔

اس سند سے مسند امام احمد میں روایتیں ہیں۔ یہ سند حسن ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل اگرچہ صدوق ہیں لیکن ان کے حفظ و ضبط میں محدثین کو کلام ہے۔

امام ترمذی نے سنن میں اس کی وضاحت فرمائی اور کہا میں نے امام محمد بخاری کو کہتے سنا کہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابرہیم اور حمیدی عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے سند پکڑتے تھے۔ نیز امام بخاری خود ان کو مقارب الحدیث کہتے ہیں اور حافظ ہاشمی نے مجمع الزوائد میں ان کی حدیث حسن ہونے کی صراحت کی ہے۔ میزان الاعتدال ۷۸ ☆ ۷۸

## تفسیر میں صحابہ کرام کا مقام

امام حاکم نے کہا: امام بخاری و امام مسلم کے نزدیک صحابہ کرام میں جو شاہد و جی تھے ان کی تفسیر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ لیکن امام ابن صلاح اور امام نووی وغیرہما نے کہا: کہ ایسی روایات جن کا تعلق شان نزول سے ہو، یا جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہیں باقی سب موقوف۔

جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان۔

كانت اليهود تقول: من اتى امرأته دبرها فبقولها جاء الولد احوال۔  
تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ”نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم  
انی شتم“ (سورۃ البقرہ ۲۲۳)

ان کے علاوہ صحابہ کرام کی تمام تفاسیر جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

منسوب نہ ہوں وہ سب موقوف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر حدیث مرفوع کی حکم میں اس وقت ہے کہ جبکہ وہ شان نزول سے متعلق ہو۔ اور وہ تفسیر جس میں رائے کو دخل نہ ہو۔ البتہ جس میں قیاس اور رائے کو دخل ہو وہ حدیث موقوف ہے جب تک اس کی نسبت حضور کی جانب نہ ہو۔ نیز جس تفسیر کو حکما مرفوع قرار دیا جا چکا اس کو رد کرنا جائز نہیں بلکہ مفسر پر لازم ہے کہ اس کو قبول کرے۔ البتہ جو موقوف ہو اس میں علما مختلف ہیں۔

ایک جماعت کے نزدیک صحابہ کی تفسیر موقوف کو قبول کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کا رفع حضور تک ثابت نہیں، تو وہ صحابی کا اجتہاد ہوگا، اور مجتہد کے لئے خطا اور صواب دونوں کہ اجتہاد کے سلسلہ میں صحابہ دوسرے مجتہدین کے مثل ہیں۔

دوسری جماعت کہتی ہے: کہ ان کے ان اقوال کی جانب رجوع لازم ہے۔ کیونکہ اس بات کا ظن موجود ہے کہ انہوں نے یہ چیزیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ اپنی رائے سے تفسیر کریں تو ان کی رائے دوسروں کے مقابل زیادہ درست ہوگی کہ وہ کتاب اللہ کے زیادہ جاننے والے تھے۔ کیونکہ وہ اہل لسان بھی تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت معانی قرآن زیادہ سمجھنے والے، احوال و قرآن کے مشاہدہ فرمانے والے، علم صحیح اور تام و اکمل سمجھنے والے، بالخصوص اکابر صحابہ جیسے ائمہ اربعہ، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، اور عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

امام زرکشی فرماتے ہیں۔ قرآنی آیات دو قسم پر ہیں۔

قسم اول۔ وہ آیات جن کی تفسیر نقل سے وارد۔

قسم دوم۔ وہ آیات جن کی تفسیر نقل سے وارد نہ ہو۔

قسم اول کی صورت میں تفسیر یا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہوگی یا صحابہ و اکابر تابعین سے۔ تفسیر اول کے سلسلہ میں سند کی صحت و عدم سے بحث ہوگی۔ اور تفسیر صحابہ و تابعین میں دیکھا جائیگا کہ انہوں نے باعتبار لغت و زبان تفسیر کی ہے، تو اس پر اعتماد میں شک نہیں، یا باعتبار اسباب و قرآن پھر بھی قبول کرنا ضروری ہے۔

## اس دور کی خصوصیت

اس دور میں مکمل قرآن کریم کی تفسیر نہ ہوئی۔ کیونکہ جن مقامات پر ابہام و پوشیدگی تھی انہیں کی تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔

فہم معنی قرآن میں اس دور میں اختلاف بھی کم تھا۔ اکثر و بیشتر اجمالی معنی پر اکتفا فرماتے اور تفسیری معنی کے درپے نہیں رہتے۔ لہذا ”وفاکھة و ابا“ جیسی آیات کے سلسلہ میں اتنا ہی کافی سمجھتے تھے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کو شمار فرمایا ہے۔

## دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ تابعین کا دور ہے۔ اس زمانہ میں مفسرین صحابہ کے تلامذہ نے اس علم کو خوب وسعت دی۔ جس طرح بعض صحابہ اس فن میں مشہور ہوئے اسی طرح بعض تابعین نے بھی خاص طور پر اس علم میں شہرت پائی۔ علم تفسیر میں مباحث جلیلہ پیش فرمائے اور اپنے معاصرین و تلامذہ کے لئے پوشیدہ معنی کی خوب خوب توضیح فرمائی۔

ان مفسرین تابعین عظام نے قرآن کی تفسیر قرآن سے بھی کی۔ اور احادیث رسول سے بھی۔ اور ان آثار صحابہ سے بھی جو انہوں نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں فرمائے تھے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کی کتب سماویہ سے بھی مدد لی۔ اور پھر اپنے اجتہاد و استنباط اور نظر و فکر سے بھی کام لیا۔ تفسیر کی کتابوں میں تابعین عظام کے ایسے اقوال کثیر تعداد میں موجود ہیں جو انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان فرمائے۔ لیکن یہ انہیں مقامات پر جہاں اول الذکر امور یعنی حدیث رسول اور آثار صحابہ ان کو نہ مل سکے۔

آپ پڑھ چکے کہ احادیث و آثار سے قرآن کریم کی مکمل تفسیر معرض وجود میں نہیں آئی تھی، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا مزید آیات کی تفسیر کی ضرورت پیش آتی رہی حتیٰ کہ تابعین عظام نے اس کام کو مکمل فرمادیا۔

اس کام کی تکمیل کے لئے خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت ابی بن کعب کے تلامذہ نے حصہ لیا۔ ان تینوں حضرات کے خوان کرم سے

فیض پانے والے حضرات کا اجمالی تعارف کچھ اس طرح ہے جنہوں نے تین مشہور مدارس سے علم تفسیر حاصل کیا۔

## مکہ مکرمہ میں علم تفسیر کا مدرسہ

حضرت عبداللہ بن عباس نے مکہ مکرمہ میں علم تفسیر کا مدرسہ قائم فرمایا۔ آپ اپنے تلامذہ کے لئے قرآن کی تفسیر بیان فرماتے اور مشکل معنی کی وضاحت کرتے۔ ان کے تلامذہ یعنی تابعین اپنے اساتذہ کے اقوال کی توجیہات کرتے اور بعد والوں کے لئے ان آثار کو روایت فرماتے۔ آپ کے تلامذہ میں مکہ مکرمہ کے اس مدرسہ سے جن حضرات کو خاص شہرت ملی وہ یہ ہیں۔

سعید بن جبیر۔ مجاہد۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ طاؤس بن کیسان یمانی۔ عطاء بن ابی رباح۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ تمام حضرات موالی سے تعلق رکھنے والے نفوس قدسیہ تھے، ان میں بھی سب روایت و درایت میں یکساں نہیں تھے بلکہ مختلف المراتب۔

چنانچہ مختصراً ہر ایک کا فن تفسیر میں مقام و مرتبہ اور ان کی روایات پر اعتماد کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں۔

## حضرت سعید بن جبیر

آپ کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو محمد ہے۔ سعید بن جبیر بن ہشام اسدی والبی ہیں۔ آپ حبشی نژاد تھے، رنگ سیاہ لیکن روشن خصائل کے حامل تھے۔ ائمہ صحابہ کی ایک جماعت سے آپ نے سماعت حدیث کی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود سے بالعموم روایت کرتے ہیں۔

### مقام و مرتبہ

آپ کا مرتبہ اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ اور تفسیر و حدیث و فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ حضرت ابن عباس سے علم قرأت حاصل کیا اور تفسیر کی سماعت کی۔ آپ کی اکثر

روایات انہیں سے ہیں، آپ نے صحابہ کرام کی قرأت ثابتہ کو محفوظ فرمایا تھا۔ چنانچہ اسمعیل بن عبد الملک سے روایت ہے کہ حضرت سعید ماہ رمضان میں ہماری امامت فرماتے تو ایک شب ابن مسعود کی قرأت کرتے، اور ایک رات زید بن ثابت کی، اور پھر کسی دوسری قرأت پر پڑھتے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔

بلاشبہ اس سے آپ کی معانی قرآن اور اس کے رموز و اسرار سے واقفیت اور مہارت تامہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود آپ تفسیر بالرائے سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ تابعین کے علم کے عالم تھے۔

خصیف کہتے ہیں: تابعین میں سعید ابن مسیب مسائل طلاق کے عالم تھے، اور عطا مسائل حج کے، طاؤس علم حلال و حرام میں مہارت رکھتے تھے اور مجاہد علم تفسیر میں۔ لیکن سعید بن جبیر ان سب کے جامع تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس آپ کے علم پر اعتماد فرماتے اور کوئی استفتاء لے کر آتا تو آپ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

اہل کوفہ جب آپ کے پاس کوئی سوال لے کر آتے تو آپ فرماتے: کیا تمہارے پاس ابن ام دھم یعنی سعید نہیں ہے۔

عمر و بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سعید ابن جبیر کے انتقال کے زمانے میں روئے زمیں پر ہر ایک آپ کے علم کا محتاج تھا۔

علمائے جرح و تعدیل آپ کی توثیق کرتے ہیں ابو القاسم طبرانی نے کہا: آپ ثقہ، حجة اور امام المسلمین ہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، اور کہا آپ فاضل متقی ہیں، ائمہ محدثین میں اصحاب ستہ آپ کی جلالت شان پر منفق ہیں۔

حجاج بن یوسف ظالم حکمراں نے آپ کو مجوس اور بے دست و پا کر کے شہید کیا۔ آپ کی شہادت ۹۵ ہجری ۴۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ شہادت سے پہلے آپ کا طویل مناظرہ حجاج

سے ہوا جو قوت ایمانی اور ثبات قلبی پر دل ہے۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔

## حضرت مجاہد بن جبر

آپ کی کنیت ابو الحجاج ہے، مجاہد بن جبر مکی مقرر مفسر ہیں۔ ولاء کے اعتبار سے مخزومی کہ سائب بن ابی سائب کے آزاد کردہ ہیں۔ علماء اعلام سے ہیں۔ ۲۱ ہجری میں ولادت اور وصال ۱۰۴ ہجری مکہ مکرمہ میں حالت سجدہ میں ہوا۔

## مقام و مرتبہ

آپ کی تفسیری روایات حضرت ابن عباس سے اگرچہ ضعیف ہیں لیکن آپ اصحاب ابن عباس میں اوثق شمار ہوتے ہیں، اسی لئے امام شافعی اور امام بخاری وغیرہ نے آپ کی روایات پر اعتماد کیا۔ امام بخاری اپنی صحیح جامع میں بہت روایتیں آپ سے ذکر کرتے ہیں جو آپ کی فقاہت و عدالت کا بین ثبوت ہیں۔

فضل بن میمون کہتے ہیں: میں نے خود امام مجاہد کو کہتے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے قرآن کریم از اول تا آخر میں مرتبہ پڑھا اور تین مرتبہ تو اس انداز سے پڑھا کہ ہر آیت پر رکنا اور پوچھتا یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی اور کیوں نازل ہوئی۔

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ میں نے امام مجاہد کو دیکھا کہ آپ حضرت ابن عباس سے تفسیر قرآن پوچھتے جاتے اور لکھتے جاتے حتیٰ کہ پورے قرآن کی تفسیر اسی طرح لکھی۔ قنابہ اور مصعب کہتے ہیں: کہ مجاہد علم تفسیر میں علم تابعین تھے۔

ابن سعد نے آپ کو ثقہ فقیہ عالم اور کثیر الحدیث کہا۔ ابن حبان نے فقیہ متقی عابد مقنن

قرار دیا۔ سفیاں ثوری فرماتے ہیں، جب ہمیں مجاہد سے تفسیر مل جائے تو کافی ہے۔

آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا، آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے کہا: مجھے

اس بات کی تمنا ہے کہ نافع تمہارے حافظہ کا حافظ ہو جائے۔

امام ذہبی کہتے ہیں: آپ کی امامت پر امت کا اجماع ہے اور آپ کی روایات قابل

احتجاج ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے بالاتفاق آپ کی روایات لی ہیں۔ علمائے ناقدین کی یہ

شہادتیں آپ کے علم لفسیر میں مقام رفیع کو واضح کر لی ہیں۔

بعض اہل علم نے آپ پر بایں معنی تنقید بھی کی ہے۔ کہ آپ بعض اوقات اہل کتاب

کی طرف رجوع کرتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے انہیں مواقع پر اہل کتاب کے

اقوال لئے جہاں اہل کتاب کے اقوال سے لفسیر جائز ہے۔

بہر حال آپ کی عدالت و صداقت مسلم چیز ہے اور آپ ایسے استاد کے شاگرد رشید

ہیں جنہوں نے اہل کتاب سے اخذ لفسیر کی شرعی مخالفت کی۔ البتہ احادیث رسول سے جن

چیزوں میں اہل کتاب کے اقوال کو سند بنایا جاسکتا ہے ان سے استناد کوئی معیوب چیز نہیں۔

## حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ عکرمہ بربری مدنی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کے

غلام، آپ قبیلہ بربر سے لعلق رکھتے ہیں جو طارق بن زیاد کا قبیلہ تھا، اپنے مولیٰ حضرت ابن

عباس، حضرت علی مرضی، اور ابو ہریرہ وغیرہم صحابہ سے روایت کرتے ہیں،

علماء آپ کی توثیق میں مختلف ہیں۔ جن حضرات نے آپ کے توثیق نہیں کی ہے وہ

کہتے ہیں آپ علم کے سلسلہ میں جری تھے اور کہتے تھے کہ میں قرآن کے تمام علوم کا عارف ہوں،

بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ نے بعض روایتیں حضرت ابن عباس کی طرف جھوٹ منسوب کی ہیں۔ آپ پر یہ بھی الزام ہے کہ آپ خوارج کے پیروکار تھے۔

ابن حجر تہذیب میں عمر بن مرہ سے لہل کرتے ہیں کہ کسی نے ابن مسیب سے قرآن کی آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے بطور طنز یہ فرمایا مجھ سے مت پوچھو بلکہ ان سے پوچھو جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں قرآن کے تمام علوم جانتا ہوں یعنی عکرمہ سے۔

طاؤس ابن کیسان کہتے ہیں: اگر عکرمہ اللہ سے ڈرتے اور اپنی مرویات میں احتیاط سے کام لیتے تو ان کی طرف ایک جم عقیقہ حصول علم کے لئے آتا۔

تکئی بکاء نے کہا: ابن عمر سے لوگوں نے سنا کہ وہ اپنے غلام وشاکر دناح سے فرماتے کہ اللہ سے ڈرنا اور میری طرف اس طرح جھوٹ منسوب نہ کرنا جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس کے طرف کیا۔

ابن سعد نے روایت کی کہ علی بن عبد اللہ ابن عباس انہیں بیت الخلا کے دروازہ پر باندھ کر سزا دیتے اور کہتے یہ میرے باپ کی جانب جھوٹ منسوب کرتا ہے۔

بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ معاصرین میں عکرمہ کا کوئی مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا اور کثیر شاعر کا ایک ہی دن انتقال ہوا۔ تو کثیر شاعر کے جنازہ میں جم عقیقہ تھا اور ان کے جنازہ میں کوئی نہیں۔

## الزامات کا جائزہ

یہ تمام روایتیں جو آپ کے مطاعن پر دال ہیں سب باطل و مردود ہیں۔

حضرت عکرمہ چونکہ حضرت ابن عباس کے سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے اور خدمت انجام دیتے تھے لہذا ابن عباس سے کثیر الروایہ ہونا طبعی امر تھا۔ لہذا کثرت روایت کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے ابن عباس کی جانب بہت روایتیں جھوٹ منسوب کر دیں۔ یہ الزام تو حضور کی نسبت سے حضرت ابو ہریرہ پر بھی لوگوں نے لگایا لیکن آپ نے پر زور الفاظ میں تردید کی۔ اور وجہ وہی بیان کی کہ میں حضور کی خدمت میں کثرت سے حاضر رہا لہذا میری روایتیں زیادہ ہوں۔

حضرت حماد ابن زید حضرت ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ کہتے ہیں: لوگ میری پیٹھ پیچھے میری تکذیب کرتے ہیں سامنے کیوں نہیں کرتے، سامنے آئیں تو جانیں۔

عثمان ابن حکیم نے بیاں کیا کہ میں ابو امامہ بن سہل بن حنیف کے ساتھ بیٹھا تھا کہ عکرمہ آئے اور فرمایا: اے ابو امامہ اللہ کو وسیع و بصیر جان کر کہو کہ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عکرمہ میری طرف منسوب کر کے جو روایت بیان کریں اس کی تصدیق کرو کہ وہ میری طرف جھوٹ منسوب نہیں کرتا۔ ابو امامہ نے یہ سن کر فرمایا: ہاں۔

یہ روایت ان لوگوں پر کھلا رد ہے جو آپ پر کذب کا بہتان لگاتے ہیں۔ اور وہ روایت کہ حضرت ابن عباس کے صاحبزادے علی آپ کو سزا دیتے اور کہتے یہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اس کہ حقیقت یہ ہے کہ مرد دو باطل ہے۔

تہذیب میں ہے کہ حضرت ابن عباس کا وصال ہوا۔ تو آپ غلام تھے۔ لہذا ایک موقع پر ابن عباس کے ابھیں صاحبزادے علی نے آپ کو چار ہزار دینار کے عوض خالد بن یز

ید بن معاویہ کے ہاتھ میں فروخت کر دیا، جب یہ خبر عکرمہ کو پہنچی تو آپ نے حاضر ہو کر اپنے آقا علی سے کہا: آپ کے لئے یہ اچھا نہیں کے اپنے والد کا علم چار ہزار دینار میں بیچ ڈالیں۔ یہ سکر مشتری سے آپ کو واپس لے کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابن عمر کی روایت تخی بکاء کے حوالہ سے جو کزری اس کی حقیقت یہ ہے کہ تخی بکاء متروک الحدیث ہے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مجروح کی روایت سے عادل و ضابط کو مجروح قرار دیا جاسکے۔

اب رہی وہ بات کے کثیر شاعر کے جنازہ میں جم عقیقہ تھا اور آپ کے جنازہ میں کوئی نہیں۔ تو یہ روایت ہرگز درست نہیں۔ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ اس کا نائل مجہول ہے۔ اور خوارج کی طرف میلان والی روایت کا حال بھی یہی ہے۔

### مقام و مرتبہ

مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ کیا عکرمہ کی حدیث قابل احتجاج ہے؟ فرمایا: ہاں، اس سے احتجاج درست ہے۔

امام ابن معین کہتے ہیں: جب تم عکرمہ اور حماد بن مسلم کے بارے میں کسی کو کچھ کہتے سنو تو مجھو کہ اس کے اسلام میں شبہ ہے۔

امام جلی نے کہا: وہ مکی تابعی ثقہ ہیں خارجی ہونے کی نسبت جو ان کی طرف کی جانی ہے وہ اس سے بری ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ہمارے تمام اصحاب عکرمہ کی روایات سے احتجاج کرتے

ہیں۔ امام نسائی نے آپ کو ثقہ قرار دیا اور اپنی سن میں آپ سے مخرج کی۔ ص ۲۸

اسی طرح آپ کی روایات امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد نے بھی ذکر کی ہیں۔ امام مروزی کہتے ہیں کہ عموماً محدثین کا آپ کی مرویات سے احتجاج کرنے پر اجماع ہے۔ اور ہمارے زمانے کے محدثین بھی اس پر مشفق ہیں۔ جیسے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام حنی بن معین وغیرہم کہتے ہیں: میں نے اسحاق بن راہویہ سے آپ کی حدیث سے احتجاج کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: عکرمہ ہمارے نزدیک امام الدنیا ہیں اور میرے سوال سے ان کو تعجب ہوا۔

کیا ان ائمہ حدیث کے حضرت عکرمہ کے سلسلہ میں تو تینتی کلمات ہوتے ہوئے کسی شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ لہذا حق یہ ہی ہے کہ آپ جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ کی ثقاہت و عدالت، اور دین و دیانت ائمہ کے درمیان مسلم ہیں۔

## علم تفسیر میں مقام

آپ کو علم و فضل کے میدان میں عظیم مقام حاصل تھا بالخصوص من تفسیر میں ید طولی رکھتے تھے، علماء نے اس امر کی بھی شہادت دی ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں: ہم عصر علماء میں فقہ و تفسیر میں اعلم تھے۔

عمر بن دینار نے فرمایا: جابر بن زید سے چند مسائل لسی نے پوچھے تو آپ نے عکرمہ

سے معلوم کئے اور فرمایا: یہ عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہیں، یہ علم کا سمندر ہیں ان سے پوچھا کرو۔

امام سہمی فرماتے تھے: کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھنے والوں میں عکرمہ کے علاوہ کوئی باقی

نہ رہا۔

حبیب بن ثابت نے کہا: میرے پاس پانچ حضرات صاحبان علم و فضل جمع ہوئے، یعنی طاؤس، مجاہد، سعید، عکرمہ، عطاء، ان میں مجاہد و سعید دونوں عکرمہ پر کوئی آیت پیش کرنے اور اس کی تفسیر پوچھتے تو آپ فوراً اس کا جواب دیتے۔ جب ان کے سوالات ختم ہو گئے تو خود فرما نے لگے اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور اس آیت کا یہ۔

یحییٰ بن ایوب مصری کہتے ہیں: مجھ سے ابن جریج نے پوچھا، کیا تم نے عکرمہ کی روایات لکھیں، میں کہا نہیں، تو فرمایا: تم نے دو تہائی علم ضائع کر دیا۔ آپ کا وصال بھی ۱۰۴ھ میں ہوا۔

### حضرت طاؤس بن کیسان یمانی

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان یمانی محبری جندی ہیں۔ بحیر بن ريسان یا ہمدان کے غلام تھے۔

عبادہ اربعہ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں: میں پچاس صحابہ کی مجلس میں بیٹھا۔

آپ عالم منفق تھے اور کتاب اللہ کے معانی کے عالم، صحابہ میں خاص طور پر آپ نے حضرت ابن عباس سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ نہایت ہی مستقی و پرہیزگار اور امین تھے۔ حتیٰ کے حضرت ابن عباس نے آپ کی فضیلت کی گواہی دی اور فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کہ طاؤس اہل جنت سے ہیں۔

عمر و بن دینار نے کہا: میں نے طاؤس جیسا کسی کو نہ دیکھا۔

ابن معین نے آپ کو ثقہ فرمایا۔ ابن حبان نے آپ کو عابد اور سادات تابعین میں شمار کیا

آپ مستجاب الدعوات تھے، چالیس حج کئے۔ اصحاب صحاح ستہ آپ سے تخریج کرتے ہیں۔

امام ذہبی کہتے ہیں: آپ شیوخ اہل یمن سے تھے۔ بہت حج کئے اور مکہ ہی نہیں ۱۰۶ھ

میں وصال ہوا۔

## حضرت عطا بن ابی رباح

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ عطا بن ابی رباح مکی قرشی ہیں۔ یعنی خاندان قریش میں کسی

کے غلام تھے۔ ۲۷ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۳ھ میں وصال ہوا۔

حضرت ابن عباس، ابن عمر، اور ابن عمرو بن عاص وغیرہم سے روایت کرتے

ہیں۔ خود فرماتے تھے کہ میں نے دو سو صحیح بہ کرام کا زمانہ پایا۔ آپ ثقہ فقیہ عالم اور عظیم محدث تھے

، مکہ مکرمہ میں آپ پر علم فتویٰ منتہی ہوا۔

حضرت ابن عباس نے اہل مکہ سے فرمایا:

تم لوگ میرے پاس فتویٰ پوچھنے آتے ہو حالانکہ تم میں عطا موجود ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں: میں نے جن حضرات سے ملاقات کی ان میں حضرت

عطا سے افضل اور جابر جعفی سے زیادہ چھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اوزاعی نے فرمایا: جس دن عطا کا وصال ہوا اس دن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ

مقبول تھے۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: جنہوں نے اپنے علم سے اللہ کی رضا چاہی میں نے ایسے تین

اشخاص کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا، یعنی عطا، مجاہد، طاؤس۔

ابن حبان فرماتے ہیں: آپ سادات تابعین میں سے ہیں اور فقیہ عالم فاضل متقی۔

اصحاب ستہ نے آپ سے تخریج کی۔

## مدینہ منورہ میں علم تفسیر کا مدرسہ

حضرت اُبی بن کعب نے مدینہ منورہ میں اس علم کی آبیاری کی اور علم تفسیر کو پروان چڑھایا۔ مدینہ منورہ میں اگرچہ صحابہ کرام بڑی تعداد میں موجود تھے لیکن آپ کو اس میدان میں نمایاں شہرت حاصل ہونے کی وجہ سے زیادہ لوگ آپ کی جانب رجوع کرتے جس کی وجہ سے آپ مرکز توجہ بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے شہرت حاصل کی۔

ابوالعالیہ۔ محمد بن کعب القرظی۔ زید بن اسلم

## حضرت ابوالعالیہ

آپ کی یہ کنیت ہے۔ رفیع بن مہران ریاحی ہیں اور غلام تھے۔ جاہلیت کا زمانہ پایا لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد اسلام لائے۔

حضرت علی ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر اور ابی بن کعب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ ثقات تابعین میں مشہور مفسر قرآن ہیں۔

ابن معین، ابوزرعہ اور ابو حاتم آپ کو ثقہ کہتے ہیں۔ لاکائی نے آپ کی ثقاہت پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام عجمی نے تابعی ثقہ کہا۔ اور کبار تابعین میں شمار کیا۔ آپ قرآن کریم حفظ کرتے اور اچھی طرح پڑھتے۔

قناوہ نے بیان کیا کہ آپ فرماتے تھے: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دس سال بعد قرآن کریم پڑھا۔ نیز فرمایا: میں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں تین مرتبہ قرآن کریم پڑھا۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں: صحابہ کے بعد علم قرأت میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔

حضرت ابی بن کعب سے ایک نسخہ تفسیر آپ کی سند سے منقول ہے اور یہ سند اس طرح

ہیں۔ ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی۔

اس سے قبل یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اس نسخہ اور سند سے ابن جریر و ابن ابی

حاکم خوب روایتیں لیتے ہیں۔

امام حاکم نے مستدرک اور امام احمد نے مسند میں بھی اس سند سے تخریج کی ہے۔  
آپ کا وصال ۹۰ھ میں ہوا۔

## حضرت محمد بن کعب القرظی

آپ کی کنیت ابو حمزہ یا ابو عبد اللہ ہے۔ محمد بن کعب بن سلیم بن اسد قرظی مدنی ہیں۔ قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ حضرت علی۔ ابن مسعود۔ ابن عباس وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت ابی بن کعب سے بالوا۔ طہ روایت لیتے ہیں:

ثقاہت، عدالت اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ عظیم محدث و مفسر کی حیثیت سے متعارف، ابن سعد نے آپ کو ثقہ عالم متقی اور عظیم محدث مانا۔

امام مجلسی نے مدنی تابعی اور مرد صالح اور عالم قرآن کہا۔

ابن عون نے کہا: میں نے ان سے زیادہ عظیم مفسر کسی کو نہ دیکھا۔

ابن حبان نے افاضل مدینہ میں شمار کیا اور عالم فقیہ کہا۔ آپ کے وصال کا حادثہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک مسجد میں درس و تدریس میں مشغول تھے کہ اچانک چھت گرنی اور آپ مع ساتھیوں کے شہید ہو گئے۔ یہ ۱۱۸ھ کا واقعہ ہے۔

## حضرت زید بن اسلم

آپ کی کنیت ابو اسامہ یا ابو عبد اللہ ہے۔ زید بن اسلم عدوی مدنی ہیں اور فقیہ و مفسر سے مشہور ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے غلام تھے اور تابعین میں شمار ہوتے تھے۔

امام احمد، امام ابو زرہ، ابو حاتم، اور امام نسائی نے آپ کو ثقہ فرمایا۔

ان چار ائمہ حدیث کی شہادت کے بعد آپ کی عدالت و ثقاہت پر مزید کسی دلیل کی

حاجت نہیں۔ اصحاب سے آپ سے تخریج احادیث کرتے ہیں،

آپ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے معاصرین میں مشہور تھے، بہت سے حضرات آپ

کی مجلس میں بیٹھے اور علم نافع حاصل کرتے۔ حضرت علی بن حسین امام زین العابدین اپنی

خاندانی مجالس علمیہ چھوڑ کر آپ کی مجلس میں آتے۔ ایک مرتبہ نافع بن زبیر بن مطعم نے کہا آپ اپنی قومی درسگاہ چھوڑ کر حضرت عمر کے ایک غلام کی مجلس میں آ کر بیٹھتے ہیں۔ اس پر امام زین العابدین نے فرمایا:

آدمی کو اپنے دین کا جہاں نفع ملتا ہے وہیں جاتا ہے۔

آپ تفسیر بالرائے میں مشہور ہوئے اور اسمیں آپ کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ چونکہ صحابہ و تابعین کے تفسیر بالرائے کے سلسلہ میں دو گروہ تھے۔ لہذا آپ کا تعلق مجوزین کی جماعت سے تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ کسی بدعت کو رواج دینے والے نہیں تھے۔ کہ جس کی طرف اپنی تفسیر سے بلا تے۔ لہذا تفسیر بالرائے میں کچھ حرج نہیں۔ اور تفسیر بالرائے کن قیود کے ساتھ جائز ہے۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے۔

آپ سے عبدالرحمن بن زید اور امام مالک نے علم تفسیر حاصل کیا۔

آپ کا وصال ۱۳۶ھ میں ہوا۔

## عراق میں علم تفسیر کا مدرسہ

عراق میں تفسیر کا مدرسہ اس وقت قائم ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود وہاں تشریف لے گئے، اگرچہ وہاں دوسرے صحابہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اولیت کا سہرا آپ کے سر ہے۔ آپ کو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ معلم وزیر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت عمار کوفہ کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہذا اہل کوفہ آپ کی خدمت میں حصول علم کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

اہل عراق آگے چل کر اہل رائے سے مشہور ہوئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کو جہاں قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کسی مسئلہ میں نہیں ملیں تو انہوں نے اجتہاد و قیاس سے مسائل کا استنباط کیا۔ دراصل اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود نے رکھی۔ اور پھر آپ ہی سے اہل عراق نے یہ طریقہ حاصل کیا۔ اسی طرح تفسیر قرآن میں بھی رائے اور قیاس سے کام لیا جانے لگا۔ اور مسائل خلاف شرعیہ کا استنباط اسی انداز سے ہوا۔ علم تفسیر میں بہت سے تابعین عراق نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ لیکن ان میں جن حضرات کو شہرت حاصل ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

علقمہ بن قیس، مسروق، اسود بن یزید، مرہ ہمدانی، عامر شعمی، حسن بصری، قتادہ بن

دعا یہ سدوسی۔

## حضرت علقمہ بن قیس

آپ علقمہ بن قیس بن عبد بن مالک نخعی کوفی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ حضرت ابن مسعود کے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور آپ کے علم کے سب سے بڑے عالم تھے۔

عثمان بن سعید کہتے ہیں: میں نے ابن معین سے کہا: آپ کے نزدیک علقمہ زیادہ پسندیدہ ہیں یا عبیدہ۔ تو آپ نے کسی کو ترجیح نہیں دی۔

پھر عثمان نے خود ہی کہا۔ دونوں ثقہ میں اور علقمہ اعلم تھے۔

ابوشنی کہتے ہیں: کوئی اگر حضرت ابن مسعود کا دیدار نہ کر سکا اور علقمہ سے شرف ملاقات اس نے حاصل کر لیا تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کہ علقمہ چال ڈھال میں حضرت ابن مسعود سے بہت مشابہ تھے۔

داؤد بن ابو ہند کہتے ہیں: میں نے امام شعبہ سے کہا: مجھے حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں کسی کی نشاندہی کیجئے۔ فرمایا: علقمہ سب سے زیادہ منظور نظر تھے۔

عبد بن یزید کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود نے خود فرمایا: علقمہ میری قرأت اور میرے علم کے وارث اور حامل ہیں۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود کے تلامذہ جو لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے چھ حضرات تھے۔ اور پھر علقمہ کا نام سب سے پہلے ذکر فرمایا۔

امام احمد نے آپ کو اہل خیر اور صلاح میں شمار فرمایا۔

مرہ ہمدانی نے علمائے ربانیین میں داخل مانا۔

خلاصہ یہ کہ ورع و احتیاط و صلاح و فلاح میں آپ کا پایا بلند تھا۔ اصحاب ستہ نے آپ

سے تخریج احادیث کی۔

۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ وقت وصال ۹۰ سال عمر مبارک تھی۔

## حضرت مسروق

آپ کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ مسروق بن اجدع بن مالک بن امیہ ہمدانی کوئی ہیں، عابد کے لقب سے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نے آپ کا نام پوچھا تو آپ نے جواب دیا، میرا نام مسروق بن اجدع ہے۔ فاروق اعظم نے فرمایا: اجدع شیطان کو کہتے ہیں۔ تم مسروق بن عبدالرحمن ہو۔

آپ خلفائے اربعہ، ابن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود کے اعظم تلامذہ میں تھے۔ اپنے علم اور تقویٰ اور عدالت میں مشہور ہوئے، شرح قاضی کوفہ مشکل مسائل میں آپ سے مشورہ کرتے۔

مالک بن مغول کہتے ہیں: میں نے ابو سفر کو بارہا کہتے سنا کہ ہمدانی عورتوں نے مسروق جیسا نہیں جنا۔

امام شعبی نے فرمایا: میں نے مسروق جیسا طالب علم نہیں دیکھا۔

ابن مدنی کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں سب سے پہلے شاگرد آپ ہیں، حضرت مسروق خود فرماتے ہیں: میں صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھا۔ میں نے ان کو دریا کے مثل پایا ایسا دریا جو کبھی ایک شخص کو سیراب کرتا ہے اور کبھی دو کو اور کبھی دس کو اور کبھی سو کو حتیٰ کہ اگر تمام اہل زمیں بھی اس کے پاس جائیں تو سب سیراب ہو جائیں۔

آپ علم تفسیر کے امام اور عظیم عالم تھے اور کتاب اللہ کے معانی اور مطالب سے خوب خوب آگاہ۔ خود فرتے ہیں کہ میں نے علم تفسیر اپنے استاد سے حاصل کیا۔ آپ ایک سورۃ تلاوت کرتے اور اس کی تفسیر میں پورے دن احادیث بیان کرتے اور تفسیر فرتے۔ ائمہ محدثین اور اصحاب جرح و تعدیل کے یہاں آپ کی شخصیت مسلم ہے۔

ثقہ ہیں اور ان جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا کہ یہ کیسے

ہیں۔

ابن سعید نے ان کی احادیث کو صالح الاحتجاج بتایا اور ان کو ثقہ کہا۔

ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج احادیث کی۔ ابو اسحاق سے امام شعبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسروق نے ایک مرتبہ حج کیا تو سجدہ کے علاوہ کبھی نہیں سوئے۔

آپ کا وصال ۶۳ھ میں ہوا۔

## حضرت اسود بن یزید

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ اسود بن یزید بن قیس نخعی ہیں۔ کبار تالبعین سے ہیں

اور حضرت ابن مسعود کے ارشد تلامذہ میں گنے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضیٰ، حذیفہ اور بلال وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ثقہ اور صالح تھے اور کتاب اللہ کے عظیم عالم۔ امام احمد بن حنبل نے آپ کو ثقہ کہا اور اہل خیر میں شمار کیا۔ یحییٰ بن معین ثقہ کہتے ہیں۔

ابن سعید ثقہ کہتے اور آپ کی مرویات کو صالح الاحتجاج قرار دیتے۔ حکم کہتے کہ آپ صائم الدبر رہتے۔ حتیٰ کہ کثیر صوم کی باعث آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

امام نخعی نے حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں مسند افتاء کی زینت قرار دیا۔

ابن حبان نے ثقات میں آپ کو زاہد و فقیہ قرار دیا۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے

تخریج کی۔ آپ کا وصال ۷۴ھ میں ہوا۔

## حضرت مرہ ہمدانی

آپ کی کنیت ابو اسمعیل ہے۔ مرہ بن شراحیل ہمدانی کوفی ہیں۔ عابد، مرہ طیب، اور

مرہ خیر کے لقب سے ملقب تھے۔ یہ القاب آپ کو عبادت میں انہماک اور غایت تقویٰ کے سبب دیئے گئے تھے۔

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضیٰ، ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتے

ہیں۔

آپ سے امام عامر شعمی اور دیگر ساتھیوں نے روایت کی ہے۔ امام ابن معین اور امام عجللی آپ کی توصیف کرتے ہیں۔ اصحاب ستہ نے آپ سے روایت کی۔

حارث غنوی کہتے ہیں: آپ اس کثرت سے سجدہ ریز رہتے۔ کہ مٹی کے گہرے اور واضح نشانات چہرہ سے ظاہر ہوتے تھے۔ ہر دن چھ سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ ۶۷۶ھ میں وصال ہوا۔

## حضرت عامر شعمی

آپ کی کنیت ابو عمرو ہے۔ عامر بن شراحبیل شعمی حمیری کوفی اور جلیل القدر تابعی ہیں، کوفہ کے قاضی رہے۔

حضرت فاروق اعظم، علی مرتضیٰ اور ابن مسعود سے روایت تو کرتے ہیں لیکن سماعت حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ، ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ خود فرماتے تھے: میں نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا۔

امام عجللی فرماتے ہیں: آپ نے اڑتالیس صحابہ سے سماعت حدیث کی۔ عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں: حضرت ابن عمر امام شعمی کے پاس سے گزرے تو آپ مغازی بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں قوم کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ یہ بلاشبہ اس فن کے بڑے حافظ و عالم ہیں۔

مکحولی کہتے ہیں: میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ ابن عیینہ کہتے تھے: لوگ کہتے ہیں: ابن عباس۔ شعمی۔ ثوری۔ اور ابن شبرہ اپنے اپنے زمانہ میں فرید عصر تھے۔

نیز کہتے تھے کہ میں نے امام شعمی کو خود فرماتے سنا کہ میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر نہیں لکھا۔ اور جب بھی کسی نے کوئی حدیث بیان کی مجھے حفظ ہوگئی۔ کہ میں نے کبھی اس کی تکرار نہیں کی۔

ابن معین اور ابو زرعد وغیرہما ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ شعمی ثقہ ہیں۔

ابن حبان نے ثقات میں آپ کو فقیہ و شاعر لکھا۔

ابو جعفر طبری نے طبقات فقہاء میں فرمایا: آپ ادب، فقہ اور دیگر علوم میں ممتاز تھے۔  
ابن ابی خنیس نے ابو حصین سے روایت کی کہ میں نے ان سے بڑا عالم کسی کو نہ دیکھا۔  
اس پر ابو بکر عیاش نے کہا۔ کیا امام شریح بھی نہیں۔ فرمایا۔ کیا تم سمجھتے ہو میں جھوٹ بول  
رہا ہوں۔ ہاں سنو میں نے امام شعیبی سے بڑا عالم ان کو بھی نہیں پایا۔  
ابو اسحاق کہتے ہیں: وہ علوم و فنون میں وحید عصر تھے۔

سلیمان بن ابی مجلز کہتے ہیں: میں نے شعیبی سے بڑا فقیہ نہ سعید بن مسیب کو دیکھا اور نہ  
طاؤس و عطا کو اور نہ حسن بصری و ابن سیرین کو۔

ابو بکر ہذل کہتے ہیں: مجھ سے ابن سیرین نے فرمایا: امام شعیبی کے حلقہ درس کو نہ چھوڑنا  
کہ میں نے خود دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھنے لوگ اس زمانہ میں بھی آتے تھے جب کہ صحابہ  
کرام کثرت سے موجود تھے۔ پھر فرماتے:

میں کوفہ آیا تو امام شعیبی کا ایک حلقہ درس تھا۔ جب کہ وہاں صحابہ بھی کافی تعداد میں  
موجود تھے۔

عاصم کہتے ہیں: میں نے علم حدیث میں اہل کوفہ و بصرہ اور اہل حجاز سے کسی کو آپ کا ہم  
پلہ نہیں دیکھا۔

اہل علم کی یہ تمام شہادتیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ مختلف علوم و فنون میں ید  
طولی رکھتے تھے۔ خواہ وہ حدیث و تفسیر ہو یا فقہ و شعر۔

جب صحابہ کے زمانہ اقدس میں ان کے فتویٰ پر لوگ پر اعتماد کرتے اور اہل علم ان کی علمی  
مجلس میں حاضر ہوتے تو پھر اس سے بڑھ کر ان کی علمی جلالت پر اور کس شہادت کی ضرورت  
ہے۔ لہذا بلاشبہ وہ اپنے اقران و امصار میں عظیم مقام کے حامل تھے۔ ان تمام فضائل و کمالات  
کے باوجود وہ علم تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے۔ سلف سے جب تک کوئی روایت نہیں ملتی  
اس وقت تک توقف فرماتے۔ ہاں علم و فضل یہ ان کی غایت احتیاط تھی۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تین چیزوں کے بارے  
میں اپنے طور سے کچھ نہیں کہوں گا حتیٰ کہ میری موت آجائے۔ یعنی قرآن، روح اور رائے۔ اسی

لئے آپ ان ائمہ سے خوش نہیں رہتے تھے جو تفسیر میں اپنی رائے سے کام لیتے۔ حالانکہ وہ کوتاہ علم اور قاصر نظر ہوتے۔

آپ کی سنہ ولادت و وصال میں بہت اختلاف ہے۔ اور قول مشہور یہ ہے کہ ۲۰ھ میں ولادت اور ۱۰۹ھ میں وصال ہوا۔

## حضرت حسن بصری

آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ حسن بن ابی الحسن یسار بصری ہیں اور انصار کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ خیرہ ام المؤمنین ام سلمہ کی باندی تھیں۔

آپ کی ولادت دور فاروقی میں یعنی ۲۳ یا ۲۴ ہجری میں ہوئی۔

آپ کو وعظ و تقریر میں کمال حاصل تھا۔ نہایت فصیح و بلیغ اور زبد و ورع میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کے جملے دلوں میں گھر کر جاتے اور سامعین خوب خوب مستفیض ہوتے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول کے عظیم عالم، حلال و حرام کے مسائل میں امتیازی شان کے مالک، خلق کثیر نے آپ کی جلالت شان کی گواہی دی۔ حضرت انس بن مالک صحابی رسول اور خادم حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے

ہیں:

حسن سے پوچھو کہ علوم و معارف ان کو محفوظ ہیں اور ہم ضعف پیری کی وجہ سے بھول

گئے۔

مطربن وراق کہتے: جابر بن زید بصرہ کی عظیم شخصیت تھے لیکن جب حسن بصری مسند علم و فضل پر نمودار ہوئے تو گویا پردہ غیب اور عالم آخرت سے ایک شخص ظاہر ہوا کہ وہاں کے چشم دید مناظر بیان کرتا ہے۔

سلیمان تیمی کہتے: حسن بصرہ کے شیخ و امام ہیں۔

ابوعوانہ نے قتادہ سے روایت کی۔ کہ میں کبھی کسی فقیہ کی بارگاہ میں نہیں بیٹھا مگر حسن کو

بکر مزی کتے تھے: جس کو یہ بات اچھی لگے کہ میں اس زمانے کے بڑے عالم کو دیکھوں تو وہ حسن بصری کو دیکھے۔ ہم نے کسی کو ان سے بڑا عالم نہیں پایا۔

حجاج بن ارطاة کہتے ہیں: میں نے عطاء ابن ابی رباح سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کبھی حسن بصری کی درس گاہ نہ چھوڑنا۔ وہ عظیم امام و متقدم ہیں۔

امام باقر کی خدمت میں جب بھی آپ کا ذکر ہوتا تو فرماتے: ان کا کلام تو انبیاء کے کلام کے مشابہ ہوتا ہے۔

ابن سعد آپ کو عالم و فقیہ، جامع و رفیع، ثقہ و مامون، عابد و زاہد، وجیہ و جمیل اور کثیر العلم جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

حماد بن مسلم نے حمید سے روایت کی کہ میں نے حسن بصری کے رو برو قرآن عظیم کی تلاوت کی تو آپ نے قدر و قضاء کے اثبات میں تفسیر فرمائی اور ارشاد فرمایا: جو تقدیر کا انکار کرے کافر ہے۔

اصحاب ستہ نے آپ سے روایت کی۔

۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔

## حضرت قتادہ

آپ کی کنیت ابو الخطاب ہے۔ قتادہ بن دعامہ سدوسی ہیں اور عربی الاصل۔ بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت انس، ابو الطفیل، دونوں صحابیوں سے روایت کی، ان کے علاوہ تابعین میں ابن سیرین، عکرمہ، عطاء وغیرہم سے علم حدیث حاصل کیا۔

آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ عربی شعر کی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ ایام عرب اور انساب قبیلہائے عرب کی خوب خوب معلومات حاصل تھیں۔ عربی لغت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

آپ کے حافظہ کی قوت پر وہ واقعہ دلالت کرتا ہے جس کو سلام بن مسکین نے عمرو بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیب کے پاس آئے تو ابن مسیب نے آپ

سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ سعید بن مسیب نے فرمایا: جو سوالات آپ نے کئے ہیں کیا وہ سب آپ نے اپنی یادداشت اور حفظ و ضبط ہی سے کئے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب اور ابن سیرین آپ کے حفظ و ضبط کی گواہی دیتے ہیں حتیٰ کہ سعید نے فرمایا: میرے پاس عراقیوں میں کوئی قتادہ سے بہتر نہیں آیا۔  
معمر نے امام زہری سے کہا:

آپ کے نزدیک قتادہ اعلم ہے یا مکحول۔ آپ نے جواب دیا بلکہ قتادہ۔

ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو آپ کا ذکر جمیل نہایت شرح و بسط سے کرتے دیکھا، آپ کے علم و فقہت، تفسیر اور اختلافی مسائل میں معرفت، اور حفظ و ضبط کی تعریف فرماتے اور کہتے: ان پر جن کو تقدم حاصل ہو وہ کم ہی ہیں۔

آپ کا وصال ۱۷۱ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ سال سے متجاوز تھی۔  
تابعین عظام میں یہ چند مشہور مفسرین کا تذکرہ تھا، انھوں نے اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے اقوال سے ہی تفسیر کی البتہ بعض نے حسب ضرورت اہل کتاب کے اقوال کے طرف بھی مراجعت فرمائی لیکن اسی حد تک جو ممنوع نہیں تھے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ تو وہ ان کے اجتہاد ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو علم عظیم اور فہم سلیم کی دولت سے نوازا تھا کہ ان کا زمانہ اقدس حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب تھا۔ اور بالمشافہ انھوں نے صحابہ سے اکتساب علم کیا تھا۔ پھر یہ کہ ان کو زبان عربی میں عبور اور خالص عربی میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ لہذا وہ کوتاہیاں جو بعد میں رونما ہوئیں ان سے وہ یکسر پاک تھے۔  
اس لئے ان کی تفسیر پر بعد کے علماء نے اعتماد کیا اور خوب خوب عام کیا۔

## اس دور کی تفسیر کا مقام و مرتبہ

علمائے کرام اس سلسلہ میں مختلف ہیں، کہ اگر کسی آیت کی تفسیر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے منقول نہ ہو تو کیا تابعین کی جانب رجوع کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔  
امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسی تفسیر مقبول ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ غیر مقبول۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان حضرات کی

تفسیر مقبول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اپنایا۔ اس لئے کہ تابعین نے اکثر تفسیری روایات صحابہ ہی سے اخذ فرمائیں۔

مثلاً امام مجاہد فرماتے ہیں:

کہ میں نے قرآن عظیم کو از اول تا آخر حضرت ابن عباس پر تین مرتبہ پیش کیا۔ ہر آیت پر پڑھتا اور اس کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ ہر آیت کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ میں نے آپ سے ضرور سنا۔

اسی لئے تابعین کے اقوال اکثر مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمائے اور ان پر اعتماد کیا۔

انصافاً اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ ائمہ تابعین کے انہی اقوال پر عمل واجب جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ ہاں اگر ان کا کسی قول اور رائے پر اجماع منعقد ہو چکا تو پھر اس سے عدول جائز نہیں۔ اس زمانہ میں بھی تفسیر میں اختلاف قیام ہی رہا۔

پھر ان کے بعد وہ دور آیا جس میں علوم ادبیہ اور علوم عقلیہ کی تدوین ہوئی، اختلافات کلامیہ و فقہیہ نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی۔ لہذا اختلافات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا جس کا اثر علم تفسیر پر بھی پڑا۔

## تدوین اور مرحلہ

یہ مرحلہ عہد اموی کے اواخر اور عباسی عہد کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے علم تفسیر اکثر بطور روایت رہا۔ صحابہ کرام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے، جیسے کہ ان کی روایت آپس میں بھی ایک دوسرے سے رہی۔ یوں ہی تابعین کے دور میں، کہ یہ حضرات صحابہ سے روایت کرتے یا آپس میں۔ بہر حال اس زمانہ میں اس علم تفسیر کی بطور فن تدوین و ترتیب نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے بعد تین طریقوں سے اس علم کی اشاعت ہوئی

پہلا طریقہ :- صحابہ و تابعین کے بعد علم تفسیر نے دوسرا رخ اختیار کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب باقاعدہ علم حدیث مدون ہوا۔ اس کے مختلف ابواب قائم ہوئے۔ انہیں میں ایک باب

تفسیر بھی ہوتا تھا۔ لہذا علم تفسیر کے لئے علیحدہ کوئی کتاب معرض وجود میں نہ آئی جو تمام سورو آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتی۔ یعنی کچھ علم تفسیر سینوں میں رہا اور کچھ سفینوں کی طرف منتقل ہوا۔ لہذا جن ائمہ حدیث و تفسیر نے مختلف شہروں کا دورہ کر کے علم حدیث کو مدون کیا انہیں نے کتب حدیث کے مختلف ابواب میں ایک باب تفسیر بھی قائم کیا اور اس میں احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ و تابعین ذکر کئے۔ ان میں بعض ائمہ کے اسماء یہ ہیں۔

یزید بن حارون سلمی	متوفی	۱۱۷ھ
شعبہ بن حجاج	//	۱۶۰ھ
وکیع بن الجراح	//	۱۹۷ھ
سفیان بن عیینہ	//	۱۹۸ھ
روح بن عبادہ بصری	//	۲۰۵ھ
عبدالرزاق بن ہمام	//	۲۱۱ھ
آدم بن ایاس	//	۲۲۰ھ
عبد بن حمید	//	۲۴۹ھ

لہذا اس وقت تک کوئی مستقل کتاب علیحدہ مکمل تفسیر قرآن کی شکل میں نہیں لکھی گئی۔

(۷)

## دوسرا طریقہ

اس کے بعد علم تفسیر نے مستقل علم کی حیثیت اختیار کر لی اور ائمہ کرام نے پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ ان میں بعض حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ابن ماجہ	متوفی	۳۷۲ھ
ابن جریر طبری	//	۳۱۰ھ
ابوبکر بن منذر نیشاپوری	//	۳۱۸ھ
ابن ابی حاتم	//	۳۲۷ھ
ابو شیخ ابن حبان	//	۳۶۹ھ

حاکم

۵۴۰۵ //

ابوبکر بن مردویہ

۵۴۱۰ //

ان تمام تفاسیر میں مکمل سندوں کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ و تابعین و تبع تابعین نقل کئے گئے۔ ان تفسیروں کا اکثر حصہ احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔ البتہ تفسیر ابن جریر میں اتنا اضافہ ضرور ہے کہ متعدد اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہات پیش کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح بھی دیتے ہیں۔ اور بھی بوقت ضرورت الفاظ کے اعراب اور استنباط احکام کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں۔

اس دور میں تفسیر پر مستقل کتاب لکھنے کا مطالبہ نہیں تھا کہ پہلے طے متروک قرار دے دئے گئے بلکہ محدثین کی کتابوں کا وہ باب بہ طور قائم رہا جس پر حدیث کی بہت سی کتابیں آج بھی گواہ ہیں جو اس زمانہ میں ہی لکھی گئیں۔ ہاں اس زمانہ سے اتنا اضافہ ضرور ہوا کہ بالاستیعاب پورے قرآن کی مستقل تفاسیر لکھی جانے لگیں۔ اور تفسیر ماثور سے مشہور ہوئیں۔ زیادہ شہرت ان کتابوں کو ملی۔

۵۴۱۰	متوفی	ابوجعفر محمد بن جریر طبری	جامع البیان فی تفسیر القرآن
۵۴۴۳	//	ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	بحر العلوم
۵۴۲۷	//	ابواحق احمد بن ابراہیم شعبی	الکشف والبیان
۵۵۱۰	//	ابومحمد حسین بن مسعود بغوی	معالم التنزیل
۵۵۴۶	//	ابومحمد عبدالحق بن غالب اندلسی	المحرر الوجیز
۵۷۷۴	//	ابوالفدا اسمعیل بن شیبہ مشقی	تفسیر القرآن
۵۸۷۶	//	ابوزید عبد الرحمن بن محمد شعبی	الجواہر الحسان
۵۹۱۱	//	ابوالفضل عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	الدر الممشور

لہذا مذکورہ ترتیب پر ان تفاسیر اور ان کے مصنفین کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جن سے

ان کا مقام و مرتبہ متعین کیا جاسکے۔

تفسیر ماثور کی مشہور کتاب

## جامع البیان

اس کتاب کے مصنف امام طبری ہیں۔ کنیت ابو جعفر ہے۔ نام و نسب محمد بن جریر بن کثیر بن غالب طبری ہے۔ امام جلیل الشان اور مجتہد مطلق ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف، طبرستان کے شہر آمل کے باشندے تھے۔

آپ کی ولادت ۲۲۴ھ میں ہوئی۔ ۱۲ سال کی عمر میں اپنے شہر سے سفر شروع کیا اور مختلف بلاد اسلامیہ مثلاً مصر و شام و عراق گئے اور بغداد میں اقامت گزری ہوئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔

## علم و فضل

ابن جریر ائمہ اعلام سے ایک تھے، محکم قول اور صائب رائے کے مالک تھے۔ اپنے علوم و معارف میں ہم عصروں سے ممتاز۔ چنانچہ آپ کتاب اللہ کے حافظ ہونے کے ساتھ معانی قرآن کے عارف اور مطالب قرآنی میں بصیرت بھی رکھتے تھے۔ احادیث اور اس کے طرق کے عالم تھے، صحیح اور غیر صحیح احادیث کی خوب معرفت رکھتے تھے، اور ناسخ و منسوخ کا بخوبی علم تھا۔ صحابہ و تابعین اور اپنے دور کے ائمہ اعلام کے اقوال سے آگاہ اور حلال و حرام کی معرفت رکھتے تھے، علم تاریخ میں مہارت حاصل تھی۔

ابو العباس بن شریح کہتے تھے۔ ابن جریر فقیہ و عالم تھے۔ بہت سے علوم میں سبقت لے گئے، مثلاً علم قرأت و تاریخ، علم تفسیر و حدیث، اور علم فقہ۔ ہر علم میں ان کی تصانیف موجود ہیں جو ان کی جودت طبع اور استحضر علمی پر دال ہیں۔

آپ کی اہم تصانیف سے کتاب التفسیر جس کا یہاں تعارف مقصود ہے۔ کتاب التاریخ جو تاریخ امم و ملوک اور تاریخ طبری سے مشہور ہے۔ کتاب القرأت۔ کتاب اختلاف العلماء۔ تاریخ الرجال من الصحابة و التابعین۔ کتاب احکام شرائع الاسلام۔ کتاب التبصرہ فی اصول الدین۔ وغیرہا۔

ابن جریر کی عصر حاضر میں صرف دو کتابیں باقی رہیں اور باقی امتداد زمانہ کی دبیز تہوں

میں دب لگیں۔ ایک تفسیر جامع البیان۔ دوسری تاریخ طبری۔

علم تفسیر میں آپ کی یہ کتاب ماخذ کا درجہ رکھتی ہے جس طرح تاریخ میں آپ کی تصنیف کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں: آپ ائمہ مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں، کسی کے مقلد نہیں تھے۔ شیخ ابواسحاق شیرازی نے مجتہدین فقہاء کے طبقات میں ذکر کیا۔ آپ کا مذہب فقہی مشہور تھا اور آپ کے تبعین نے اس مذہب کا نام جریر یہ رکھا۔ لیکن یہ مذہب زیادہ زمانہ تک باقی نہ رہا جیسے اور بہت سے مذاہب منظر عام پر آئے اور روپوش ہو گئے۔

ابن سبکی نے طبقات کثیر میں خود ابن جریر کا قول ذکر کیا ہے کہ میں نے فقہ شافعی کو رواج دیا اور دس سال تک بغداد میں آپ کے مذہب کے مطابق ہی فتویٰ دیتا رہا۔

امام سیوطی نے طبقات المفسرین میں فرمایا: کہ یہ اول شافعی تھے پھر مستقل مذہب کی بنیاد رکھی اور آپ کے بہت تبعین و متقدمین ہوئے۔

صاحب لسان المیزان نے ذکر کیا:

کہ آپ ائمہ و صدوق ہیں۔ البتہ تشیع کی طرف مائل تھے لیکن آپ کا تشیع مولات تھا کہ اہل بیت سے غایت محبت رکھتے تھے۔

البتہ احمد بن علی سلیمانی نے آپ کو رافضی لکھا ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ بلکہ آپ اکابر ائمہ اسلام و معتمدین سے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ سلیمانی نے جسکو رافضی کہا ہے وہ یہ نہ ہوں بلکہ آپ کا ہمنام محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی ہو کہ دونوں کے نام اور ولدیت کے ساتھ وطن کی نسبت میں بھی اتحاد ہے۔ اور یہ واقعی رافضی تھا۔ لہذا عین ممکن ہے کہ ان کے مراد یہ ہی ہو کیونکہ سلیمانی خود حافظ و متقن ہیں۔ لہذا ایسا صریح بہتان ایسے جلیل القدر امام پر لگانا ان کی شان سے بعید ہے۔

## تفسیر جامع البیان کا مقام

آپ کی یہ تفسیر کتب تفاسیر میں نہایت اہم اور مشہور ہے۔ احادیث و آثار کے ذریعہ تفاسیر میں مفسرین کے درمیان ماخذ کا درجہ اس کو حاصل ہے۔ آپ کی اس تفسیر میں استنباط مسائل،

توجیہ اقوال اور بعض کو بعض پر ترجیح سب کچھ موجود ہے حتیٰ کہ تفسیر عقلی میں بھی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ تیس اجزاء میں سولہ مجلدات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے اور علماء اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: آپ کی یہ تفسیر نہایت عظیم و جلیل ہے۔ توجیہ اقوال، اعراب و استنباط اور ترجیح میں متقدموں کی تفاسیر پر فوقیت رکھتی ہے۔  
امام نووی نے فرمایا:

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر جیسی کوئی دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی۔  
ابو حامد اسفرائینی کہتے ہیں:

اگر کوئی دور دراز کا سفر کر کے علم تفسیر حاصل کرے پھر بھی وہ اس کتاب پر کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکتا۔

اور ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھا کہ جو تفاسیر اس وقت متداول ہیں ان میں اس کا مقام یہ ہے کہ سب سے زیادہ صحیح ہے، مصنف اقوال سلف صحیح سندوں سے ذکر کرتے ہیں، نہ اس میں بدعت کو دخل ہے اور نہ ایسے رواۃ کی سند لاتے ہیں جو متہم ہوں۔  
صاحب لسان المیزان کہتے ہیں:

ابن خزیمہ نے آپ کی یہ تفسیر ابن خالو یہ سے مستعار لی اور چند سال اس کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ اس کے بعد فرمایا: میں نے اس کو از اول تا آخر پڑھا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے نزدیک روئے زمیں پر ابن جریر سے زیادہ علم تفسیر جاننے والا کوئی دوسرا نہیں۔  
ان تمام اقوال اور شہادتوں سے واضح ہو گیا کہ ابن جریر کو علم تفسیر میں علم غزیر حاصل تھا، کہتے ہیں آپ نے یہ تفسیر موجودہ متداول مجلدات سے دس گنی ضخیم لکھی تھی۔  
ابن سبکی نے طبقات کبریٰ میں ذکر کیا:

کہ ابن جریر نے اپنے تلامذہ سے فرمایا: کیا تم میری تفسیر قرآن سے خوش ہو۔ بولے اس کی ضخامت کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا: تیس ہزار اوراق۔ شاگردوں نے عرض کیا: اس کو پڑھتے پڑھتے تو عمریں تمام ہو جائیں گی لیکن کتاب ختم نہیں، چنانچہ آپ نے اس کو مختصہ کیا اور نو

حصے حذف کر کے صرف ایک حصہ باقی رکھا یعنی تیس ہزار اوراق سے کل تین ہزار ورق۔

ایسا ہی آپ نے اپنی تاریخ طبری کے بارے میں فرمایا تھا اور اس کی بھی نخامت اسی قدر تھی۔ لہذا تلامذہ کی خواہش میں آپ نے اس کے بھی نو حصے حذف کر دیئے اور فرمایا: انا للہ ہمتیں کتنی پست ہو گئیں۔

آپ نے یہ کتاب سات سال کی مدت میں اپنے تلامذہ کو املا کرائی یعنی ۲۸۳ھ سے ۲۹۰ھ تک۔ آپ کا وصال ۳۱۰ھ میں ہوا۔

## تفسیر بحر العلوم سمرقندی

اس کتاب کے مصنف ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی ہیں۔ حنفی فقیہ تھے اور امام الہدی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابو جعفر بندوانی سے فقہ حاصل کیا۔ بہت سے مفید اقوال اور اہم تصانیف سے مشہور ہوئے۔

آپ کی اہم تصانیف میں تفسیر قرآن ہے جس کا نام آپ نے بحر العلوم رکھا، لیکن تفسیر سمرقندی سے مشہور ہوئی۔

دوسری کتابیں انوار فی الفقہ، خزائن الفقہ، تنبیہ الغافلین ہیں۔ آپ کا وصال ۳۷۳ھ میں ہوا۔

## تفسیر بحر العلوم کا مقام

کتاب کی اہمیت۔ کشف الظنون میں ہے: کہ یہ کتاب نہایت مفید و لطیف ہے۔ شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے اس کی احادیث کی تخریج ۸۵۴ھ میں کی۔ یہ کتاب تین ضخیم جلدوں میں لکھی گئی اور مصری کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس تفسیر میں مصنف سلف سے منقول روایات لاتے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال ذکر کرتے ہیں لیکن سندوں کا ذکر بسا اوقات نہیں کرتے۔ جب مختلف روایات اور اقوال ذکر کرتے ہیں تو نہ ان میں بعض کو ترجیح دیتے ہیں اور نہ ان پر کس طرح کی جرح کرتے ہیں جس طرح ابن جریر کا معمول ہے۔

بھی اختلاف قرأت کا ذکر بھی کرتے ہیں اور بھی لغات عربیہ سے بھی تائید لاتے ہیں۔ اور ایک خاص طریقہ یہ بھی اپنایا ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں۔ قصص و واقعات میں کسی راوی کی روایتیں ذکر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر اقوال کو قال بعضہم کذا۔ سے ذکر کر کے چھوڑ دیتے ہیں کسی کا نام نہیں لیتے۔ کہیں بظاہر آیات پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں تو ان کو معترض و جواب ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب تفاسیر میں اہمیت کی حامل ہے اور روایت و درایت دونوں کو جامع ہے لیکن روایت غالب ہے اس لئے تفسیر ماثور میں اس کا شمار ہے۔

## الکشف البیان عن تفسیر القرآن للعلی

اس کتاب کے مصنف ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری ہیں۔ آپ مقرر مفسر حافظ و اعظمتھے اور علوم عربیہ میں کمال حاصل تھا۔

ابن خلکان نے آپ کو علم تفسیر میں وحید الدہر مانا اور آپ کی تفسیر کو دیگر تفاسیر پر فوقیت دی۔

معجم الادباء میں مصنف اور تفسیر دونوں کی خوب خوب تعریف کی ہے۔ آپ نے دوسری کتابیں بھی تصنیف کیں ان میں کتاب العرائس فی قصص الانبیاء نہایت ہی عظیم کتاب ہے۔ سمعانی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ آپ کو ثعلبی اور ثعلابی دونوں کہا جاتا ہے اور یہ آپ کا لقب ہے نسب نہیں۔

تاریخ نیشاپور میں عبدالغفار بن اسمعیل فارسی نے آپ کی تعریف کی ہے اور آپ کی توثیق و صحیح بھی فرمائی ہے۔ آپ ابوطاہر بن خزیمہ اور امام ابو بکر بن مہران مقری کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے علم تفسیر حاصل کرنے والوں میں امام ابو الحسن واحدی سرفہرست ہیں اور اپنے استاذ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کو علم حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا اور آپ کے اساتذہ کی فہرست بھی نہایت طویل ہے۔ آپ کا وصال ۴۲۷ھ میں ہوا۔ فرحمہ اللہ و ارضاءہ۔

## فن تفسیر میں کتاب کا مقام

آپ نے شروع کتاب میں علم تفسیر پر ایک مقدمہ لکھا ہے اور اس میں اپنی کتاب کا طریقہ تصنیف واضح کیا ہے۔

کہتے ہیں: میں نے تمام علوم سے علم تفسیر کو اس لئے منتخب کیا کہ یہ تمام علوم دیدیہ کی اساس ہے، اس کے ذریعہ ہی آدمی اندھیروں سے اجالوں کی طرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔ افضل و مفضل، قدیم و جدید، بدعت و سنت اور حجت و شکوک و شبہات کے درمیان امتیاز قائم کیا۔ ان تمام چیزوں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ تفسیر قرآن کے دوران میں نے مفسرین کو مختلف طریقوں پر پایا۔

ایک فرقہ اہل بدعت و ہواء کا ہے، جیسے جبائی اور رمانی۔

ایک جماعت نے تفسیر تو خوب کی لیکن اہل بدعت کے اقوال کو سلف صالحین کے اقوال سے خلط ملط کر دیا جیسے ابو بکر قتال۔

ایک گروہ نے روایت و نقل پر اقتصار کیا لیکن درایت و نقد سے کام نہ لیا۔ جیسے ابو یعقوب حنظلی۔

ایک طبقہ ان مفسرین کا ہے جنہوں نے سند و روایت کو حذف کیا اور کتابوں سے روایتیں نقل کیں جن میں ہر طرح کی روایتیں ہیں۔

ایک جماعت ان مفسرین کی بھی ہے جنہوں نے تمام چیزوں کا احاطہ کیا اور اپنی تصانیف کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی مگر ان کی کتابیں کثرت طرق و روایات کے باعث طویل ہو گئیں جیسے ابن جریر وغیرہ۔

اور ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنہوں نے محض تفسیر کی۔ نہ احکام بیان کئے اور نہ مشکل مقامات کا حل۔ نہ معترضین کے جوابات دیئے اور نہ اہل زلیغ و کج فہموں کا رد و ابطال کیا۔ جیسے مشائخ سلف میں مجاہد، سدی، کلبی۔

پھر اپنی کتاب کی مندرجات چودہ وجوہ پر ذکر کئے ہیں

اول کتاب میں سلف تک اپنی سند ذکر کی ہے اور پھر درمیان کتاب میں کسی روایت میں سند نہ ذکر کر کے اول ہی پر اکتفاء کر لیا ہے۔

اس کتاب میں قصص و واقعات کثرت سے ذکر ہوئے ہیں، بسا اوقات فضائل قرآن و سور میں موضوع روایات بھی ذکر کر دی ہیں جو دراصل اسرائیلی روایات ہیں اور ان کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ اور بعض شیعہ روایات بھی حضرت علی مرتضیٰ اور اہل بیت کی طرف منسوب ہیں،

## معالم التنزیل للبعغوی

اس کتاب کے مصنف ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد ہیں جو امام فراء بعغوی سے مشہور ہیں۔ فقہ شافعی اور محدث و مفسر تھے۔ محی السنۃ اور رکن دین آپ کا لقب ہے۔

آپ نے قاضی حسین سے حدیث و فقہ حاصل کیا۔ نہایت ہی پاک باز متقی و زاہد اور قانع تھے، باوجود رسگاہ میں شریک ہوتے۔ بغیر سالن تنہا روٹی پر اکتفاء فرماتے، آخر عمر میں زیتون کے تیل سے روٹی استعمال کرنے لگے تھے۔

۵۱۰ھ میں مقام مرو میں وصال ہوا، ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔ اپنے استاذ کے پہلو میں مقبرۃ طالقانی میں دفن ہوئے۔

## علم و فضل

آپ تفسیر، حدیث، اور فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔

امام سبکی فرماتے ہیں: آپ جلیل القدر امام تھے اور صاحب تقویٰ و فتویٰ۔ جامع علم و عمل اور محدث و مفسر تھے۔ آپ نے ایک عظیم جلیل تفسیر لکھی۔ اور شرح احادیث میں نہایت ہی ضخیم کتاب شرح السنۃ۔ مصابیح اور جمع بین التحسین حدیث میں آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اور فقہ شافعی میں تہذیب تحریر فرمائی۔ آپ کی تمام تصانیف کو حسن نیت کے باعث قبول عام حاصل ہوا۔

## تفسیر معالم

مقدمہ خازن میں ہے کہ آپ کی یہ تصنیف کتب تفسیر میں عظیم مرتبہ کی حامل ہے۔ صحیح اقوال کی جامع اور ضعیف اقوال سے پاک ہے۔ احادیث نبویہ سے مزین اور احکام شرعیہ کی مبین ہے، نادر واقعات اور تعجب خیز حکایات سے لبریز ہے۔ اشارات و کنایات سے مرصع اور واضح عبارات کی حامل ہے۔ خوبصورت جملوں کو فصاحت و بلاغت کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن کتابی رسالہ مستطرفہ میں کہتے ہیں:

پھر بھی بعض قسے اور حکایتیں ضعیف ہیں۔

آپ نے سلف کی تفسیر کو حذف و سند کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کی جہ وہی ہے کہ امام لغابی کی طرح آپ نے بھی مقدمہ میں اپنی سند ذکر کر دی ہے اور پھر بیان کیا ہے کہ البتہ بعض سندیں میں نے اختصار کے پیش نظر حذف کی ہیں۔ تفسیر سے غیر متعلق روایات اور منکر احادیث سے بالکل اجتناب کیا ہے۔

مقدمہ میں آپ نے خود لکھا ہے:-

میں نے تفسیر کے دوران جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کی ہیں وہ سب اس طرح کی ہیں جو آیت کو موافق یا اس کے حکم کو بیان کرنے والی کہ قرآن کریم کی بسا اوقات سنت رسول وضاحت کرتی ہے۔ اور ایسی احادیث ہیں جن پر امور دین اور مسائل شرعیہ کا مدار ہے۔ لہذا یہ سب ان کتب سے ماخوذ ہیں جو ائمہ حدیث کی مقبول مشہور کتابیں ہیں۔ البتہ میں نے مناکیر اور غیر متعلق احادیث سے اجتناب کیا ہے۔ آپ نے تفسیر میں وقت ضرورت اختلاف قرأت اور مباحث اعراب کا بھی ذکر کیا ہے جن سے معنی کی وضاحت میں مدد لینا مقصود ہے۔ کبھی اسرائیلی روایات ذکر کرتے ہیں لیکن ان پر جرح و نقد نہیں کرتے۔ ہاں بعض مقامات پر بظاہر نظم قرآن پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مجموعی طور پر کتاب عمدہ ہے اور تفسیر کی بہت کتابوں پر فائق۔

المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابن عطیہ

اس تفسیر کے مصنف ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی مغربی غرناطی ہیں۔ اندلس کے شہر مدیہ کے قاضی رہے۔ آپ کی ولادت ۲۸۱ھ میں ہوئی اور وصال مقام رقبہ میں ۵۴۶ھ میں ہوا۔

## علم و فضل

آپ نے ایک علمی گھرانہ میں پرورش پائی۔ آپ کے والد ابو بکر غالب بن عطیہ جلیل القدر عالم اور عظیم الشان امام و حافظ تھے اور آپ کے دادا کی اولاد میں بہت سے علماء ذوی الاحترام پیدا ہوئے۔

آپ نہایت ذکی و فہیم تھے۔ ہمیشہ کتابوں سے شغف رکھتے۔ لہذا آپ بیک وقت فقیہ و عارف، محدث و مفسر، نحوی و لغوی اور ادیب و شاعر تھے۔

بحر محیط کے مقدمہ میں ابو حیان نے آپ کو جلیل القدر مفسر کہا اور تحریر و تنقیح میں صاحب فضل قرار دیا۔ آپ کی تصانیف میں کتاب مذکور نہایت عظیم تصنیف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علمی دنیا میں آپ کو شہرت کاملہ حاصل تھی۔ ابن فرحون نے دیباچہ مذہب میں آپ کو علماء مالکیہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے شیوخ علم نحو بلکہ اساطین سخاۃ میں شمار فرمایا۔

## تفسیر و جیز

آپ کی اس تفسیر کی دس جلدیں ہیں۔ طرز تفسیر یہ ہے کہ ایک آیت ذکر کرتے ہیں اور پھر عمدہ اور سہل انداز میں اس کی تفسیر کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر تفسیر ابن جریر سے نقل کرتے ہیں اور کبھی عبارات منقولہ پر مناقشہ بھی کرتے ہیں۔ عربی اشعار بطور استشہاد لانا آپ کا معمول ہے، نحوی مسائل کا اجراء اور معانی و بیان کی وضاحت اور اختلاف قرأت کی نشاندہی بھی کثرت سے کرتے ہیں۔ ابو حیان نے اس تفسیر کا مقابلہ زمخشری کی تفسیر کشاف سے کیا تو فیصلہ یوں سنایا۔

ابن عطیہ کی کتاب نقل روایات میں کامل علوم کی جامع اور بہت سی تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، جب کہ زمخشری کی کتاب مختصر اور معانی کی تہہ تک پہنچانے والی ہے، ابن تیمیہ

نے یوں تقابل بیان کیا کہ ابن عطیہ کی تفسیر زحشری کی تفسیر سے بہتر ہے، نقل و بحث کے اعتبار سے اصح ہے، بدعت سے دور بلکہ بہت سی تفاسیر سے راجح تر ہے۔ سنت رسول اور جماعت صحابہ و تابعین کے اقوال کے مطابق ہے۔ اصول میں متابعت تو اہل سنت کی کرتے ہیں اور جمہور کے قول ہی کو اپناتے ہیں لیکن اشارۃً معتزلہ کے قول کو بھی بعض اوقات لائق ترجیح جانتے ہیں۔

مثال کے طور پر سندس احسن الحسنى اور زيادة الآيات۔ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ۔ جمہور نے احسنی سے جنت اور زیادة سے دیدار الہی مراد لیا ہے اور اس سلسلہ میں صدیق اکبر۔ حذیفہ بن الیمان اور ابو موسیٰ اشعری کی روایات ذکر کی ہیں۔ لیکن ایک گروہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ”احسنی“ سے نیکی اور ”زیادة“ سے نیکیوں میں تضعیف و اضافہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو اپنے فضل سے ساتھ سوتک بڑھا دیتا ہے۔ یہ تفسیر بیان کر کے کہتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد یہ قول بھی قوی معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر پہلی تفسیر کے قائل صاحبان عظمت و کمال نہ ہوتے تو یہ قول ہی راجح قرار پاتا۔

## تفسیر القرآن لابن کثیر

اس کتاب کے مصنف ابوالنداء اسمعیل بن عمرو بن کثیر بن ضواء بن کثیر بن زرع بصری ثم دمشقی ہیں۔ فقیہ شافعی سے مشہور تھے۔ دمشق آئے تو اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ اور عمر سات سال تھی۔

ابن شحنہ۔ آندی۔ اس نے عبرا کر وغیرہم سے علم حاصل کیا اور پھر امام مزنی کے ہاں رہا۔ تہذیب الکمال انہیں سے پڑھی اور انہوں نے اپنی بیٹی سے ان کی شادی بھی کر دی۔ آخر میں اس تیریہ کی شام میں انتحیہ کی حالت میں انتقال فرمایا۔

جب اہل سنت کے مسلک سے مخالفت کی نما، پر مسلمانوں کی سنتوں کو یہ بھی اس کے زمرہ میں داخل تھے۔ لہذا ان کو بھی مخالفت اہل حق کے باعث وہی اشتہاتیں منھانا پڑیں۔ خاص طور پر اس وقت جب طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔

۷۰۰۔ ۷ کے قریب ولادت ہوئی اور شعبان ۷۰۰ء میں انتقال ہوا۔ تہذیب صوفیہ

میں اپنے استاذ ابن تیمیہ کے قریب دفن ہوئے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

مبلغ علم۔

ابن کثیر کی علمی میدان میں کافی شہرت ہے بالخصوص تفسیر و حدیث و تاریخ میں ان کو یہ طولی حاصل تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

متن حدیث اور اسمائے رجال کے مطالعہ میں ہمیشہ مشغول رہے، تفسیر قرآن لکھی، احکام و مسائل میں ایک ضخیم کتاب لکھنا شروع کی تھی لیکن مکمل نہ ہو سکی۔ تاریخ میں البدایہ والنہایہ۔ مشہور کتاب ہے۔ صحیح بخاری کی شرح بھی شروع کی تھی۔ نہایت ذہین اور کثیر الاستحضار تھے، زندگی ہی میں تصانیف مشہور ہو چکی تھیں۔

## تفسیر قرآن

تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہوئی اور تفسیر ماثور میں ابن جریر کے بعد شہرت پائی۔ آیات کی تفسیر احادیث و آثار سے کرتے ہیں اور جہاں جرح و تعدیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں نقد رجال سے بھی کام لیتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں ایک طویل مقدمہ بھی ہے جس میں اصول تفسیر سے بحث ہے اور اکثر اپنے استاذ ابن تیمیہ کی اتباع کرتے ہوئے مقدمہ اصول تفسیر سے نقل کیا ہے۔

آیات کی تفسیر میں پہلے آسان اور مختصر زبان میں تفسیر ہے۔ پھر احادیث اور اقوال سلف بیان کر کے مزید وضاحت و تائید کرتے ہیں۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح اور بعض پر تضعیف بھی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے ابن تیمیہ کا حق شاگردی ادا کرتے ہوئے ان عقائد و مسائل کو رواج دینے کی کوشش کی ہے جن کا داعی ابن تیمیہ تھا اور اپنے موقف کے خلاف روایات میں جرح و تنقید جس کا شیوہ تھا۔ ظاہر قرآن سے استدلال اور حقائق و معارف اور تصوف و اسرار باطن سے چشم پوشی بلکہ ان کی تردید جس کا مشغلہ تھا، وہ سب کچھ اس تفسیر میں

سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ marfat.com

نے یوں تقابل بیان کیا کہ ابن عطیہ کی تفسیر زحشری کی تفسیر سے بہتر ہے، لفظ و بحث کے اعتبار سے اصح ہے، بدعت سے دور بلکہ بہت سی تفاسیر سے راجح تر ہے۔ سنت رسول اور جماعت صحابہ و تابعین کے اقوال کے مطابق ہے۔ اصول میں متابعت تو اہل سنت کی کرتے ہیں اور جمہور کے قول ہی کو اپناتے ہیں لیکن اشارۃً معتزلہ کے قول کو بھی بعض اوقات لائق ترجیح جانتے ہیں۔

مثال کے طور پر لادیس احسن الحسنى و زيادة الآيات۔ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ۔ جمہور نے احسنی سے جنت اور زیادة سے دیدار الہی مراد لیا ہے اور اس سلسلہ میں صدیق اکبر۔ حذیفہ بن الیمان اور ابو موسیٰ اشعری کی روایات ذکر کی ہیں۔ لیکن ایک گروہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ”احسنی“ سے نیکی اور ”زیادة“ سے نیکیوں میں تضعیف و اضافہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو اپنے فضل سے ساتھ سوتک بڑھا دیتا ہے۔ یہ تفسیر بیان کر کے کہتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد یہ قول بھی قوی معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر پہلی تفسیر کے قائل صاحبان عظمت و کمال نہ ہوتے تو یہ قول ہی راجح قرار پاتا۔

## تفسیر القرآن لابن کثیر

اس کتاب کے مصنف ابو الفداء اسمعیل بن عمرو بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصری ثم دمشقی ہیں۔ فقیہ شافعی سے مشہور تھے۔ دمشق آئے تو اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ اور عمر سات سال تھی۔

ابن شحنة۔ آندی۔ اس نے عبرا کر وغیرہم سے علم حاصل کیا اور پھر امام مزنی کے زور ہے۔ تہذیب الکمال انہیں سے پڑھی اور انہوں نے اپنی بیٹی سے ان کی شادی بھی کر دی۔ آخر میں اس تیریہ کی شامی انتہیہ کی لادیس سے پڑھا۔ جب اہل سنت کے مسلک سے مخالفت کی بنیاد پر سراسر میں وہی سلسلہ تو یہ بھی اس لئے ذمہ میں داخل تھے۔ لہذا ان کو بھی مخالفت اہل حق کے باعث وہی اشتہائیں اٹھانا پڑیں۔ خاص طور پر اس وقت جب طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔

۷۰۰ھ کے قریب ولادت ہوئی اور شعبان ۷۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب صوفیہ

قواعد ائمہ کی کتب سے نقل ہوئے ہیں جن کی تعداد تقریباً سو ہے۔ یہ تمام کتابیں محققین و مشاہیر کی ہیں، نیز میں نے بعینہ ان کی عبارات نقل کی ہیں۔ اور روایت بالمعنی سے احتراز کیا ہے کہ کہیں مجھ سے روایت بالمعنی کے سبب لغزش نہ واقع ہو۔

پھر کہتے ہیں

میں نے بخاری و مسلم اور ابوداؤد و ترمذی کے علاوہ جن کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں ان میں نووی، سلاج المؤمن، ترغیب و ترہیب، تذکرہ، اور مصابیح امام بغوی سے خاص طور پر منقول ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کتاب نفیس حکمتوں اور صحیح و حسن سنن و آثار پر مشتمل ہے۔ اسی لئے اس کا نام الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ہے۔

مقدمہ تفسیر ابن عطیہ سے ماخوذ ہے جس میں مختلف ابواب قائم کر کے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں فضیلت قرآن، فضیلت تفسیر، مراتب مفسرین، تجمی الفاظ کی قرآن میں شمولیت پر بحث اور قرآن و سور کے اسماء کا تفصیلی بیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تفسیر از اول تا آخر ابن عطیہ کی تفسیر محرر و جیز سے ماخوذ ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

## الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للسیوطی

اس کتاب کے مصنف حافظ جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی شافعی ہیں جو عظیم محقق اور صاحب تصانیف کثیر ہیں۔

ولادت ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ انہی چھ سال کی عمر میں ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد سجد کی منیت کے مطابق شیخ کمال بن حمام کی تعلیم و تربیت میں رہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم مستم کیا۔ پھر بہت ہی کتابوں کے متون حفظ کئے اور کثیر مشائخ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگرد رشید داؤدی نے ایسے شیوخ کی تعداد کیا وہ ان شمار کی ہے۔ اور آپ کی تصانیف اس کثرت سے ہیں کہ آپ کے یہ بی شمار پانچ سو سے زیادہ بیان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ آپ نے ان میں جز تصنیف فرماتے۔ سب سے اہم بات یہ

لہذا اس تفسیر سے ہدایت کے بجائے خارجیت کی دلدل میں پھنس جانے کا شدید خطرہ ہے، چنانچہ اس کے مطالعہ سے عموماً احتراز لازم و ضروری ہے۔

## الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن للشعالبی

اس تفسیر کے مصنف ابو زید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف تعالبی جزائری مغربی مالکی ہیں۔ امام حجت، عالم باعمل اور زاہد ومتقی تھے اور عارفین باللہ تھے۔ دنیا، اہل دنیا سے ایک گوشہ تنہائی اختیار کرنے والے۔

آپ کے اساتذہ نے بھی آپ کی جلالیت علمی اور صلاح فی الدین کی گواہی دی۔ جیسے امام آبی اور ولی الدین عراقی وغیرہما۔

خود لکھتے ہیں کہ میں جزائر سے آٹھویں صدی کے اواخر میں طلب علم کے لئے نکلا اور جابیه پہنچا۔ پھر تونس اور پھر مصر کا سفر کیا۔ اس کے بعد تونس لوٹ آیا۔ اس زمانہ میں تونس میں رہنے والا ہر علم کا شائق میرے حلقہ درس میں شامل ہوا اور مجھ سے علم حدیث حاصل کیا۔ جب میں احادیث بیان کرتا تو قبول کرتے اور میری مرویات کو بغور سنتے۔ جب میں مشرق سے آیا تو بعض مغاربہ نے مجھ سے کہا: تم علم حدیث میں ایک نشانی ہو۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جو لوگوں کے لئے نفع بخش ثابت ہوئیں۔ انہیں میں آپ کی یہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے علاوہ ”الذہب الابزیر فی غرائب القرآن العزیز۔ تحفۃ الاخوان فی غرائب بعض آیات القرآن، جامع الاحادیث فی احکام العبادت وغرباہیں۔ آپ کا انتقال ۸۷۶ میں ہوا اور جزائر میں مدفون ہوئے۔

## تفسیر جواہر

اس تفسیر کے تعارف میں خود مصنف نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ میں نے اس تفسیر میں اپنے اور قارئین کے لئے وہ مفید مضامین درج کئے ہیں جن سے دارین میں دونوں کو راحت و سکون حاصل ہوگا۔

اس میں تفسیر ابن عطیہ کے اہم مضامین درج کئے گئے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سے

کیونکہ اس میں محض تفسیری روایات ہیں، نہ روایات میں جرح و تعدیل ہے اور نہ صحیح و تضعیف۔ بلکہ یہ صرف سلف کی تفاسیر کا باقتباز روایت مجموعہ ہے۔

آپ نے امام بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، مسد احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیاء وغیرہم سے تفسیری روایات نقل کی ہیں اور بس۔

لہذا اس میں سب طرح کی احادیث ہیں، بہر حال یہ بات واضح ہے کہ تفاسیر ماثور جن کا تذکرہ اب تک ہوا ان سے میں یہی تفسیر ایسی ہے جس میں محض روایت پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا تفاسیر میں ہر ایک کے اندر کچھ نہ کچھ رائے اور تفسیر عقلی کو دخل ہے۔

ہم نے ان تمام کتابوں کا ذکر تفاسیر ماثورہ میں محض اس وجہ سے کیا کہ ان کو نقل و روایت میں دوسری تفاسیر کی بہ نسبت زیادہ دخل ہے۔

یہ چند کتابیں ذکر کی گئیں ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت کتابیں ہیں، بعض کا صرف نام رہ گیا ہے اور بعض موجود بھی ہیں اور ان سب کا احاطہ نہایت مشکل ہے۔

## تیسرا طریقہ

تفسیر بالرائے اور اس کے متعلقات کی شکل میں رہتا ہے۔ رائے کا اطلاق اعتقاد، اجتہاد اور قیاس پر ہوتا ہے۔ اصحاب قیاس کو اسی سے اصحاب رائے کہا جاتا ہے۔ یہاں تفسیر بالرائے سے مراد وہ تفسیر ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہو۔ لہذا تفسیر بالرائے میں مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم تفسیر کے ان شعبوں کی معرفت رکھتا ہو جن کا بیان گزرا۔

## اس کو تفسیر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں

زمانہ قدیم سے علماء میں اختلاف رہا ہے کہ تفسیر بالرائے جائز ہے یا نہیں۔ لہذا مفسرین کے اس سلسلہ میں دو موقف ہیں، پھر ہر ایک اپنے موقف کی تائید میں دلائل پیش کرتا ہے۔

ایک جماعت اس قدر اپنے موقف میں سخت ہے کہ وہ تفسیر کا اہل کسی کو قرار ہی نہیں دیتے خواہ وہ عالم ہو، ادیب ہو، دلائل کی معرفت تامہ رکھتا ہو، فقہ و نحو اور اخبار و آثار کا بخوبی علم

ہے کہ آپ کی تصانیف کو قبول نام حاصل ہوا اور شرق و غرب میں آپ کی تصانیف پھیل گئیں۔ اپنے دور میں اعلم علماء تھے، علم حدیث اور فنون میں یگانہ روزگار۔ سند و متن، جرح و تعدیل رجال اور استنباط احکام میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ لاکھ احادیث حفظ کیں، اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو وہ بھی یاد کر لیتا۔

چالیس سال کی عمر میں دنیا اور اہل دنیا سے ترک تعلق کر کے بہتات میں مشغول ہو گئے تھے۔ افتاء و تدریس کا مشغلہ بھی ترک کر دیا تھا۔ اپنی تصنیف تفسیر میں اس سلسلہ میں ایک معذرت نامہ بھی تحریر کیا ہے۔ روضہ متیاس میں گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا اور وقت و سال تک یہیں مقیم رہے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔

جمعرات کی صبح ۱۹ جمادی الاول ۱۱۰۹ھ میں اسی مقام پر ۶۰ سال بوالفرضی اللہ تعالیٰ عنہ

وارضا و عننا۔

## تفسیر در منشور

اس تفسیر کے تعلق سے آپ نے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جب میں نے تفسیر ترجمان القرآن تالیف کی جس میں احادیث و آثار پر مبنی بنائے کار رکھی اور حمد و تعالیٰ یہ عمل ہوئی۔ اس میں دس ہزار سے زائد احادیث ہیں۔

لیکن جب میں نے دیکھا کہ لوگ سند کے بجائے صرف متن ہی کے خوگر ہیں اور سندوں کو یاد رکھنے سے ہمتیں قاصر ہو چکی ہیں۔ لہذا میں نے سندوں کو حذف کر کے صرف متن لکھا اور ہر کتاب کا آخر میں حوالہ لکھ دیا اور اس کتاب کا نام میں نے در منشور رکھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس کتاب کو ترجمان قرآن سے تلخیص کر کے لکھا ہے۔ اتقان کے آخر میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ایک تفسیر شروع کی جو تمام تفاسیر منقولہ کو جامع ہو۔ اس میں استنباط و اشارات بھی ہوں۔ اور اعراب و لغات بھی۔ بلاغت کے نکات بھی ہوں اور محاسن بدائع بھی، کہ پھر کسی دوسری تفسیر کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اس کا نام میں نے مجمع البحرین و مطلع البدرین رکھا اور اتقان کو میں نے اسی کا مقدمہ بنایا۔

لیکن اس تفسیر کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ در منشور سے یہ بات واضح ہے کہ یہ وہ تفسیر نہیں،

جعل الله للمصيب اجرين وللخطي واحدًا۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا:

فيم تحركم؟ قال: بكتاب الله، قال: فان لم تحدد؟ قال: بسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔ قال: فان لم تحدد؟ قال: اجتهد برأئي فصر ب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في صدره وقال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله:-

فریق اول: تفسیر بالرائے کے بارے میں دوسری دلیل یوں پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وانزلنا اليك الذکر لتبين۔ (سورة النحل - ۴۴)

اس آیت میں بیان قرآن کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب ہے، لہذا دوسرے کسی کو معانی قرآن بیان کرنے کی اجازت نہیں۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلاشبہ حضور کو یہ عظیم کام سپرد ہوا تھا۔ لیکن حضور کا وصال ہوا اور بہت سی چیزوں کو واضح طور پر آپ نے بیان نہیں فرمایا۔ لہذا جن چیزوں کا بیان آپ سے وارد ہوا اس میں تو چون و چرا کی گنجائش نہ رہی۔ لیکن جن چیزوں کو بیان نہیں فرمایا تو اس میں اہل علم کو غور و فکر کی اجازت بلکہ اسی آیت کے آخر میں غور و فکر کی دعوت و ترغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولعلمهم يتفكرون۔

اور بہت سے دلائل ہیں جو جانہین سے پیش کئے جاتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اگر تفسیر بالرائے ناجائز ہوتی تو اجتہاد سرے سے باطل قرار پاتا اور پھر بہت سے احکام شرعیہ و مسائل فرعیہ حیز خفا میں رہ جاتے جس سے دینی علوم تعطل کا شکار ہو جاتے۔ لہذا تفسیر بالرائے کو علی الاطلاق ممنوع اور ناجائز قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ جب صحابہ و تابعین خود اپنے اجتہاد و قیاس سے تفسیر قرآن کرتے آئے بلکہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ خصوصاً حضرت ابن عباس کے لئے

رکھتا ہو۔ ہاں تفسیر اسی وقت جائز جب کہ اس کی تفسیر یا توحیدیت رسول کی طرف راجع ہو یا سبابہ و تابعین کے اقوال سے ماخوذ ہو۔

دوسری جماعت کا موقف اس کے برعکس ہے۔ وہ رائے اور اجتہاد کی تفسیر کو مذموم قرار نہیں دیتے۔ بلکہ جو علوم و فنون کا جامع ہو وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے تفسیر کر سکتا ہے۔ دونوں فریق اپنے دعویٰ کو دلائل و براہین سے ثابت کرتے ہیں۔

فریق اول:- ان حضرات کا کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے بغیر علم اللہ تعالیٰ کی جناب میں لب کشائی ہے۔ اور یہ ناجائز و حرام ہے۔ لہذا تفسیر بالرائے بھی حرام ہے۔

اس شکل اول کے مقدمہ صغریٰ کی وضاحت اس طرح ہے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا یقین سے نہیں کہتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ یعنی وہ ظن و تخمین سے کہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں ظن و تخمین ناجائز ہے کہ یہ بغیر علم لب کشائی ہے۔

مقدمہ کبریٰ کے اثبات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔ (سورۃ الاعراف - ۲۳)

یہ آیت کا نکرہ ماقبل میں مذکور محرمات پر معضوف ہے۔ یعنی

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہروا وما باطن۔ (سورۃ الاعراف - ۲۳)

اور سورہ اسراء میں یوں فرمایا:

ولا تقف ما لیس لك به علم۔ (سورۃ الاسراء - ۲۶)

اس دلیل کے جواب میں فریق ثانی یوں کہتا ہے:

ہمیں مذکورہ دلیل کا مقدمہ صغریٰ تسلیم نہیں، اس لئے کہ ظن بھی علم کی ایک قسم ہے، کیونکہ ادراک راجح کا نام ظن ہے۔ اور اگر صغریٰ تسلیم بھی کر لیا جائے تو کبریٰ ممنوع۔ کیونکہ ظن اس وقت ممنوع قرار دیا جاتا ہے جب علم یقینی قطعی تک وصول ممکن ہو۔ کہ نصوص شرعیہ میں سے کوئی نص قطعی موجود ہو یا کوئی ایسی دلیل عقلی جو موجب یقین ہو۔ اور جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ظن کافی ہے۔ کیونکہ یہ خود دلیل قطعی یقینی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا یکلف اللہ نفس الا وسعہا۔ (سورۃ البقرہ - ۲۸۶)

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان شاہد ہے:

لیکن یہ غلط اور نہایت تشبیح ہے اور علم صرف سے عدم واقفیت کا نتیجہ۔ کیونکہ 'ام' کی جمع امام نہیں آتی۔

(۴) علم اشتقاق: کیونکہ لفظ جب دو مختلف مادوں سے مشتق ہو تو معنی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے، جیسے فاضل، کبھی فضیلۃ سے اور کبھی فضلۃ سے۔

(۵) علم معانی: کہ تراکیب کلام کی خصوصیات اس حیثیت سے کہ وہ معنی کا افادہ کریں اسی سے معلوم ہوتی ہیں۔

(۶) علم بیان: کہ تراکیب کلام کی خصوصیات اس اعتبار سے کہ معنی میں پوشیدگی اور وضاحت انہیں کے اختلاف سے رونما ہوتی ہے۔

(۷) علم بدیع: تحسین کلام کے طریقے اسی سے معلوم ہوتے ہیں۔

لہذا یہ تینوں علوم مفسر کے لئے نہایت اہم ہیں کہ ان کے ذریعہ قرآن کی اعجازی شان نمایاں ہوتی ہے۔

(۸) علم قرأت: تاکہ مفسر بعض وجوہ مجملہ کو بعض پر ترجیح دے سکے۔

(۹) علم اصول دین: یہ علم کلام ہے۔ اسی علم کے ذریعہ مفسر اللہ جل مجدہ کی ذات و صفات کے شایان شان چیزوں کے بارے میں قرآن عظیم سے استدلال کر سکے گا۔ اور جو لائق شان نہیں ان کی نفی۔ اسی طرح نبوت و رسالت اور قیامت و آخرت کے بارے میں وہ چیزیں بیان کرے گا جو صحیح ہوں گی۔ اور یہ علم نہیں تو پھر گمراہی و بے دینی میں مبتلا ہوگا۔

(۱۰) علم اصول فقہ: اس لئے کہ اس علم کے ذریعہ مفسر یہ جانتا ہے کہ کس طرح آیات سے احکام شرعیہ کا استنباط کیا جائے اور کیسے ان پر دلیل قائم کی جائے۔ اسی علم سے اجمال و بیان، عام و خاص اور مطلق و مقید کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی سے امر و نہی وغیرہما کی معنی مراد پر دلالت سمجھی جاتی ہے۔

(۱۱) علم اسباب نزول: اس کے ذریعہ آیات کا شان نزول معلوم ہوتا ہے جس کے ذریعہ مراد الہی معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(۱۲) علم قصص: اس لئے کہ جب کسی قصہ کا تفصیلی علم ہوتا ہے تو وہ قرآن کے اجمالی بیان کو سمجھانے میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر قرآن کی توفیق کے سلسلہ میں یوں دعا سے نوازتے رہے:

اللهم فقهه في الدين و علمه التاويل

تو پھر کیا شک رہا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر کس و نا کس کو اس طرح تفسیر کی اجازت نہیں بلکہ صاحبان علم و فضل ہوں جو ان شرائط کو جامع ہوں۔

## تفسیر کے لئے کن علوم کی ضرورت ہے

تفسیر بالرائے کی علمائے کرام نے جن حضرات کو اجازت دی ہے، ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل علوم و فنون کے جامع اور ماہر ہوں۔

(۱) علم لغت۔ اس لئے کہ اس علم کے ذریعہ مفردات الفاظ اور وضع کے اعتبار سے جو ان کے مدلولات و معانی ہیں وہ معلوم ہوتے ہیں۔

امام مجاہد نے فرمایا:

جو اللہ رب العزت اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ قرآن میں بغیر لغات عرب جانے لب کشانی کرے۔

لہذا زبان عربی میں مہارت تامہ اور تبحر کامل ضروری ہے، تھوڑی بہت عربی دانی کافی نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات لفظ مشترک ہوتا ہے اور منسوخ و ایک ہی معنی معلوم ہیں اور دوسرے اس سے پوشیدہ، اور ان ہی میں سے کوئی مراد تو پھر یہ تفسیر نہیں تحریف و تبدیل ہوگی جب کہ لفظ اس کا محتمل نہ ہو۔ اور محتمل کی صورت میں تاویل قرار پائے گی۔

(۲) علم نحو۔ کہ معنی اعراب کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، لہذا اعراب کا اعتبار ضروری ہے اور یہ علم نحو سے ہی حاصل ہوگا۔

(۳) علم صرف۔ کیونکہ اس علم کے ذریعہ الفاظ کے صیغے اور وزن معلوم ہوتے ہیں، ابن فارس نے کہا: کہ جس نے یہ علم حاصل نہ کیا اس نے عظیم علم فوت کر دیا۔

امام سیوطی زنجشیری سے نقل کر کے بیاں کرتے ہیں: ایک شخص نے آیت کریمہ ”یسوم ندعو کل اناس بامامہم“ میں ”امام کوام“ کی جمع قرار دیا اور کہا کہ قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے ساتھ بلائے جائیں گے باپوں کے ساتھ نہیں۔

ایسے لوگوں سے قرآن فہمی سلب کر لی جاتی ہے۔

یہ وہ علوم ہے جن کو علمائے کرام نے فہم قرآن کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ پھر بھی انہی علوم میں تفسیر منحصر نہیں۔

## مصادر تفسیر

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فریقین کے درمیان تفسیر بالرائے کے سلسلہ میں جو اختلافات ہیں درحقیقت وہ لفظی ہیں حقیقی نہیں۔ کیونکہ مجوزین بھی تفسیر بالرائے کی دو قسم بیان کرتے ہیں۔

ایک قسم جائز۔ دوسری ناجائز۔

مندرجہ بالا علوم کے حامل اشخاص اس بات کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اجتہاد و قیاس سے تفسیر کریں۔ باقی لوگ اس سے محترز رہیں۔

جن حضرات کو تفسیر بالرائے کی اجازت ہے ان پر بھی لازم ہے کہ تفسیر کے وقت ان مصادر کا بھی لحاظ رکھیں جن کی ترتیب اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

اولاً۔ خود قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جائے۔ یعنی قرآن کریم میں بغور تلاش کیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی دوسری آیت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس طرح کی تمام آیتوں کو یکجا کر کے دیکھا جائے کہ کہاں اجمال ہے اور کہاں تفصیل۔ لہذا مجمل کو مفسر پر محمول کر کے تفسیر کی جائے۔ یہ تفسیر القرآن بالقرآن کہلاتی ہے۔ اگر ایسے مقامات پر بھی محض رائے اور قیاس سے کام لیا تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی جو مذموم ہے۔

ثانیاً۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول تفسیری روایات کی طرف رجوع کیا جائے لیکن حتی الامکان ضعیف روایات سے محترز رہے، اور موضوع روایات کو ہرگز جگہ نہ دے، اور تفسیر میں اس طرح کی روایات بھی کافی تعداد میں شامل ہو گئی ہیں۔ لہذا جب تک صحیح احادیث سے تفسیر ممکن اس وقت تک تفسیر بالرائے کی ہرگز اجازت نہیں۔

ثالثاً۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو کچھ تفسیر میں صحیح نقل سے ثابت ہو اس پر بھی عمل ضروری ہے، لیکن ہر قول پر اعتماد نہیں، کیونکہ تفسیری روایات میں صحابہ کی طرف

(۱۳) علم ناسخ و منسوخ: اس علم کے ذریعہ محکم آیات معلوم ہوتی ہیں، جو اس سے غافل رہتا ہے تو وہ بسا اوقات منسوخ حکم پر فیصلہ سنا تا ہے اور خود کمرہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

(۱۴) ان احادیث کا علم جو مجمل و مبہم آیات کو بیان کرتی ہیں۔ تاکہ مشکل مقامات کی توضیح ہو سکے۔

(۱۵) علم موصیہ: یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم باعمل کو عطا فرماتا ہے اور اسی کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے۔

”وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمَكُمُ اللَّهُ“ (سورۃ البقرۃ ۲۸۲)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ عَمِلَ بِمَا عِلْمٌ وَرَثَهُ اللَّهُ عِلْمٌ مَا لَمْ يَعْلَمْ“ عالم باعمل کو اللہ تعالیٰ ایسے علوم کا حامل بنا دیتا ہے جو اس نے اپنے سب سے حاصل نہیں کئے۔

امام سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان علوم کو شمار کر کے جو مفسر کے لئے ضروری ہیں آخر میں فرمایا۔

شاید اس علم و سببی کے سلسلہ میں تمہیں یہ اشکال پیش آئے کہ یہ تو ایسا علم ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں اس علم کو حاصل کرنے کے لئے ایسی چیزوں کو اپنانا ضروری ہے جو عمل و زحمت کا سبب ہیں۔

امام زرکستی ”البرہان فی علوم القرآن“ میں فرماتے ہیں: واضح رہے کہ وحی اور اس کے اسرار اس شخص کو حاصل نہیں ہوتے جس کے دل میں بدعت، کبر، ہوائے نفس، حب دنیا، ایمان پر عدم ثبات، ضعف ایمان، وغیرہ باصفات مذمومہ ہوں۔ یا کسی بے علم نام نہاد مفسر کے قول پر اعتماد رکھتا ہو۔ یا محض اپنی عقل پر بھروسہ رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے لئے یہ تمام چیزیں کشف اسرار اور رموز وحی سے انکشاف میں مانع اور آڑ بن جاتی ہیں۔ اس آیت میں اسی معنی کے طرف اشارہ ہے:

”مَا صَرَفَ عَنْ آيَاتِنَا الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ“

امام ابن عیینہ فرماتے ہیں:

(۳) اپنی خواہش نفس سے تفسیر کرنا۔ یا محض اٹکل سے کسی معنی کو ترجیح دینا۔  
 (۴) ایسی تفسیر کرنا جو کسی مذہب فاسد کو ثابت کرے۔ یعنی مذہب کو اسل قرار دے کر تفسیر کو اس کے تابع قرار دینا۔ اس طرح کی تاویل بیان کرنے میں حیلہ بہانہ تلاش کرنا اور جس طرح بن پڑے اپنے مذہب کے مطابق تفسیر کر لینا، اگرچہ وہ معنی غریب و بعید ہی کیوں نہ ہوں۔

(۵) بغیر دلیل اللہ تعالیٰ کی مراد کو قطعی طور پر بیان کرنا کہ یہ ہی ہے کیونکہ یہ ناجائز ہے۔

ان تمام چیزوں سے احتراز لازم و ضروری ہے۔

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے کہ تفسیر بالرائے کی ایک صورت وہ ہے جو قطعاً جائز ہے اور بہت سے مفسرین نے اس طریقہ کو اپنایا، بے شمار تفسیریں اس نہج پر منصہ شہود پر جلو گر ہوئیں بعض کتابیں جو زیادہ مشہور ہوئیں وہ یہ ہیں۔

مفتاح الغیب (تفسیر کبیر)	ابو عبد اللہ محمد بن عمر ملقب بہ فخر الدین الرازی	۶۰۶ ھ
انوار التنزیل و اسرار التاویل	ابوالخیر محمد بن علی البیضاوی الشافعی	۶۹۱ ھ
مدارک التنزیل و حقائق التاویل	ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی	۷۰۱ ھ
لباب التاویل فی معانی التنزیل	ابوالحسن علی بن محمد البغدادی المعروف بالخازن	۷۴۱ ھ
البحر المحیط	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الاندلسی الحیانی	۷۴۵ ھ
غرائب القرآن و رغائب الفرقان	نظام الدین بن الحسن الخراسانی النیسافوری	۸۵۰ ھ
تفسیر الجلالین	محمد بن احمد جلال الدین محلی الشافعی	۸۶۳ ھ
سرانج المنیر	ابوالفضل عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱ ھ
ارشاد العقل السلیم	شمس الدین محمد بن محمد اشرف بنی القاہری	۹۷۷ ھ
روح المعانی	ابوالسعود محمد بن محمد العمادی الحنفی	۸۹۳ ھ
روح البیان	ابوالثناء محمود آلوسی البغدادی	۱۲۷۰ ھ
	الشیخ العارف الکامل اسمعیل الآفندی الحنفی تقریباً ۱۲۰۰ ھ	

ان تمام کتب کی تفصیلات ماہ حظ فرمائیں

بہت کچھ غلط منسوب کیا گیا ہے۔ البتہ جب صحیح نقل سے ثابت ہو جائے تو ان روایات و تفسیرات پر عمل لازم۔ کہ وہ اللہ کی کتاب کو بعد کے لوگوں سے زیادہ جانتے والے۔ اسرار و نزول سے باخبر، کیونکہ انہوں نے قرآنی آیات کے شان نزول، قرائن و احوال کا پچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ پھر ان کو علم صحیح اور کامل سمجھ کی دولت بھی ملی تھی، بالخصوص خانہ کے اربعہ، ابن مسعود، ابی بن کعب، اور ابن عباس وغیرہم کو۔ تفصیل پہلے نذر چچی۔

رابعاً۔ لغت عربیہ اور قواعد شرعیہ کا لحاظ ضرور کیا جائے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور اللہ کے رسول حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت ابن عباس کے لئے جو دعا فرمائی اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اصول شریعت کی روشنی میں قرآن عظیم کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ایک مرتبہ عرض کیا گیا کیا: آپ کے پاس قرآن کے بعد حضور کی جانب سے کچھ اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم، اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اللہ کسی کو قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔ یہ سب وجہ ہے کہ سچا بہ بعض آیات کے افہام و تنہیم میں مختلف ہوئے، جس کی عقل و سمجھ اور نظر و فکر جہاں تک پہنچی انہوں نے وہی بیان کیا۔

### مفسر کو جن امور سے اجتناب ضروری ہے

چند چیزیں وہ ہیں جن سے مفسر کو احتراز لازم ہے تاکہ اس سے خطا واقع نہ ہو اور ان لوگوں میں اس کا شمار نہ ہونے لگے جو قرآن میں اپنی فہم رائے کو دخل دیتے ہیں۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

(۱) لغت و زبان کے قوانین اور شریعت کے اصول کو جانے بغیر مراد الہی کو بیان کرنے پر جرأت کرنا۔ اور علوم تفسیر حاصل کئے بغیر تفسیر بیان کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی مراد کو پوشیدہ رکھا اس میں غور و خوض کرنا۔ جیسے آیات متشابہات کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا اللہ کی عطا سے اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے چھپایا۔

## تفسیر کبیر

یہ تفسیر آٹھ ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر مقبول انام ہے، لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر مکمل نہیں کی تھی کہ وصال ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر اس کو مکمل کس نے کیا۔ اس میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ امام رازی نے کہاں تک تفسیر لکھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی دررکامنہ میں لکھتے ہیں: کہ اس کی تکمیل احمد بن محمد بن ابی الحزم نجم الدین مخزومی قموی نے کی اور ان کا وصال ۷۲۷ھ میں ہوا۔

اور صاحب کشف الظنون کہتے ہیں: کہ شیخ نجم الدین احمد بن محمد قموی نے اس کا تاملہ لکھا اور ان کا وصال بھی ۷۲۷ھ میں ہوا۔ لیکن یہ بھی مکمل نہ کر سکے تو قاضی القضاة شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی نے اس کو مکمل کیا اور ان کا انتقال ۷۲۹ھ میں ہوا۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ امام رازی نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی۔ سید مرتضیٰ زبیدی شرح شفا سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ سورۃ الانبیاء تک آپ نے لکھی تھی۔

اس امر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سورۃ الواقعة کی تفسیر میں مرقوم ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

المسالة الاولى اصولية ذكرها الامام فخر الدين رحمه الله في مواضع كثيرة ونحن نذكر بعضها۔

یہ عبارت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امام رازی اس سورت کی تفسیر تک نہیں پہنچے۔

ہاں اس کے معارض سورۃ مائدہ کی تفسیر میں آپ کا وہ بیان ہے جو اس طرح ہے کہ امام رازی وضو میں نیت کو شرط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ البینہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وما امرؤ الا ليعبدوا الله محذنين له الدين۔ (سورة البینہ۔ ۵۔)

اس آیت میں اخلاص کا مطالب نیت ہے اور ہم نے اس آیت کی تفسیر میں نیت کے

## مفاتیح الغیب للرازی

اس کتاب کے مصنف ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسین بن علی تمیمی بکری طبرستانی رازی ہیں۔ آپ کا لقب فخر الدین ہے، ابن خطیب شافعی اور امام رازی سے مشہور ہیں۔

آپ کی ولادت ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ فرید عصر اور متکلم زمانہ تھے۔ بہت سے علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ تفسیر و کلام میں اور علوم عقلیہ و لغت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بارگاہ میں دور دراز سے اہل علم حاضر ہوتے اور اس کتاب علم میں مشغول رہتے۔

آپ نے اپنے والد ضیاء الدین عمر بن حسین خطیب رازی سے علم حاصل کیا، پھر کمال سمعانی، مجد جلیلی اور بہت سے ہم عصر علماء سے اخذ علم کیا۔ علمی شہرت کے ساتھ آپ کو وعظ و تذکیر میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ عربی و نجفی دونوں زبانوں میں وعظ کہتے اور دوران وعظ آپ کو وجد طاری ہوتا اور گریہ و زاری فرماتے۔

آپ نے اپنی یادگار میں مختلف علوم و فنون میں تصانیف چھوڑیں اور پوری دنیا میں یہ کتابیں پھیل گئیں اور ان کتابوں کو ایسی قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ متقدمین کی بہت سی کتابوں سے لوگ بے نیاز ہو گئے اور آپ کی کتابوں میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں اہمیت کی حامل تفسیر کبیر ہے۔ جس کا نام آپ نے مفاتیح الغیب رکھا۔ ساتھ ہی سورہ فاتحہ کی مستقل تفسیر بھی ایک جلد میں لکھی جو اب تفسیر کبیر کے شروع میں ضم کر دی گئی ہے۔ علم کلام میں مطالب عالیہ، رد و مناظرہ میں کتاب البیان والبرہان، اصول فقہ میں المحصول، حکمت و فلسفہ میں تلخیص شرح اشارات اور شرح عیون الحکمت، طلسمات میں اسرار المکنون، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زخشری کی مفصل کی شرح ہے۔ فقہ میں امام غزالی کی وجیز کی شرح، اور ان کے علاوہ بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

امام رازی کا وصال ۶۰۶ھ میں مقام رے میں ہوا۔ وصال کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے اور فرقہ کرامیہ کے درمیان ایک زمانہ تک بحث و مناظرہ رہا، آخر میں کرامیہ گروہ کے ایک شخص نے آپ کو زہر دے دیا جس سے آپ کا انتقال ہو گیا۔

بھری پڑی ہیں جن کی علم تفسیر میں حاجت نہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا: اس تفسیر میں علم تفسیر کے سوا سب کچھ ہے۔

## مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی

اس تفسیر کے مصنف ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی ہیں۔ متاخرین علماء میں زہد و ورع کے مالک اور معتمد شمار ہوتے ہیں۔ امام کامل، فقہ و اصول میں ماہر، حدیث اور اس کے مطالب بیان کرنے میں فائق اور کتاب اللہ کی بصیرت تامہ رکھتے تھے۔ فقہ و اصول میں آپ کی تصانیف نہایت معتبر و مفید شمار ہوتی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں متن وافی اور اس کی شرح کافی، کنز الدقائق فقہ میں، منار اصول فقہ میں، عمدہ اصول دین و عقائد میں، اور مدارک التنزیل تفسیر میں۔

آپ کا وصال ۱۰۷۰ھ میں ہوا۔ شہر ایذج، میں جو بکرستان کا شہر ہے دفن ہوئے۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔

## تفسیر مدارک

یہ تفسیر دراصل تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف کا اختصار اور تلخیص ہے، ہاں کشاف میں جو معتزلہ کے استدلال تھے ان کو ترک کر کے خالص مذہب اہل سنت و جماعت کی پیروی کرتے ہیں۔ تفسیر میں اعتدال کی راہ اپناتے ہیں۔ نہ بہت طویل اور نہ بالکل مختصر، بلوغت نکات اور محسنات بدیعہ بھی بیان کرتے ہیں اور معانی دقیقہ خفیہ کی وضاحت فرماتے ہیں۔ زخشری کی تفسیر میں جو سوال جواب ہیں ان کو بھی اجمالاً بیان کرتے جاتے ہیں۔ زخشری نے فضائل سور میں جو احادیث موضوع بیان کی تھیں ان کو آپ نے یکسر حذف کر دیا ہے۔ مسائل نحو یہ کا ذکر بھی کہیں کرتے ہیں لیکن زیادہ تفصیل سے نہیں۔ قرآت سب سے متواترہ بھی التزاما بیان فرماتے ہیں۔

اسی طرح آیات احکام میں فقہی مذاہب کا بیان بھی اختصار کرتے ہیں، اور مذہب حنفی کی نصرت و حمایت میں کلام فرماتے ہیں۔

شرط ہونے کی مکمل تحقیق کی ہے۔ لہذا لہزید اطمینان کے لئے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

امام رازی کے اس بیان سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے کم از کم تیسویں پارہ کی سورۃ البینہ تک تفسیر لکھی۔

ان تمام اختلافات کو اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ خود امام رازی نے تو سورۃ الانبیاء تک ہی تفسیر لکھی تھی، پھر ان کے بعد نجم الدین مخزومی نے اس کی تکمیل کا ارادہ کیا لیکن وہ بھی مکمل نہ کر سکے اور آخر میں شہاب الدین خوبی نے اس کو مکمل کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا تکملہ جدا جدا ہو۔

اور سورۃ البینہ کے سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا وہ اس امر میں صریح نہیں کہ آپ تفسیر کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے، بلکہ اس چیز کا احتمال موجود ہے کہ آپ نے اس کی مستقل علیحدہ تفسیر کی ہو جیسا کہ آپ کے الفاظ خود اس جانب مشیر ہیں۔ کیونکہ سورۃ المائدہ میں آپ نے یوں فرمایا:

وقد حققنا الكلام في هذا الدليل الخ۔

یہ عبارت بتاریبی ہے کہ آپ سورۃ المائدہ کی تفسیر سے پہلے سورۃ البینہ کی تفسیر لکھ چکے تھے اور وہ تفسیر مستقل ہی رہی ہوگی۔

ان تمام چیزوں کے باوجود تفسیر کبیر پڑھنے والا جانتا ہے کہ اسلوب بیان، شکوہ الفاظ، اور قوت دلائل کے اعتبار سے پوری کتاب یکساں ہے، اصل اور تکملہ میں فرق کرنا مشکل ہے۔ اسی لئے حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی۔

یہ تفسیر علوم و فنون کا بحر بیکراں ہے۔ آیات اور سورت کے درمیان ترتیب وار مناسبت خوب بیان کرتے ہیں، بلکہ بسا اوقات متعدد مناسبتیں بتاتے ہیں۔ علوم ریاضیہ و طبیعیہ، علم کلام، معتزلہ کے شبہات اور ان کا رد، آیات احکام میں فقہاء کا مسلک، اور پھر فقہ شافعی کی برتری، مسائل اصولیہ، مسائل نحویہ اور بلاغت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم کلام اور علوم طبعیہ کا گویا یہ انسائیکلو پیڈیا ہے۔

اسی لئے صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کو حکماء و فلاسفہ کے اقوال سے بھر دیا ہے۔ اور ابو حیان نے تو بحر محیط میں یہاں تک کہا کہ اس تفسیر میں ایسی باتیں

تظویل و اسباب سے اجتناب کیا ہے۔

پھر کہتے ہیں: میں نے تفسیر آیات میں جو احادیث پیش کی ہیں تو وہ اس لئے ہیں کہ سنت رسول کتاب اللہ کا بیان ہے، اور اس پر شرع اور احکام دین کی بنیاد ہے۔ ساتھ ہی میں نے ان احادیث کا حوالہ بھی پیش کر دیا ہے۔ اور حوالہ دیتے وقت اشاریہ قائم کیا ہے۔ لہذا صحیح بخاری کے لئے (خ) اور صحیح مسلم کے لئے (م) اور اس کی تخریج یردونوں متعین ہوں اس کے لئے (ق) لکھ دیا ہے۔ ہاں ان کے علاوہ سنن کی کتابیں جیسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ ان کا نام صراحتہ ذکر کیا ہے۔ اور جن کی سند نہیں ملی اور امام بغوی نے ان کو اپنی سند سے روایت کیا تو ایسے مقام پر میں ان کا نام لیتا ہوں۔

آپ نے اس تفسیر میں بہت سی اسرائیلی روایتیں، واقعات بھی ذکر کئے ہیں۔ بن کو آپ نے بعض تفاسیر سے نقل کیا ہے۔ جیسے تفسیر لغابی وغیرہ، لیکن ان پر اکثر مقامات میں تعاقب نہیں فرمایا۔ ہاں بعض جگہوں پر ضعف اور کذب کی جانب اشارہ کیا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزوات کی جانب اشارہ ہے تو آپ نے ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور جب آیات احکام کی تفسیر کا موقع آتا ہے تو فقہی مسائل اور مذاہب فقہاء مع دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر اس تفسیر میں پند و موعظت اور زہد و رقائق سے متعلق بھی نفیس بیانات ہیں اور اس سلسلہ میں ترغیب و ترتیب پر مشتمل احادیث ذکر فرماتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے اس تفسیر میں بہت سے علمی موضوعات ہیں۔

## البحر المحیط لأبی حیان

اس کتاب کے مصنف ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی غرناطی حیانی ہیں۔ لقب اشیر الدین اور ابو حیان سے مشہور ہیں۔ ولادت ۶۵۴ھ میں ہوئی۔ قرآن کریم عبد الحق بن علی خطیب سے پڑھا، پھر ابو جعفر بن طباع خطیب سے پھر حافظ الوعلی بن ابی احوص سے۔ اور علم قرآت میں کمال حاصل کیا۔

اندلس و افریقہ کے متعدد شہروں میں بہت سے علماء سے اکتساب علم کیا۔ پھر اسکندریہ آ کر عبد النصیر بن علی الدیوطی اور ابو طاہر اسمعیل بن عبد اللہ سلجی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آخر

اسرائیلی روایات کو بہت کم ذکر کرتے ہیں اور جہاں کہیں تذکرہ آتا ہے تو اس پر جرح و نقد بھی فرماتے ہیں، البتہ کبھی خاموشی سے بھی نکل جاتے ہیں۔ لیکن یہ اسی مقام پر جہاں کسی عقیدہ پر زور نہ پڑتی ہو۔ اور جب عقائد اور اصول دین کی بات آتی ہے تو اسرائیلی روایات کا شدت سے تعاقب فرماتے ہیں۔

چار جلدوں میں یہ کتاب متداول ہے اور اکثر مدارس دینیہ میں داخل نصاب بھی۔

## لباب التاویل فی معانی التنزیل للمخازن

اس کتاب کے مصنف ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل شیخی بغدادی شافعی صوفی ہیں۔ لقب علاء الدین اور خازن سے مشہور ہوئے۔ اس لئے کہ آپ دمشق کی خانقاہ سیماطیہ کے کتب خانہ کے خازن تھے۔

بغداد میں ۶۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ یہاں ابن دوالیسی سے علم حاصل کیا۔ پھر دمشق آئے اور قاسم بن مظفر اور وزیرہ بنت عمر سے استفادہ کیا اور بہت مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابن قاضی کہتے ہیں: کہ آپ ان اہل علم سے تھے جنہوں نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں لکھیں۔ انہیں تصانیف میں یہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے علاوہ شرح عمدۃ الاحکام ہے۔ اور مقتول المنقول دس جلدوں میں صحاح ستہ، مؤطا، مسند احمد، مسند شافعی، اور سنن دارقطنی کا مجموعہ ہے جس کو آپ نے ابواب پر مرتب کیا ہے۔ سیرت نبوی پر بھی ایک طویل کتاب آپ نے تحریر فرمائی۔ آپ اچھے اخلاق، ہنس مکھ، لوگوں سے میل جول رکھنے والے صوفی بزرگ تھے۔

آپ کا وصال ۷۴۱ھ میں بمقام حلب ہو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

## تفسیر خازن

آپ نے یہ تفسیر معالم التنزیل سے اختصار کر کے لکھی۔ ساتھ ہی سابقہ تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ بھی پیش کیا۔ خود فرماتے ہیں:

میرا اس میں کچھ نہیں، ہاں نقل و انتخاب اور حذف اسانید سے میں نے کام لیا ہے اور

نشاندہی بھی کرتے ہیں اور علم قرآت مع توجیہات بھی، علم بلاغت اور احکام فقہیہ کا بھی بیان ہے اور سلف و خلف کے اقوال تفسیر یہ بھی، آیات کے درمیان مناسبت و ارتباط بھی اور بعض مقامات پر تفسیر صوفیانہ بھی۔

غرض کہ آپ نے سمندر کو کوزہ میں بھرنے کی مثال پیش کی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب مصنف نے اپنے شیخ جمال الدین ابو عبد اللہ محمد سلیمان بن حسن بن حسین مقدسی معروف بابن النقیب کی تفسیر ”کتاب التحریر والتجیر لا قوال ائمة التفسیر“ سے اخذ کی ہے جو اس فن کی نہایت ضخیم کتاب ہے اور سو جلدوں پر مشتمل ہے۔

## غرائب القرآن و رغائب الفرقان للنیسابوری

اس کتاب کے مصنف مشہور امام علامہ نظام الدین بن حسن بن محمد بن حسین خراسانی نیشاپوری ہیں، جو نظام اعرج سے مشہور ہیں۔ آپ کے اہل خاندان کا اصل وطن ”قم“ تھا، لیکن آپ کی نشوونما شہر نیشاپور میں ہوئی۔ آپ نیشاپور کے اساطین علم میں شمار ہوتے تھے۔ علوم عقلیہ اور فنون عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انشاء اور علم تفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا، حفاظ و قراء کے درمیان عظیم مقام کے حامل تھے اور تقویٰ و طہارت میں شہرت کے مالک۔

آپ نے اپنی بہت سے تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ان میں ابن حاجب کی شافیہ کی شرح، طوسی کی تذکرہ خواجہ کی شرح جو علم ہیئت میں ہے اور اس کا نام توضیح التذکرہ رکھا، رسائل فی علم ابواب، اوقاف قرآن، اور سب سے اہم تصنیف یہ ہی تفسیر غرائب القرآن ہے۔

آپ کا وصال ۷۳۰ھ میں ہوا۔ علامہ میر سید شریف جرجانی، علامہ جلال الدین دوانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی آپ کے ہم عصر تھے۔

## تفسیر غرائب القرآن

آپ نے یہ کتاب امام رازی کی تفسیر سے اختصار کر کے لکھی۔ بعض مقامات پر کشاف سے بھی مضامین اخذ کئے ہیں۔ آپ کا تفسیری اسلوب یہ ہے کہ پہلے علم قرآت کا ذکر کرتے ہیں ورائے قراء میں ہر ایک کی طرف قرآت کی نسبت بتاتے ہیں، پھر اوقاف اور ان کے وجوہ بیان

میں شیخ بہاء الدین بن علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کے ہو رہے اور ادب کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے جامع پچاس و شش سے علم حاصل کیا۔ اور انہوں نے احادیث سے مجھے اجازت دی ان کی تعداد اس قدر تھی کہ وہ بے شمار ہے۔

صفحوں کا بیان ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سہ ماہی کی خدمت، کتاب و سنت سے محروم علم میں مشغول پایا۔ اس کے علاوہ میں نے اپنی آپ و خانی تہیں دیکھا۔

آپ شعر و ادب، نحو و صرف اور لغت میں امام متعلق تھے، اس کے ساتھ ہی تفسیر و حدیث اور اسمائے رجال کی معرفت میں آپ بے ہون حاصل تھے۔

آپ سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل لیا جن کی آپ سے بہت سے تلامذہ و آپ کی حیات ہی میں علم و فن کے نام ہو گئے، آپ کی تصانیف بہت ہیں، آپ کی زندگی میں پچاس گنی تھیں۔ اور وصال کے بعد بھی ان کو قبولیت عامہ حاصل رہی۔ تمام تصانیف میں اہم یہ ہی تفسیر کرمجیٹ ہے۔

اس کے علاوہ غرائب القرآن و غرائب الجہان، تفسیر سبیل النہایہ، تفسیر خلاصۃ الجہان، آپ شروع میں ظاہر کی المذہب تھے اس کے بعد اس کے بعد ان کے تلامذہ نے اسے مسلك ہو گئے تھے، و سفہ سے بہت دور رہتے اور معتاد تھے کہ ان کے تلامذہ کے مصنف کے طریقہ پر کما مزان تھے۔

آپ کا وصال ۷۲۷ھ میں ہوا۔

### تفسیر کرمجیٹ

تفسیر آئمہ کبیرہ جلدوں میں مطبوع و متداول ہے۔ وجود اس کا ہمارے زمانے میں اپنی مشا آپ ہے۔ مصنف نے مباحث نحو و جوایات قرآنیہ سے متعلق ہیں ان پر سیر حاصل شدہ ہے، بلکہ حق بات یہ ہے کہ ان بحثوں کے پیش نظر کتاب علم تفسیر کی بہ نسبت علم نحو کے زیادہ قریب پہنچ گئی ہے۔ اس کے باوجود آپ کے تفسیری علوم کو احتیاط کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں انشاء اللہ ہے۔ لہذا مغزبات کے لئے انہوں نے جو تفسیریں لکھی ہیں، ان میں سے کئی تفسیریں لکھی ہیں۔

## تفسیر الجلالین

اس تفسیر کے مصنف دو عظیم و جلیل امام ہیں۔ یعنی جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی۔ امام سیوطی کا تذکرہ تو درمنو کے بیان میں گذرا۔ اور امام جلال الدین محلی محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم شافعی تفتازانی ہیں۔ آپ کی ولادت ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

فنون عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کی۔ بدرالدین محمود اقصرائی، برہان بخوری، شمس بساطی، علاء بخاری وغیرہم سے علوم حاصل کئے۔ ذہانت و فطانت میں بے مثل تھے۔ اپنے دور میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ زہد و ورع اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں عظیم مقام رکھتے تھے۔ حق بات بلا خوف و لومتہ الامم بیان فرماتے، بڑے بڑے ظالم، جابر حکام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے۔ حکام وقت آپ کو اپنے یہاں آنے کی درخواست کرتے لیکن آپ کسی تجارت نہیں دیتے۔ طبیعت میں دینی حدت تھی اور کبھی مداخلت سے کام نہیں لیتے تھے۔

مہد قضا، آپ پر پیش کیا گیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا، مدۃ العمر مؤبدہ اور برقونیہ شہروں میں فقہ کی تعلیم میں مشغول رہے، ذریعہ معاش کے لئے تجارت کرتے اور باقی اوقات کتابیں تصنیف فرماتے تھے۔ آپ کی تصانیف مختصر اور حشو و زوائد سے پاک ہوتیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کو قبول عام حاصل ہوا اور درس میں داخل ہوئیں۔

آپ کی تصانیف میں شرح جمع الجوامع اصول میں، شرح منہاج فقہ شافعی میں، شرح و رقات میں، اور یہ تفسیر۔

آپ کا وصال یکم محرم ۸۶۴ھ کو ہوا۔ اور باب نصر کے پاس ایک مجمع نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

## تفسیر

آپ نے سورۃ کہف سے تفسیر کا آغاز کیا اور آخر تک لکھی، اس کے بعد سورۃ فاتحہ کی تفسیر تحریر فرمائی، اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ اور آپ کا کام مکمل نہ کر سکے۔

کرتے ہیں، اس کے بعد آیات میں ربط و مناسبت ذکر کرتے ہیں، پھر معانی کا نہایت عمدہ انداز میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح مقدر الفاظ کو ظاہر کرتے ہیں، متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، کنایات کی تصریح فرماتے ہیں، مجاز و استعارات کی تحقیق پیش فرماتے ہیں اور مذاہب فقہیہ کی مع دلائل تفصیل کرتے ہیں، مسائل کلامیہ بیان کرتے وقت اہل سنت اور دیگر فرقوں کے مذاہب بیان کرتے ہیں اور پھر اہل سنت و جماعت کی نصرت و حمایت اور تائید و تقویت میں دلائل قائم فرماتے ہیں، مسائل فلسفیہ و کونیہ سے بھی تعرض فرماتے ہیں اور جہاں ایسا موقع آتا ہے وہاں اس طرح کی توضیحات بھی ملتی ہیں مثال کے طور پر۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتهَا۔ (سورۃ الزمر۔ ۴۲)

اس آیت میں فرماتے ہیں کہ حکمائے اسلام کا قول ہے کہ نفس انسانی جو نورانی ہے کہ جب بدن سے متعلق ہوتا ہے تو تمام ظاہری اور باطنی اعضا کو روشن کر دیتا ہے، اسی کا نام حیات اور بیداری ہے۔ ہاں نیند آتے وقت صرف باطنی بدن پر اس کی ضیاء پڑتی ہے اور ظاہری بدن سے منقطع ہو جاتی ہے۔ لہذا نفس حیات تو باقی رہتی ہے اور باطن کے قوی اپنے عمل میں مشغول رہتے ہیں اور جب یہ روشنی بالکل زائل ہو جاتی ہے تو اسی کا نام موت ہے۔

اس طرح کی توضیحات آپ نے امام رازی کی اتباع میں کی ہیں، ورنہ بہت سے مقامات پر آپ امام موصوف سے خوش نظر نہیں آتے اور ان کے بہت سے اقوال کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب آیت کی تفسیر سے فارغ ہو جاتے ہیں تو آیت کی تاویل کی جانب رخ کرتے ہیں اور آیات کی تفسیرات اشاریہ پیش کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل حقیقت صوفیائے کرام کی عقول عارفہ پر منکشف فرمایا۔ چونکہ آپ خود بھی بڑے صوفی تھے لہذا درمیان تفسیر قیمتی حکمتوں اور انمول مواعظ سے قارئین کو نوازتے ہیں۔

آپ پر بعض لوگوں نے تشیع کی تہمت بھی لگائی ہے لیکن آپ اپنی تفسیر میں شیعہ اور روافض کا بھرپور رد فرماتے ہیں۔ خاص طور پر سورہ مائدہ کی تفسیر میں آپ نے شیعہ اور روافض کے ان استدلال کی دھجیاں اڑادیں جن کو وہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل میں ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ خود تفسیر کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ میں پوری تفسیر میں مذہب اہل سنت و جماعت کی طرف ہی مائل رہا ہوں۔

بن محمد کرخی کا۔ کمالین شیخ سلام اللہ فخر الدین حنفی کا (یہ شیخ محدث کی اولاد سے ہیں۔

## السراج المنیر للخطیب الشربینی

اس کتاب کے مصنف امام شمس الدین محمد بن محمد شربینی قاہری شافعی ہیں اور خطیب شربینی سے مشہور ہیں۔

اپنے دور کے بہت سے علماء سے علم حاصل کیا۔ ان میں شیخ احمد برسی، نور محلی، بدر مشہد کی اور شہاب اہلی وغیرہم ہیں۔ اساتذہ نے جب دیکھا کہ آپ فتویٰ نویسی اور درس و تدریس کے اہل ہو گئے تو ان کو اجازت دے دی اور پھر مدۃ العمر آپ اسی میں مشغول رہے۔ بے شمار خلق خدا کو آپ سے فائدہ پہنچا۔

علم و عمل، صلاح و فلاح، اور زہد و تقویٰ کے عظیم مقام پر فائز تھے اور اہل مصر کا اس بات پر اتفاق تھا۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ شروع رمضان المبارک سے مصر کی جامع مسجد میں اعتکاف فرماتے اور نماز عید کے بعد ہی باہر تشریف لاتے۔ حج کے لئے پیدل تشریف لے جاتے اور شدید تکان کے بغیر کسی سواری پر سوار نہ ہوتے۔ دنیوی کاموں میں مشغول نہ ہوتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم شان تھے۔ آپ کا وصال ۹۷۷ھ میں ہوا۔ آپ کی اہم تصانیف میں کتاب المنہاج، کتاب النبیہ۔ یہ دونوں عظیم شریحیں ہیں۔ ان میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تحریرات کو جمع فرمایا تھا۔ لوگوں میں بہت مقبول ہوئیں اور خاص طور پر آپ کی یہ تفسیر۔

## تفسیر سراج منیر

اس کتاب کا سبب تصنیف آپ نے خود مقدمہ میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، کہتے ہیں کہ علمائے سلف نے اپنے فہم و ادراک کے مطابق قرآن کی تفاسیر لکھیں۔ ایک دن میرے دل میں بھی یہ خیال گزرا کہ میں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک تفسیر لکھوں، لیکن ایک زمانہ تک اسی تردد کا شکار رہا اور یہ خوف لاحق رہا کہ کہیں میں اس وعید کا مصداق نہ ہو جاؤں جس میں یہ آیا کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور بغیر علم قرآن

آپ کے بعد امام جلال الدین سیوطی آئے اور آپ نے سورۃ بقرہ سے سورۃ اسراء تک مکمل تفسیر لکھی۔ اس طرح یہ تفسیر پورے قرآن کی مکمل ہوئی اور دونوں کے نام سے منسوب ہو کر جلالین کہلائی۔

اب اس کے بارے میں یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کس نے لکھی۔ اس سلسلہ میں صاحب کشف الظنون کا کتاب کہ امام محلی نے نہیں کی بلکہ انہوں نے تو اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ بھی لکھی کہ سورۃ بقرہ سے سورت تک امام محلی کی ہے۔ حالانکہ یہ صراحتہ خلاف واقع اور خود امام سیوطی کی صراحت کے خلاف ہے۔ وجود سورۃ بقرہ کی تفسیر سے پہلے دیباچہ میں فرماتے ہیں: کہ یہ امام محلی کی تفسیر کا مملکت اور سورۃ اسراء کے آخر میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ اب یہ بات رہی کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کس نے کی۔ تو یہ بات بھی واضح ہے، کیونکہ تفسیر جلالین کے تمام نسخوں میں ایسا ہی ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر پہلے نہیں ہے۔ آخر میں ہے، اور امام سیوطی جس کو مکملہ قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اول آخر دونوں کے الفاظ سے سورۃ فاتحہ کے سوا ہی ہے۔ پھر سورۃ فاتحہ کی تفسیر کہاں سے آئی۔ چنانچہ جو نسخے اس کتاب میں ہیں جو جملہ شمس سلیمان مقدمہ میں لکھتے ہیں: فاتحہ کی تفسیر امام محلی نے کی ہے۔ اور امام سیوطی نے اس کو آخر کتاب میں اس لئے ضم کر دیا تاکہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ انہیں کی ہے۔

غرض کہ دونوں حضرات کی تفسیر اور تا حوالہ کی یکسانیت رکھتی ہے کہ ناواقف کو یہ کما حقہ تک نہیں ہوتا کہ یہ دو شخصوں کی تصنیف ہے۔ ذرا کی عبارتیں نہایت مختصر و دقیق ہیں۔ سچ یکساں ہے، راجح اقوال دونوں کے اعماد سیاہے، اور آیات متشابہات میں وہی طرز اپنایا جو امام محلی نے اختیار فرمایا تھا۔

یہ تفسیر ایجاز و اختصار میں اس مقام پر ہے کہ صاحب کشف الظنون نے بعض علمائے یمن سے نقل کیا: میں نے قرآن اور تفسیر جلالین کے حروف شمار کئے تو سورۃ مزمل تک برابر نکلے۔ البتہ سورۃ مدثر سے تفسیر کے کچھ الفاظ زیادہ ہیں اسی لئے تو لے وضو اس کو ہاتھ میں لینا جائز ہے۔ اس اختصار کے باوجود کتاب نہایت قیمتی ہے اور اہل علم میں مستہور و معارف۔ ہر مرتبہ طبع ہوئی اور بہت سے علماء نے اس پر تعلیقات و حواشی لکھے۔ ان میں جملہ اور صاحب سب سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ جلالین پر ملا علی قاری نے حاشیہ ہے مجمع البحرین جلال الدین محمد

آپ کی علمی شہرت دور دراز ملکوں تک پہنچی، ترکستان کے بہت سے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر شہر بروسہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے، اس کے بعد قسطنطنیہ کا عہدہ قضا سنبھالا، ملک روم میں بھی اس عہدہ پر رہے، اس طرح آٹھ سال گزرے، پھر فتویٰ نویسی پر مامور ہوئے اور تقریباً تیس سال تک یہ خدمت انجام دی، نہایت دقیق مسائل تحریر فرمائے اور فتویٰ نویسی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

کہتے ہیں آپ کا فتویٰ سائل کے استفتاء کے مطابق ہوتا، اگر سوال منظوم ہے تو جواب بھی منظوم ہوتا، اور دونوں ہم وزن اور ہم قافیہ ہوتے، سوال مسجع نثری عبارت میں ہوتا تو جواب بھی ویسا ہی تحریر فرماتے، اگر سوال عربی زبان میں آتا تو جواب بھی اسی زبان میں جاتا، اور اگر ترکی زبان میں ہوتا تو جواب بھی ویسا ہی ہوتا۔

آپ ہم عصروں میں عم و عرفان اور فصل و کمال میں سب پر چھائے رہے، کسی کو آپ سے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی، درس و تدریس، افتاء و قضا کی مسرور فیات کی وجہ سے آپ نہایت عدیم الفرصت تھے، لہذا تصنیف و تالیف کے لئے آپ کو زیادہ فرصت نہیں مل سکی، پھر بھی آپ نے کچھ وقت اس تفسیر کے لئے نکالا اور تنظیم سرمایہ اہل علم کو عطا کیا، ساتھ ہی تفسیر کشاف پر حواشی لکھے اور ہدایہ کتاب البیوع پر بھی حاشیہ لکھا۔

آپ کا وصال قسطنطنیہ میں ہوا اور صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ ۹۸۲ھ کا زمانہ تھا۔ فرحمہ اللہ برحمۃ واسعہ۔

## تفسیر ارشاد لعقل

آپ نے یہ تفسیر لکھنا شروع کی تو درمیان میں بہت سے مشاغل پیش آئے حتیٰ کہ سورہ (ص) پر جا کر یہ سلسلہ رک گیا۔ آپ نے جو کچھ لکھا تھا شاہی دربار میں پیش کر دیا جس کو سلطان وقت سلیمان خان والی قسطنطنیہ نے بہت پسند کیا اور بہت کچھ انعام کے ساتھ آپ کا وظیفہ بھی پانچ سو درم یومیہ کے حساب سے بڑھا دیا۔ پھر جب آپ نے یہ تفسیر مکمل کر کے دوبارہ سلطان کے پاس بھیجی تو مزید انعامات سے نوازے گئے۔

حق بات یہ ہے کہ آپ کی یہ تفسیر اس میدان میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ حسن تحریر

میں حرف زنی کی رنج۔ آخر کار میں نے استخارہ کیا تو میرے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو دل میں اس بات کو پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ میرے احباب میں سے ایک صاحب نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں: فلاں سے کہو کہ قرآن کی تفسیر لکھیں۔ چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی۔

اس تفسیر میں مصنف نے رائج اقوال ذکر کئے ہیں، جہاں ضرورت سمجھی وہاں توجیہ اعراب کو بھی ذکر کیا اور تطویل سے اجتناب برتا ہے۔ قرأت سب سے کا ذکر بھی ہے۔ بعض مقامات پر چند اقوال بھی ذکر کئے ہیں لیکن ان میں پہلا قول قوی اور مصنف کے نزدیک رائج ترین ہوتا ہے۔

یہ تفسیر عبارت کے اعتبار سے درمیانی ہے، نہ تو اس میں تطویل ممل خواطر ہے اور نہ اجمال مخل مقاصد ہے۔ سلف کی تفسیر ماثور سے بھی ماخوذ ہے اور متاخرین مفسرین کے اقوال بھی جا بجا پائے جاتے ہیں۔ جیسے زخشری، بیضاوی اور بغوی وغیرہ، بہت سے مقامات پر آپ ان کے اقوال کو پسند کرتے ہیں اور ان کی توجیہ بھی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کو رد فرماتے ہیں۔

تفسیری نکات اور اعتراضات مع جواب بھی بعض مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ آیات میں مناسبت اور احکام فقہیہ بھی اس میں بیان کرتے ہیں۔ اسرائیلی روایات بھی واقعات کے ضمن میں ہیں۔ دراصل یہ تفسیر امام رازی کی تفسیر سے ماخوذ ہے اور چار جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

## ارشاد العقل السليم لابی السعود

اس کتاب کے مصنف ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ عمادی حنفی ہیں۔ ولادت ۸۹۳ھ میں ہوئی۔ جائے پیدائش شہر قسطنطنیہ ہے۔ آپ کا گھرانہ علم و فضل میں مشہور تھا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا: کہ آپ علم کی گود میں پلے بڑھے اور فضل کے پستان سے دودھ پیا۔ ہمیشہ علوم دینیہ کی خدمت میں مشغول رہے۔

اکثر کتابیں اپنے والدہ جد سے پڑھیں اور پھر جلیل القدر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا،

کہلائے اور بالاتفاق اہل علم آپ کے فضل و کمال کے قائل تھے۔

آپ تصنیف و تالیف میں مہارت تامہ رکھتے تھے، پختہ قلم کے مالک، املا و انشاء میں منفرد اور طرز تحریر میں یگانہ روزگار تھے، بہت سے رسائل و فتاویٰ تحریر فرمائے، لیکن آپ کے آثار علمیہ میں بہت کم باقی رہے اور امتداد زمانہ کی دبیر تہوں میں دب گئے۔

آپ ۱۲۲۸ھ۔ میں افتائے حنفیہ کے منصب پر فائز ہوئے اور مدرسہ مرجانیہ کے اوقاف کی تولیت بھی آپ کے سپرد کی گئی، اور یہ تولیت اس شرط کے ساتھ مشروط چلی آرہی تھی کہ جو علم علمائے بلد ہو وہی اس کا اہل قرار پائے گا۔ آپ نے یہ ذمہ داری ایسے اچھے طریقہ سے انجام دی کہ اس وقت کے وزیر اعظم رضا پاشا پر یہ واضح ہو گیا کہ میرے جتنے مصاحب ہیں ان میں سے آپ کا کوئی مد مقابل نہیں۔ آپ پندرہ سال اس منصب پر فائز رہے، پھر فتویٰ نویسی اور تولیت سے استعفیٰ دے کر تفسیر قرآن میں مشغول ہوئے اور اس کو مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے قسطنطنیہ کا سفر کر کے سلطان عبدالحمید خاں والی ترکستان کے سامنے اپنی اس عظیم تصنیف کو پیش کیا جس کو سلطان نے بہت پسند کیا۔

آپ اگرچہ حنفی افتاء کے مذہب پر ایک زمانہ فتویٰ دیتے رہے لیکن شافعی المذہب تھے، البتہ بہت سے مسائل میں امام اعظم کے مسلک پر گامزن رہے۔ آپ کا انتقال ۱۲۵۰ھ ذوالعقدہ جمعہ کے دن ہوا اور شیخ معروف کرنی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

## تفسیر روح المعانی

یہ تفسیر سلف صالحین کی آراء کو جامع ہیں۔ آپ نے روایت و درایت دونوں اعتبار سے اسلاف کی تفسیر کا خلاصہ پیش کیا۔ آپ اکثر و بیشتر تفسیر ابن عطیہ، تفسیر ابو حیان، تفسیر ابوالسعود تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر سے نقل کرتے ہیں۔ ہاں تفسیر کشاف بھی آپ کا ماخذ ہے۔

چونکہ آپ اہل سنت کے معتقدات کے حامل تھے۔ لہذا معتزلہ اور روافض پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ مسائل ریاضیہ و ہیئت اور مسائل نحویہ کی بحثیں بھی وافر مقدار میں ہیں اور فقہی احکام کا ذخیرہ بھی آپ نے جمع کیا ہے۔

اسرائیلی روایات پر سختی سے نوٹس لیتے ہیں اور خوب چھان بین کے بعد آخری فیصلہ

اور جمال تفسیر میں نہایت کو پہنچ ہو چکی ہوئی ہے، بلاغت قرآنیہ کے دور موز و اسرار مصنف نے بیان کئے کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کئے، اسی لئے اہل علم میں اس کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور بہت سے علماء نے اس کو سب سے بہتر تفسیر قرار دیا۔

عقد منظوم فی ذکر افاضل الروم میں ہے کہ صاحب ارشاد العقل نے اس تفسیر میں ایسے مضامین و رشاد فرمائے ہیں جو کسی دور میں کانوں میں نہ پڑے اور یہ مثل صادق آئی کہ "کہ نہ لے لاؤ نہ لاجر" پہلے لے لے گئی چیزیں بعد والوں کے لئے چھوڑ رکھی تھیں۔

فوائد البیہ فی تراجم الحنفیہ کے مصنف کہتے ہیں میں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا تو اس کو بہت خوب پایا۔ نہ یہ طویل ممل خواطر ہے اور نہ تفسیر مخل مقاصد۔ بہت سے لطائف و حکمت و متضمن اور فوائد و اشارات پر مشتمل ہے۔

## روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی

اس کتاب کے مصنف ابو الثنا سید محمد آفندی آلوسی بغدادی ہیں۔ لقب شہاب الدین تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں بغداد شریف کے نواح علاقہ کرخ میں ہوئی۔ آپ عراقی علماء میں اہل مقام کے حامل اور شیخ العلماء کے درجہ پر فائز تھے، بہت سے علوم کے جامع حتی کہ معقول و منقول میں یکا نہ روزگار تھے۔ فنون علماء سے علم حاصل کیا، ان میں آپ کے والد، شیخ خالد نقشبندی، اور شیخ علی سویدی ہیں۔

آپ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں تیرہ برس کی عمر سے مشغول ہوئے اور بہت سے علماء میں درس دیا، اور جب سے مسک حنفی کے مظاہر فتویٰ دینا شروع کیا اس وقت سے تمام علوم اپنے گھر ہی پر جانے، آپ کے تلامذہ میں وہ بھی ہوئے جو قضا اور دوسرے عظیم عہدوں پر فائز ہوئے، دور دراز کے مختلف شہروں سے طلبہ و فضلا کی جماعتیں آئیں اور آپ سے اکتساب علم کرتیں، طلبہ پر آپ نہایت مہربان رہتے، ان کے قیام و طعام کا انتظام خود کرتے، خود اپنے مکان عظیم الشان میں ٹھراتے، حتی کہ عراق میں آپ علم و فضل کے مرجع

اسی مجلس میں وزیر بھی موجود تھا وہ قاضی صاحب کے فضل و کمال کو سمجھ گیا اور اپنے پاس بٹھا کر پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں بیضاوی ہوں اور طلب قضا میں یہاں آیا ہوں۔ وزیر نے نہایت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ خلعت فاخرہ سے نواز کر رخصت کیا۔

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ ایک عرصہ تک یہیں قیام فرمایا اور شیخ محمد بن محمد کتھانی سے سفارش کی درخواست کی، اور شیخ نے موقع پا کر ان کے متعلق سفارش بھی کی مگر قاضی صاحب کا ارادہ بدل گیا اور منصب دنیویہ ترک کر کے شیخ کی خدمت ہی میں رہنے لگے اور آپ کے ایما پر ہی آپ نے بیضاوی جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی۔

آپ کا وصال تبریز میں ۶۹۱ھ میں ہوا۔ آپ نے اپنی یادگار میں بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

الغایۃ القصویٰ فقہ شافعی ہیں، منہاج الوصول اصول فقہ میں، طوابع الانوار علم کلام میں، شرح مصابیح حدیث میں، شرح کافیہ نحو میں، اور شرح مطالع منطق میں۔ لیکن ان میں آپ کی عظیم تصنیف ”انوار التزیل و اسرار التاویل“ جس کو غیر معمولی شہرت ملی اور آج بھی مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے۔

## تفسیر بیضاوی

آپ کی یہ تفسیر باعتبار حجم درمیانی تفسیر تھی۔ آپ نے اس میں تفسیر و تاویل دونوں کو جمع کیا ہے، یہ کتاب آپ نے کشف، تفسیر کبیر، تفسیر امام راغب اصفہانی سے اخذ کر کے لکھی۔ آپ کی یہ تفسیر کلام و حکمت کے حقائق، حدیث و سنت کے دقائق، معانی و بیان کے اسرار، رموز فلسفہ و میزان، وجوہ قرأت و تفسیر آیت، منقول و معقول تاویلات، صرف و نحو کی باریکیاں، لغات عربیہ کے مباحث، نظم قرآن کے محاسن وغیرہا صمد باعلوم پر مشتمل ہے۔ آپ نے یہ تفسیر خالص اہل سنت کے مذہب پر لکھی ہے۔ اس لئے اگرچہ کشف آپ کا ماخذ ہے لیکن آپ نے معتزلہ کے مذہب و مسلک کے دلائل کو یکسر اڑا دیا ہے۔ ہاں فضائل سور میں زختری کی اتباع کرتے ہوئے بہت سے مقامات پر موضوع احادیث ذکر کر دی ہیں جو

سنائے ہیں، وجوہ قرأت، آیات کے درمیان مناسبت اور شان نزول بیان کرنے کا التزام بھی ہے۔ تفسیر اشاری اور صوفیانہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ غرض کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر انسائیکلو پیڈیا ہے۔

## انوار التنزیل و اسرار التاویل للبیضاوی

اس تفسیر کے مصنف قاضی القضاة ابو الخیر عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی بیضاوی شافعی ہیں، لقب ناصر الدین تھا۔ بیضاوی بلاد فارس میں ایک شہر ہے جس کا علاقہ نہایت ہی خوشگوار اور سرسبز و شاداب اور موذی جانوروں سے پاک تھا۔ یہاں کے انور کا ایک ایک دانہ دس دس مثقال کا ہوتا ہے۔ اور ایک خاص قسم کا سیب ہوتا ہے جس کی گولائی دو باشت کی ہوتی ہے۔ اس کو شاہ گشتا شب نے اور بقول بعض حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نے تعمیر کیا تھا، فارسیوں کے عہد میں اس کو (دار سفید) کہتے تھے، تعریب کے بعد بیضا ہو گیا۔

آپ نہایت ہی عابد و زاہد، نیک و صالح، اور یگانہ روزگار امام تھے۔ ابتداء میں قضاء شیراز کے عہدہ پر نائز رہے۔ پھر وہاں سے معزول ہو کر تبریز تشریف لائے، اتفاق سے کسی فاضل کے حلقہ درس میں حاضر ہوئی اور آپ سب کے آخر میں اس طرح خاموشی سے بیٹھ گئے کہ حاضرین کو خبر نہ ہوئی۔ دوران درس فاضل مذکور نے کوئی اشکال پیش کیا اور حاضرین سے اس کا حل پوچھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ اگر کوئی اشکال حل نہ کر سکے تو کم از کم میرے طرز پر اشکال کا اعادہ ہی کر دے۔

یہ سن کر قاضی صاحب خاموش نہ رہ سکے اور جواب کی تقریر شروع کر دی، فاضل مذکور نے کہا: جب تک تم مجھے یہ باور نہ کرادو کہ تم میرا اشکال سمجھ گئے ہو اس وقت تک میں جواب نہیں سننا چاہتا۔ لہذا پہلے میرے اشکال کا اعادہ کرو۔ آپ نے بلا تامل انہیں الفاظ میں اشکال کا اعادہ کیا اور پھر تشفی بخش جواب دیا اور پھر فوراً ہی اس پر اشکال پیش کیا اور جواب کے طالب ہوئے، جس کا جواب فاضل مذکور سے نہ بن پڑا۔

## ساکلم تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام

ان تمام تفاسیر کے وافر ذخیرہ میں مجھے بالخصوص یہ بتانا ہے کہ اس فن میں امام احمد رضا قدس سرہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ بعض لوگ امام احمد رضا کا علم تفسیر میں کوئی مقام نہیں مانتے۔ ایسے لوگ درحقیقت امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر یہ بات کہتے ہیں۔ یا محض عناد و دشمنی کے طور پر۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں مخالفین نے بغیر تحقیق یہ جملہ لکھ دیا:

”کان قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر“ (۸)

یہ جملہ مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی کی طرف سے اپنے والد مولوی عبدالحی رائے بریلوی کی کتاب نزہۃ الخواطر پر اضافہ ہے۔ اور امام احمد رضا کی تصانیف سے ناواقفیت کا نتیجہ، یا بغض و عناد اور مخالفانہ جذبات کا عکاس۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسی کتاب میں امام موصوف اور ان کی بعض کتب کی مدح سرائی کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات، اور متبحر عالم تھے۔ رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل۔

وہ حرمت سجدہ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر بالخصوص انہوں نے ایک کتاب بنام ”الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحبۃ“ تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفور علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاویٰ اور ”کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم“ جو قیام مکہ مکرمہ کے درمیان لکھی اس پر شاہد عدل ہے۔ علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقيت، رمل، جفر میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

یہ مدحیہ کلمات (ص ۴۱) پر ہیں اور تنقیصی جملہ (ص ۴۲) پر۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ ندوی صاحب نے یہ دورخی پالیسی کیوں اپنائی۔ راقم الحروف تو یہ ہی سمجھتا ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا کی صرف بعض کتابوں کا

آپ کی علمی جلالت کے واقعی منافی ہے۔

بہر حال کتاب نہایت ہی اہمیت کے حامل ہے، اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ کسی زمانے میں قرآن کریم کے ساتھ لوگ اس کو بھی حفظ کرتے تھے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علم تفسیر اب فقط تفسیر ماثور میں منحصر نہیں رہا بلکہ اس نے ایک وسیع علم و فن کی شکل اختیار کر لی جو صد ہا شعبوں پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا احاطہ عادی طور پر ممکن نہیں۔ لہذا مفسرین میں کسی نے اپنا موضوع احکام قرآن کو بنایا اور کسی نے احادیث و آثار پر اقتصار کیا۔ کوئی وجوہ نظم اور اعراب قرآن کی وضاحت میں مصروف ہوا تو کسی نے اپنا موضوع تحریر چند مباحث پر مقتصر رکھا۔

دور حاضر میں اردو تفاسیر بھی منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئیں اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھا گیا۔ ان میں بعض تفاسیر کے اسماء اس طرح ہیں۔

اشرف التفاسیر المعروف بہ تفسیر نعیمی حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ۱۶ جلدیں

ضیاء القرآن محقق عصر علامہ پیر کرم شاہ ازہری ۵ جلدیں

فیوض الرحمن اردو ترجمہ روح البیان شیخ التفسیر علامہ فیض احمد اویسی ۱۵ جلدیں

ان کے علاوہ مختصر تفاسیر بھی لکھی گئیں جو بطور حاشیہ ترجمہ قرآن کو واضح کرنے کے

لئے منظر عام پر آئیں۔ ان میں خزائن العرفان (از صدر الافاضل) اور نور العرفان (از مفتی

احمد یار خاں نعیمی) یہ دونوں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے حاشیہ پر تحریر ہوئی ہیں

اور متداول و مقبول ہیں۔

اس موضوع پر تلاش جاری ہے، چند ضخیم کتابیں سامنے آئی ہیں۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ان کو بھی جمع کیا جائے گا۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ روایت کے ساتھ درایت حدیث اور اصول سے متعلق سیکڑوں صفحات میں بکھرے ہوئے امام احمد رضاؒ کے علمی جواہر پاروں کی جمع و ترتیب اس سلسلہ کو مزید وسعت دے گی اور مخالفین کے دعوے خاک میں ملتے نظر آئیں گے۔

اب چار ہزار سے زیادہ احادیث و آثار پر مشتمل مجموعہ بنام ”جامع الاحادیث“ سات ضخیم جلدوں میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پھر ندوی صاحب کے جملہ ”قلیل البضاعة فی الحدیث“ کی کیا حیثیت رہ گئی۔ ان کے جملے کا دوسرا جزء ہے ”والتفسیر“ یعنی امام احمد رضا حدیث کی طرح تفسیر میں بھی تہی دامن تھے۔

امام احمد رضا کی جو تصانیف دستیاب ہیں اگر ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس دعویٰ کی بھی قلعی کھل جائے گی۔ راقم الحروف نے تقریباً چھ سو آیات پر مشتمل تفسیری مباحث جمع کر کے قارئین کے سامنے پیش کر دیے ہیں۔ یہ (جامع الاحادیث) کا ایک باب ہے جو ”کتاب التفسیر“ کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مباحث کو پڑھ کر منصف مزاج حضرات اس بات کا ضرور اعتراف کریں گے کہ جو شخصیت ان آیات کی اس طرح محققانہ انداز میں تفسیر کر سکتی ہے وہ بلاشبہ پورے قرآن کی تفسیر پر قادر تھی اور تمام مضامین قرآن اس کے پیش نظر تھے۔

خیال رہے کہ امام موصوف نے ایک مستقل اور مختصر تفسیر بھی لکھنا شروع کی تھی جو سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی ۱۲ آیات تک پہنچ سکی۔ یا۔ پھر اتنی ہی دستیاب ہوئی اور باقی امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں دب گئی۔

پورے قرآن کریم کی تفسیر پر قدرت حاصل ہونے کی دلیل خود ان کا ترجمہ قرآن بھی ہے۔ آپ نے جس پس منظر میں ترجمہ کیا اس کی مثال صدیوں میں تلاش کرنا مشکل ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ اس طرح معرض وجود میں نہیں آیا جس طرح مترجمین عام طور سے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر، متعلقہ کتابوں کا انبار لگا کر، اور ترجمہ و تفسیر کی کتابیں دیکھ دیکھ کر معنی کا تعین کرتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کے بعد جب مترجم ترجمہ کرتا ہے تو بھی اس بات

مطالعہ کیا جس کے نتیجہ میں اس تضاد بیانی کا مظاہرہ ہوا۔ یا۔ ہو سکتا ہے ان کے نزدیک کسی علم میں مہارت کے لئے ضروری ہو کہ اس فن میں مستقل تصانیف ہوں جو تمام ابواب کو محیط ہوں۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس معیار پر بیشتر مفسرین و محدثین بھی قلیل البصائر اور تہی دامن شمار ہونگے۔ اور پہلے مرحلہ یعنی صحابہ و تابعین کے دور میں تو معدودے چند بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا، کہ اس دور میں تو نہ پورے قرآن کی تفسیر ہوئی اور نہ جمیع ابواب پر احادیث جمع ہوئیں۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اب جبکہ علوم و فنون مدون ہو چکے ہیں، تو کسی فن میں مہارت تامہ اس کے اصول و فروع کی تفصیلی معلومات اور اس علم کے متعلقات پر عبور حاصل کرنے پر موقوف ہے، اور جب ان چیزوں میں عمیق نگاہ اور وسعت مطالعہ ثابت ہو جائے تو پھر ضخیم مجلدات اور تمام ابواب کے احاطہ اور ترتیب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

اس نقطہ نگاہ سے امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ منصف مزاجی سے کیا جائے تو ہمیشہ بہا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

ہاں مخالفین کو اگر اس بات پر ہی اصرار ہو کہ جب تک ضخیم مجلدات اور مستقل تصانیف نہ ہوں اس وقت تک مہارت تسلیم نہیں۔ تو ہم اس نوعیت کا ثبوت بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ راقم الحروف نے آٹھ سال قبل امام احمد رضا کے علم حدیث کے تعلق سے معلومات فراہم کرنا شروع کی تھیں، زمانہ کی دست برد سے امام احمد رضا کی جو کتابیں محفوظ تھیں ان کو جمع کیا جن کی تعداد تین سو سے متجاوز نہ ہو سکی۔

ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے دوران جو احادیث سامنے آئیں ان کو جمع کیا اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ ان کتابوں میں پائی جانے والی تمام احادیث کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار ہوگی۔ لیکن میں نے مکررات کو حذف کیا۔ اور جن احادیث کی متعدد سندیں تھیں ان کو بھی ترک کیا۔ اس کے باوجود یہ تعداد (۳۶۶۳) احادیث و آثار تک پہنچی جو بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہا صحاح ستہ کی غیر مکرر احادیث سے کسی طرح کم نہیں۔ جب کہ یہ صرف تین سو تصانیف کا سرمایہ ہے اور یہ تعداد امام احمد رضا کی جملہ تصانیف کا تہائی حصہ ہیں۔ اگر تمام تصانیف دستیاب ہو جائیں اور ان کی تمام احادیث کو جمع کر دیا جاتا تو یہ سلسلہ کہاں پہنچتا؟ مزید

احمد رضا کا ترجمہ کنز الایمان سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت و نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔ (۱۰)

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ اس ترجمہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی۔ اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو۔ ناموس توحید و رسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیم شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔ (۱۱)

علامہ آس اختر صاحب متبہاتی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

امام احمد رضا قادری نے عشق و محبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ایک ترجمہ کیا ہے جو علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ مصنف بہار شریعت کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا گیا۔

کتب تفسیر و لغت وغیرہ دیکھے بغیر آپ زبانی فی البدیہہ بر جستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے، اور جب صدر الشریعہ و دیگر علمائے کرام اس ترجمہ کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔ (۱۲)

اور حد تو یہ ہے کہ امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان استاد سعید بن یوسف زئی بھی برملا

اعتراف کرتے ہیں:

کی کوئی ضمانت نہیں کہ اس کا قلم رطب و یا بس سے پاک رہے، اور دین و دیانت کی پاسداری میں کانٹے کی تول پورا اترے۔

امام احمد رضا کی مصروف ترین زندگی عام مترجمین کی طرح ان تمام تیاریوں اور کامل اہتمامات کی متحمل کہاں تھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ بہت سے موضوع ان کے یہاں قلم اٹھانے کا موقع بھی نہیں دیتے تھے۔ اس لئے بعض مواقع پر زبانی جواب عنایت فرماتے اور دوسرے حضرات کو لکھواتے۔ املا کرانے کی شان بھی یہ تھی کہ چار چار چھ لوگ لکھتے اور سب کو بالترتیب علیحدہ علیحدہ مضامین لکھواتے۔ ترجمہ قرآن کی نوعیت بھی اس طرح تھی۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ نے ترجمہ قرآن کی امام احمد رضا سے گزارش کی۔ کاموں کے ہجوم میں اس اہم کام کے لئے علیحدہ سے وقت ملتا نظر نہ آیا تو صدر الشریعہ دو پہر قیلولہ کے وقت قلم و قرطاس لے کر حاضر ہو گئے۔ ہر دن ایسے ہی وقت حاضر ہوتے، امام احمد رضا ترجمہ املا کرتے اور صدر الشریعہ لکھتے جاتے حتیٰ کہ یہ کام ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں مکمل ہو گیا۔ کیا تاریخ تراجم میں کوئی اور بھی ایسی مثال ملے گی؟

پھر یہ ترجمہ کس انداز سے ہوا؟ اور کس خوش اسلوبی سے معروض وجود میں آیا؟ اس کی ایک جھلک ارباب علم و ادب اور صاحبان فضل و کمال کے تاثرات سے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوئی فرماتے ہیں:

علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔ اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔ (۹)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

انہوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔ شان نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہ ہی سبب ہے کہ اگر قرآن پا ک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام

متفرع اور انہیں سے ماخوذ ہے۔ ترتیب اس طرح ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن۔

تفسیر القرآن بالحدیث

تفسیر القرآن بآثار الصحابة والتابعین العظام

تفسیر القرآن باللغة العربية والقواعد الاسلامية

اور پانچواں طریقہ یہ کہ مندرجہ بالا میں سے کسی کے ذریعہ مؤید و ثابت ہو۔ لہذا اس مقالہ میں امام احمد رضا کے تفسیری مباحث ان تمام پہلوؤں سے ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی مہارت و عبقریت کی داد دیں۔

## تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن کریم کی کچھ آیات ایسی ہیں جو مکرر ارشاد ہوئیں۔ اور بعض تھوڑے فرق سے متعدد مواقع پر نازل ہوئیں۔ لہذا تفسیر کے وقت اس بات کا خیال ضروری ہے کہ ان آیات کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اس طرح بسا اوقات ایسا ہوگا کہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی نظر آئے گی اور مطالب قرآن و مراد الہی کی صاف صاف وضاحت ہو جائے گی۔ اس طرح کی مثالیں تصانیف رضویہ میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

مثال اول = امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ کے سلسلہ میں ایک آیت نقل فرمائی:

”وما ارسلناك الا كافة للناس“ [سورة سبا - ۲۸]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی

ہے۔

اس کی مزید وضاحت و تفسیر کے لئے دوسری آیت پیش فرمائی:

”تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً“

[سورة الفرقان - ۱]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر

یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء ہو، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ، امام احمد رضا خاں نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ مناسب و مناسباً "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے مقام عالی شان کو برجہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔

(۱۳)

ایک غیر جانب دار عالم اور ممتاز صحافی کوثر نیازی نے یوں بیان کیا۔  
 امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، کنز الایمان روح پرور ترجمہ، عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔ (۱۴)  
 ان شہادتوں سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا کی علوم قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ جس شخص کی نگاہ اتنی عمیق ہو پھر اس کو اس فن میں قلیل البصاۃ کہنا حقیقت سے کوسوں دور کی بات ہے۔  
 ماہرین فن نے اس ترجمہ کا مستند تفاسیر سے مقابلہ کیا تو عین مطابق پایا۔ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت کا ترجمان قرار دیا۔ قرآنی حقائق و معارف کا آئینہ بتاتا۔ لیکن عناد پسند طبیعتیں علوم قرآن سے تہی دامن ہی مجتہدی رہیں۔  
 اس موضوع کے تعلق سے اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ میں اس تفصیل میں نہ جا کر چند مثالیں ان کے علوم قرآن پر گہری نظر اور تفسیری معلومات میں رسوخ کامل سے متعلق پیش کر رہا ہوں۔

ائمہ تفاسیر نے تفسیر قرآن کیلئے چار اصول متعین کئے ہیں اور پانچواں اصول انہیں پر

[سورة النمل ۴۵]

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو۔

”وقال تعالیٰ: ولو طأ اذقال لقومه“ [سورة الاعراف - ۱۸۰]

اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔

وقال تعالیٰ: والی مدین اخاهم شعيباً“ [سورة الاعراف ۱۸۵]

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ: ثم بعثنا من بعضهم موسى باياتنا الى فرعون وملاً ۵“

[سورة الاعراف ۱۰۳]

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اسکے درباہوں کی طرف

بھیجا۔

وقال تعالیٰ فی یونس علیہ السلام: وارسلناہ الی مائة الف او یزیدون“

[سورة الصافات - ۱۴۷]

اور ہم نے اس کو لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔

یہ آیات پیش فرما کر لکھتے ہیں کہ حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد سے ہے۔

دارمی، ابو یعلیٰ، طبرانی اور بیہقی روایت کرتے ہیں اس جناب نے فرمایا:

ان الله فضل محمداً أصلى الله تعالى عليه وسلم على الانبياء وعلى اهل

السماء۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا:

ان الله تعالى قال: ”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قِـمـد“

[سورة ابراهيم - ۴]

وقال لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم: ”وما ارسلنا الا كافة للناس -

[سورة سبا - ۲۸]

پہلی آیت سے حضور کی بعثت تمام انسانوں کی طرف معلوم ہوئی تھی، لیکن دوسری آیت نے واضح کر دیا کہ آپ تمام جہان کے رسول ہیں۔

اب امام احمد رضا کا تشریحی بیان سنئے۔ فرماتے ہیں:

تو حضور کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔ علما فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن و انس کو شامل ہونا جماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ ”کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا اجلال جبرئیل“ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سماء و جبال و بحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ و دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ ”عالمیں“ اور روایت صحیح مسلم میں لفظ ”خلق“ و ”بھی مؤکد بہ کلمہ“ کافہ“ اس مطلب پر احسن الدلائل۔

تجلی الیقین ص ۲۶

مثال دوم: انبیائے سابقین کی بعثت کے تعلق سے امام احمد رضا نے ایک آیت تحریر فرمائی:

”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ“ [سورۃ ابراہیم - ۴]

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

اس آیت کی تفسیر میں آپ نے مندرجہ ذیل آیات پیش فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کر کے بھیجے جاتے۔

اقول: وقال اللہ تعالیٰ:

ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ فلبث فیہم الف سنة الا خمسین عاماً“

[سورۃ عنکبوت - ۱۴]

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس

رہا۔

وقال تعالیٰ: ”والی عا داخا ہم ہو دا“ [سورۃ ہود - ۵]

اور عا کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ: ولقد ارسلنا الی ثمود انا ہم صالحا ان عبدوا اللہ“

القاء ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر و اوفی ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی و نقلہ عنہ فی الکبیر الرازی۔

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

حلم: کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

”دع اذہم و توکل علی اللہ“ [سورۃ الاحزاب - ۴۸]

صبر: کہ ان کی اذیتوں سے گھبرانہ جائیں۔

”فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل“ [سورۃ الاحقاف - ۳۵]

تواضع: کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

”واخفض جناحک لمن اتعک من المؤمنین“ [سورۃ الشعراء - ۲۱۵]

رفق ولینت: کہ قلوب ان کی طرف راغب نہ ہوں۔

”فبما رحمة من اللہ لنت لہم“ [سورۃ ال عمران - ۱۵۹]

رحمت: کہ واسطہ افاضہ خیرات ہو۔

”رحمة للذین آمنوا منکم“ [سورۃ التوبہ - ۶۱]

شجاعت: کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

”انی لا یخاف لدی المرسلون“ [سورۃ النمل - ۱۰]

جو دوسخا اور: کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

”فان الانسان عبید الاحسان و جبلت القلوب علی حب من احسن

الیہا“

”ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک“ [سورۃ الاسراء - ۲۹]

عفو و مغفرت: کہ نادان جاہل فیض پاس کی۔

”فاعف عنہم و اصفح ان اللہ یحب المحسنین“

[سورۃ المائدہ - ۵]

استغناء و قناعت: کہ جہاں اس دعویٰ عظمیٰ کو طلب دنیا پر مچھول نہ کریں۔

اب نظر کیجئے! کہ یہ آیت کتنی بوجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جت ہے۔

اولاً: اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین صیغہ الصلوٰۃ والتسليم ایک ایک شہرے نام نہ تھے۔ اور حضور پر نور سید المرسلین صدقات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین سلطان ہفت کشور بلکہ بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً: اعبائے رسالت سخت برانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔

انا سنلتی غیبک فولا تغیباً " [سورۃ المزمل ۱۵]

اسی لئے مومک و ہارون سے غائب ہونے کو پہلے ہی تاکید ہوئی۔

لا تسبانی ذکری " [سورۃ طہ - ۱۴۲]

دیکھو میرے ذکر میں ست نہ ہو جانا۔

پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جس کی رسالت نے اس و جن و شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی موانعت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر۔ اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر۔ فصل العبادات احمدیہ۔

ثالثاً: جیسا جلیل کام ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے۔ اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو۔ لاجرم رسالت خاصہ و بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور رسول اکمل میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم۔

رابعاً: یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہوا سے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ کہ جس طرح بڑے کام پڑ چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر زنگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً: جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظام ریاست میں فوج و خزانہ اسی کے لائق درکار، اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق و نظم و نسق میں اسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائید و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء صیغہ الصلوٰۃ و الثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلب اقدس پر

اعتدال پر رہیں۔

”واتواحقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین“

| سورۃ الانعام - ۱۴۲ |

اور بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

”ولا تبذر تبذیرا ﴿۱﴾ ان المبذورین کانوا الخوان الشیاطین وکان

الشیطان لربہ کفورا“

| سورۃ الاسراء - ۲۶ - ۲۷ |

اور فضول نہ اڑا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

رب کا بڑا ناشکر ہے۔

مثال چہارم: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیگر انبیا، و مرسلین پر فضیلت

اجمالاً اس آیت سے ثابت ہوتی ہے:

”تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم

درجات“

| سورۃ البقرۃ - ۲۵۳ |

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک دوسرے پر افضل کیا اس میں کسی سے اللہ نے کلام

فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

امام احمد رضا اس اجمال کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں:

قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات و محاورات و نقل اقوال و ذکر احوال پر نظر کیجئے تو ہر

جگہ اس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان سب انبیاء کرام سبھیہم الصلوٰۃ والسلام سے بلند نظر

آتی ہے۔

یہ وہ بحرِ خار ہے جس کی تفصیل کو دفترِ درکار۔ فقیر اول ائمہ کرام کے چند اخراجات ذکر

کر کے پھر بعض امتیازات کہ باندک تامل اس وقت ذہن قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے۔

تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد نہیں پر اختصار کا باعث ہوا۔

(۱) حلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام و اسجیل سے نقل فرمایا:

[ سورۃ الشعراء - ۸۷ ]

”ولا تحزنی یوم یبعثون“

”لا تمدن عینک الی مامتنا بہا ارواجا منهم“

[سورۃ حجر - ۸۸]

اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔  
جمال عدل: کہ شریف و تادیب و زریعت امت میں جس کی رعایت کریں۔

”وإن حکمت فاحکم بینہم بالتوسط“ [سورۃ مائدہ - ۲]  
کمال عقل: کہ اصل فضائل و منبع نوحل سے۔ واپس عورت بھی نہیں ہوئی۔ نہ بھی  
اہل بادیہ و سکان وہ کو نبوت ملی کہ جفا و غلطت ان کی طبیعت ہے

”وما ارسلنا من قبلك الا رجالا“

[سورۃ یوسف - ۱۰۹]

اس طرح نظافت نسب و حسن سیرت و صورت کبھی صفات جمیلہ کی جنت ہے۔ کہ ان  
کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انھیں خزانوں سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو  
عطا ہوتے ہیں۔ پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزانوں عظیم۔ بجل الیقین ۳۰

مثال سوم: فضول خرچی اور بخل دونوں ہی مذموم ہیں: حتیٰ کہ سناے خیر میں بھی  
شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ امام احمد رضا نے میانہ روی کے سلسلہ میں یہ آیت نقل  
فرمائی:

”ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسبھا الی سبط فتعدا ملوما

محسورا“

[سورۃ لاسرء - ۲۹]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا کر نہ کر اور۔ پر کھال دے نہ تو بیٹھ رہے مامت

کیا ہوا تھکا ہوا۔

اس آیت کے دوسرے جزء میں بسط و کشاد سے ممانعت کا مطلب اسراف و تبذیر اور  
بے جا خرچ سے باز رکھنا ہے جس کی وضاحت و تفسیر دوسری آیات میں اس طرح آئی۔

”والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً“

[سورۃ الفرقان - ۶۷]

اور۔ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ سرفور و نہ بخل کریں اور نہ دووں کے بیچ

اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(۵) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا! انہوں نے خدا کی رضا چاہی۔

”وعجلت الیک رب لترضی“ [سورۃ طہ - ۸۴]

اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بتایا، خدا نے ان کی رضا چاہی۔

”ولسوف یعطیک ربک فترضی“ [سورۃ الضحیٰ - ۵]

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

فلنولینک قبلۃ ترضاہا۔ [سورۃ البقرۃ - ۱۴۴]

تو ہم تمہیں اس جانب پیش کریں گے جس سے تم راضی ہو

(۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوف فرعون مصر سے تشریف لے جانا لفظ فرار سے

نقل فرمایا۔

”ففررت منکم لما خفتکم“ [سورۃ الشعراء - ۲۱]

اور میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا با حسن عبارت ادا فرمایا۔

”واذ یمکر بک الذین کفروا“ [سورۃ الانفال - ۳۰]

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا۔

”وانا اخترتک فاستمع لما یوحی، اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی“

[سورۃ طہ - ۱۲ - ۱۳]

اور میں نے تجھے پسند کیا اور اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بے شک میں ہی

ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کر۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فوق السموات مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا۔

”فاوحی الی عبدہ ما ووحی“ [سورۃ النجم - ۱۰]

اور وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔

حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد فرمایا۔

”یوم لا یحزنی اللہ السی والذلیل أمیر معہ“ [سورۃ التحریم - ۸]

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو۔

حضور کے صدقہ میں صحابہ بھی اس بشارت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنا کے وصال نکل کی۔

”انی ذاہب اسی رہنہ سببہ۔“ [سورۃ الصافات - ۹۹]

اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود بلا مرغی کے دولت کی خبر دی۔

”سبحان الذی اسری بعبدہ الایۃ“ [سورۃ الاسراء - ۱]

پاکی ہے اسے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا۔

(۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزو کے حمد ایت نکل فرمائی۔

”سیندین“ [سورۃ الصافات - ۲]

اور کہیں سیدھی راہ دکھاوے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا:

وینہدیک صراطا مستقیما۔ [سورۃ الفتح - ۲۶]

اور اللہ آپ کو سیدھی راہ پر گامزن رکھے گا

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا، فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے۔

”ہا اناک حدیث ضیف ابراہیم المکریم“ [سورۃ الذاریات - ۲۴]

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرمایا، فرشتے ان کے لشکری و سپاہی بنے۔

”وایدہ بجنود لم تروہا“ [سورۃ التوبہ - ۴۰]

اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

”والملائکہ بعد ذلک ضییرا“ [سورۃ التحریم - ۴]

(۱۱) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا، انہوں نے پچھلوں میں اپنا ذکر بمیل باقی رہنے کی دعا کی۔

”واجعل لی لسان صدق فی الآخِرین“ [سورة الشعراء - ۸۴]

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود فرمایا:

”ورفعنا لک ذکرك“ [سورة الانشراح - ۴]

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

”عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً“ [سورة الاسراء - ۷۹]

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(۱۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انہوں نے قوم لوط علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے رفع عذاب میں بہت کوشش کی۔ مگر حکم ہوا:

”یا ابراہیم اعرض عن هذا“ [سورة هود - ۷۶]

اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ۔

عرض کی: ”ان فیہا لوطا“ [سورة العنکبوت - ۳۲]

اس بستی میں لوط ہے۔ حکم ہوا۔

”نحن اعلم بمن هو“ [سورة العنکبوت - ۳۲]

ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا۔

”وما کان اللہ لیعد بہم وانت فیہم“ [سورة الانفال - ۳۳]

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما

ہو۔

(۱۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا۔

”ربنا وتقبل دعاء“ [سورة ابراہیم - ۴۰]

اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے۔

(۸) داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کو ارشاد ہوا۔

’وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ‘ [سورة ص - ۲۶]  
اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔  
حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا۔

’وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحي‘ [سورة النجم - ۴]  
اور نہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مکر و حی جو انہیں کی جاتی ہے۔  
وبالله التوفيق۔

## اب فقیر عرض کرتا ہے

(۹) نوح و ہود علیہما الصلاۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی۔

’رب انصرنی بما کذبوں‘ [سورة المؤمنون - ۲۶]

اے میرے رب میری مدد فرما۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا۔

’وینصرك الله نصراً عزيزاً‘ [سورة الفتح - ۲]

اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے گا۔

(۱۰) نوح و حلیل علیہما الصلاۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امت کی دعائے

مغفرت کی۔

’رب اغفر لی وللمؤمنین و للمؤمنات‘

[سورة ابراہیم - ۴۱]

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن

حساب قائم ہو۔

حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگ۔

’واستغفر لذنوبك وللمؤمنین و للمؤمنات‘ [سورة محمد - ۱۹]

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی

مانگو۔

لئے: لفاظ ابہام بیان فرمائی۔

”اذ یغشی السدرۃ ما یغشی“ [سورۃ النجم - ۱۶]

جب سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔

(۱۷) ہاں کلیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا انہوں نے فرعون کے پاس

جاتے اننا خوف عرض کہا۔

”رنا ان یخافوا ان یفرط علینا وان یطعی“ [سورۃ طہ - ۴۵]

اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے

پیش آئے۔

اس پر حکم ہوا۔ ”لا تحافا اسی معکما اسمع واری“ [سورۃ طہ - ۴۶]

ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود مرثدہ نگہبانی دیا۔

”واللہ نعصمک من الناس“ [سورۃ المائدہ - ۶۷]

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

(۱۸) صحیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا! ان سے پرانی بات پر یوں سوال ہو

گا۔

”ینعیسی ابن مریم! أنت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون

[سورۃ المائدہ - ۱۱۶]

اللہ“

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ، کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا

دو اللہ کے سوا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے

جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے بھی ہوا، مگر یہاں جو شان لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابل غور ہے۔

”عفا اللہ عنک لم اذنت لہم“ [سورۃ التوبہ - ۴۳]

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دیدیا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خلیفوں کو ارشاد ہوا۔

”وقال ربکم ادعونی استجب لکم“ [سورۃ عافر - ۶۰]

اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) خطیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی۔

”فلما اتھا سو دی من شاطی الوادی لایس فی البقعة المبارکة من

الشجرة“

[سورۃ القصص - ۲۰]

پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا، ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت

والے مقام میں پڑے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج سدرة المنتہی و فردوس اعلیٰ تک بیان فرمائی۔

”عند سدرة المنتہی عندھا جنة الماوی“ [سورۃ النجم - ۱۴]

سدرة المنتہی کے پاس اس کے پاس جنت الماوی ہے۔

(۱۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت نقل کی۔

”ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الی ہارون“

[سورۃ الشعراء - ۱۳]

اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود شرح صدر کی دولت بخشی اور اس سے منت عظمیٰ رہی،

”الم نشرح لک صدرك“ [سورۃ الانشراح - ۱]

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

(۱۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حجاب نازل ہوا۔

”فلما جاء ہا نو دی ان بورک من فی النار ومن حولہا“

[سورۃ النمل - ۸]

پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں

ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس میں یعنی فرشتے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جلوہ نور سے تدلی ہوئی اور وہ بھی غایت حمیم و عظیم کے

”ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وحاتم النبیین“

[سورة الاحزاب - ۴۰]

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں

پچھلے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہی بیان کیا جاتا رہا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و مرسلین میں پچھلے اور سب کے بعد آخر زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو۔ یا۔ اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے کا فر مرتد ملعون ہے۔ بعض لوگوں یعنی وہابیہ کے قاسم العلوم مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے دل سے معنی گڑھے اور بے جاتاویل کر کے اس کا مطلب بیان کیا کہ آپ نبی بالذات ہیں۔ لہذا آپ کے زمانہ میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

امام احمد رضا نے اس قول کو قرآن میں تحریف قرار دیا اور اس باطل عقیدہ کی دھجیاں اڑادیں اور سیکڑوں احادیث خاتم النبیین کی تفسیر میں پیش فرما میں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ آپ کی بعثت سب کے آخر میں ہوئی۔ تفصیل کے لئے جزاء اللہ عدوہ۔ یا۔ اسی جامع الاحادیث کی جلد چہارم ملاحظہ کریں۔

بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی داراً فاکملھا واحسنھا الا موضع لبنة، فجعل الناس یدخلونھا یتعجبون منها ویقولون: لولا موضع اللبنة فانا موضع اللبنة فختم بی الانبیاء۔

۱۔	جامع الصحیح للبخاری،	باب حاتم النبیین	۱/۱۰۰
	الصحیح لمسلم،	باب ذکر کونہ ﷺ حاتم النبیین	۲/۲۴۸
	الجامع للترمذی،	باب ما جاء من مثل مثلی الانبیاء	۲/۱۰۹
	المسند للحمیدی،	المصنف لابن ابی شیبہ،	۱۱/۴۹۹

بحان اللہ اسوال صحیح ہے۔۔۔ بحث کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔  
(۱۹) صحیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا۔ انہوں نے اپنی انتوں سے مدد طلب کی۔

”فلما احس عیسیٰ مہم الکفر قال من نصاری الی اللہ ، قال الحواریون  
نحر انصار اللہ“ [سورۃ آل عمران - ۵۳]  
پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر یا بولائوں میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے  
حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت انبیاء مرسلین و حکم نصرت ہوا۔  
”لستو منن بہ ولتنصرنہ“ [سورۃ آل عمران - ۸۱]  
تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لاؤ اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔  
غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلیٰ نہیں ملا۔ اور جو انہیں ملا وہ کسی  
کو ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری انجیہ خوباں ہمہ داند تو تنہا داری  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و صحابہ وسلم و بارک و کرم۔ والحمد للہ رب العالمین۔  
بجلی التین ۶۷

## تفسیر القرآن بالاحادیث

یہ موضوع بسیط و عظیم ہے۔ امام احمد رضا کی تصانیف اس سے مالا مال ہیں۔  
آپ کا طرز تحریر ہی یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اور کوئی بحث چھیڑتے  
ہیں تو پہلے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تفسیر میں احادیث  
کی کتابوں کو کھنگالتے ہیں اور حنفی فرط اس پر جب حد تک کے ساتھ سمجھتے ہیں تو حفاظ  
حدیث کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

مثال اول۔ عقیدہ ختم سورت کے ثبوت میں قرون اولیٰ سے یہ آیت بیش کی جاتی

رہی ہے۔

۴۔ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان لی اسماء، انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یحو اللہ بی وانا حاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استاد رہا: یا بتک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے آمر مٹاتا ہے میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

جزاء اللہ عدوہ ۲۳

۵۔ عن ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اربہ ادرك بی الا حلال الم وجواختار من احبیرا محسن الذی یحشر الناس السابقون یوم القیامہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ نے مجھے مدت اخیر زمانہ انتظار پر پہنچایا اور مجھے جن کر پسند فرمایا وہ میں سب سے بچھلے اور ہمیں روز قیامت سب سے اگلے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جزاء اللہ عدوہ: ۳۳

۶۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کنت اول النبین فی الخلق و اخرهم فی الدنیا۔

۷۲۷/۱	تفسیر سورہ الصف،	الجامع الصحیح للبخاری،	۴۔
۲۶۱/۲	کتاب الفصائل	الصحیح لمسلم،	
۱۰۷/۲	باب ما جاء فی اسماء النبی ﷺ،	الجامع للترمذی،	
۱۹۶۵۷	☆ المصنف لا لعد شراف	المسند لا حمد بن حنبل،	۸۰/۴
۱۲۲/۲	☆ المعجم الکبیر للطبرانی،	المسند للحمید بن،	۵۵۵
۳۰۵/۶	☆ لدانۃ والہانۃ لابن کثیر،	السنن للدارمی،	۲۰/۱
۴۰/۱	☆ جمع الجوامع	کنز العمال لمنقذی،	۳۲۰۸۰

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کر دیئے گئے۔

المبین ۲۳

۲۔ عن حدیث ابن ابی عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فی امتی کذابون و دجالون و سبعمائة و عشرون، منهم اربعة نسوة، وانی خاتم النبیین لانی بعدی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے، ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انزل آدم بالہند و استوحش فرس۔ حمرین فسادی بالادب۔ لہ۔ کفر۔ مرتین، اشهد ان لا اله الا الله۔ رس۔ محمد۔ رسول اللہ۔ مرتین، قال آدم، محمد قال: احمر و لثک بالاساء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت سے بندوں کو اتارے تو تمہارے، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتر کر ادا ان دن، جب نام پاک آیا آدم علیہا الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: محمد کون ہیں؟ کہا: آپ کی اولاد میں سب سے بچھے ہی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جزاء اللہ عدوہ ۱۵

۵۰/۱	باب حاتمہ لیسہ	جامع الصحیح للمحاری،	۲
۳۹/۲	باب حاتمہ لیسہ	الصحیح لمسلم،	
۴۵/۲	باب ما جاء لا تقام الساعة	الجامع مع الترمذی،	

قَالَ: لَا، قَالَ: اِرْجِعْ، فَلَنْ نَسْتَعِينَنَّ بِمُشْرِكٍ، قَالَ: ثُمَّ لِحِقَّةٍ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَفَرِحَ بِذَلِكَ  
 اصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ قُوَّةٌ وَجَلْدٌ. فَقَالَ  
 حَيْثُ لَا تَبْعَكَ وَاصِيبَ مَعَكَ، قَالَ: تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اِرْجِعْ،  
 فَلَنْ نَسْتَعِينَنَّ بِمُشْرِكٍ، قَالَ: ثُمَّ لِحِقَّةٍ حَيْثُ ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ: مِثْلَ ذَلِكَ،  
 قَالَ: تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَحَرِّجْ -

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ  
 جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے، سنکستان و برہ (کہ مدینہ طیبہ سے  
 چار میل ہے) ایک شخص جسکی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہوا۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر خوش  
 ہوئے۔ اس نے عرض کی: میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور قریش  
 سے جو مال ہاتھ لگے اس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ، فرمایا: پلٹ جا، ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ  
 چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ  
 میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ کرام خوش ہوئے کہ واپس آیا، وہی پہلی بات عرض کی حضور  
 نے وہی جواب ارشاد فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ، فرمایا: واپس جا، ہم  
 ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب وادی میں پہنچے وہ پھر  
 آیا۔ صحابہ کرام خوش ہوئے۔ اس نے وہی عرض کی حضور نے فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان  
 لاتا ہے؟ عرض کیا: ہاں، فرمایا: ہاں اب چلو۔

۹۔ عن حبيب بن يساف رضى الله تعالى عنه قال حرج النبي صلى الله تعالى  
 عليه وسلم يُرْدُّ وَجْهًا فَأَتَيْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي، فَقُلْنَا: إِنَّا نَكْرَهُ أَنْ نَسِيَّ قَوْمَنَا  
 مُشْهِدًا وَلَا نَسِيَّهُ مَعَهُمْ، فَقَالَ: أَسَلِمْتُمَا؟ فَقُلْنَا: لَا، قَالَ: فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ  
 بِالْمُشْرِكِينَ، قَالَ: فَأَسَلِمْتُمَا وَنَسِيْتُمَا مَعَهُ، فَصَرَبْنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى عَاتِقِي



فرمائے، اس کا استقصاء و احاطہ ممکن نہیں۔ آپ کی عظمت شان اور فضیلت مقام کی گواہی قرآن کے ساتھ دیگر کتب آسمانی بھی دیتی ہیں۔ بلکہ ہر نبی و رسول کا وظیفہ ہمارے سرکار کے مناقب و محامد رہا۔ اور ان سب سے ان کا عہد و میثاق میں وعدہ لیا گیا تھا۔ لہذا وہ سب اپنے اپنے زمانوں، شہروں اور قوموں میں اس کا اعلان کرتے آئے حتیٰ کہ سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے آخر میں آئے تو صاف اعلان فرمایا۔

”و مبشر ابر رسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ [سورۃ الصف - ۶]

قرآن سے آپ کی فضیلت کلیہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں امام احمد رضا نے یہ آیت پیش فرمائی۔

”تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض“ [سورۃ البقرۃ - ۲۵۳]

پھر اس کی صراحت اور مختلف النوع فضائل کا اثبات احادیث مبارکہ سے فرمایا، گویا یہ احادیث اس آیت کی تفسیر فرما رہی ہیں۔ بعض احادیث ملاحظہ کریں۔

۱۱۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، وموسى نجیاً واتخذنی حبیباً، ثم قال: وعزتی و جلالی لا و ترن حبیبی علی خلیلی و نجی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل اور حضرت موسیٰ کو نجی کیا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! بے شک اپنے پیارے کو اپنے خلیل و نجی پر تفضیل دوں گا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

۱۲۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

۱۱۔ كتر العمال للمتقى، ۳۱۸۹۳، ۴۰۶/۱۱، الدر المنتور المسبوحی، ۳۱۱۲

الدلالی المصنوعۃ للموضی، ۱۴۱/۱، تزییہ الشریعہ لاس عاق، ۳۳۲

۱۲۔ المدایہ و النہایۃ لاس کبیر، ۳۳۱، تاریخ دمشق لاس عمسا کر، ۴۶

فَقَتَلْتُ رَجُلًا، وَتَزَوَّجْتُ بِأَبْنَتِهِ نَعْدَ ذَلِكَ، فَكَانَتْ تَقُولُ: لَا عَدَمْتُ بِخُلَاوٍ  
شَحَكَ هَذَا الْوِشَاحُ، فَأَقُولُ لَهَا: لَا عَدَمْتُ رَجُلًا أَعْمَلْتُ أَبَاكَ إِلَى النَّارِ.

حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم ایک غزوہ (یعنی بدر) کو تشریف لے جاتے تھے۔ میں اور میری قوم سے ایک  
تخص خاص حاضر ہوئے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ  
میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ نسہاء ایک بڑا بڑا ہوتے والا قوم  
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا نہ فرمایا یہ ہم تم  
مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں سلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس  
شریک جہاد ہوئے۔ ایک مشرک نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر  
کچھ ایام بعد میں نے انکی بیٹی سے شادی کر لی۔ وہ کہتی تھی تم نے اپنی اس تلوار سے ایک مرد کو فناء  
کر دیا، تو میں کہتا میں نے فناء نہیں کیا۔ یہ ہے باپ و نانا میں جلدی بھیج دیا۔

۱۰۔ عن انس بن مالك قال سمعت رسول الله  
صلى الله عليه وسلم حين حلف به يوم  
قالوا انسى فقال هو حلف به يوم  
على ديبه قال بلى نعم فسر حلفه  
لا سمعنا لئلا نكون

الحج المونتمه ص ۶۲

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز احد تشریف لے چلے۔ جب تہذیب الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری  
لشکر ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: یہ کون؟ عرض کی گئی یہ وہ بنی قینقاع قوم عبد اللہ بن سلام فرمایا کیا  
اسلام لے آئے۔ عرض کی: نہ، وہ بنی نضیر ہیں۔ فرمایا: ان سے کہہ دو لوٹ جائیں، ہم  
مشرکین سے نمودار کرتے۔

مثال سوم: حضور اہل المرسلین علیہم السلام و اللہ تعالیٰ سے بے شمار فضائل عطا

تعالیٰ علیہ وسلم: فضلت علی الانبیاء بست۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت دیا گیا۔

۱۵۔ عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان جبرئيل بشرني بعشر لم يؤتني نبي قبلي۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

۱۶۔ عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: انا اول من تنشق عنه الارض فأكسني حلة من حبل الجنة، اقوم عن يمين العرش ليس احد من الخلائق يقوم ذلك المقام غيري۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لاؤنگا، پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی دہنی جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں تمام مخلوق الہی ہمیں کسی کو بار نہ ہوگا۔

۱۷۔ عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اول من يكسى ابراهيم ثم يقعد مستقبل العرش ثم ادنى بكسوتى فلبستها فاقوم عن يمينه مقاما لا يقوم احد غيري يغبطني فيه الاولون والآخرون۔

- ۱۵۔ مجمع الروايات للهيمى ☆ ۱۶۰/۱۰ فتح الباری للعسقلانی، ۲۶۳/۱۱
- ۱۶۔ الصحيح لمسلم، باب تفضيل نبي ﷺ۔ ۲۴۵/۲
- الجامع للترمذی، باب فضل النبي ﷺ، ۲۰۱/۲
- ۱۷۔ الصحيح لمسلم، باب اثبات الشفاعة ۱۱۲/۱

تعالیٰ علیہ وسلم : قال لی ربی عزوجل : نحللت ابراهیم خلتي ، و کلمت موسیٰ تکلیما ، واعطيتک يا محمد کفاحا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھاد فرمایا : مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا : میں نے ابراہیم کو اپنی خلت بخشا ، اور موسیٰ سے کلام کیا ، اور تجھے اے محمد ! اپنا مواجہ عطا فرمایا کہ پاس آ کر بے پردہ و حجاب میرا وجہ کریم دیکھا۔

۱۳۔ عن وهب بن منبه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان اللہ تعالیٰ اوحى فی الزبور ، يا داؤد ! انه سيأتي بعدك من اسمه احمد و محمد صادقاً بيا لا اعصب عليه ابدًا ، ولا يعصيني ابدًا ( الی قولہ ) امتہ امة رحمة اعطيتهم من التوفيق مثل ما اعطيت الانبياء ، و افترضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء والمرسلين حتى ياتوني يوم القيامة و نورهم مثل نور الانبياء ( الی ان قال ) يا داؤد ! اني فضلت محمدًا و امتہ على الامم کلہم۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی ، اے داؤد ! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد و محمد ہے۔ میں کبھی اس سے نارواض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے۔ میں نے انہیں وہ نوافل عطا کئے جو پیغمبروں کو دئے۔ اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیاء و رسل پر فرض تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثل نور انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد میں نے محمد کو سب سے افضل کیا اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی ،۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۴۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

۱۳۔ السنن الكبرى للبيهقي، ☆

۱۴۔ المسند لاحمد بن حنبل، ☆ ۴۱۲/۲ مشکل الآثار للطحاوی، ۴۵۱/۱

السنن الكبرى للبيهقي، ☆ ۴۳۲/۲ دلائل السورة للبيهقي، ۴۷۲/۵

## تفسیر القرآن بآثار الصحابة والتابعين العظام

اس موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے تیسری مباحث آپ کی تصانیف میں کثرت سے موجود ہیں۔ آپ جب کسی آیت کو موضوع سخن بناتے ہیں تو احادیث کریمہ کے بعد صحابہ کرام کے ارشادات اور تابعین عظام کے اقوال سے مطلب کی خوب خوب وضاحت فرماتے ہیں۔

کسی آیت کے منسوخ، محام ہونے کا فیصلہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ یا تو دوسری آیات کے ذریعہ۔ یا احادیث کی روشنی میں۔ یا پھر آثار صحابہ و تابعین عظام سے ہی لیا جاسکتا ہے۔ ایسی آیات جن کا مفہوم باہم متنافی ہو تو ظاہر ہے کہ ان کا مورد و مصداق بھی جداگانہ ہوگا۔ بصورت دیگر ایک آیت منسوخ اور دوسری ناسخ ہوگی اور ان چیزوں کا علم مندرجہ بالا طریقوں کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ امام احمد رضا نے ان تمام مباحث سے متعلق اپنی تصانیف میں بیش بہا اور قیمتی معلومات جمع کی ہیں۔ ان میں چند بدیہ قارئین ہیں۔

مثال اول: ”لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم

ینخرجوکم من ديارکم ان تبروہم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین“

[سورة ممتحنہ - ۸]

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔ بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اولاً۔ اس آیت کے تعلق سے آپ نے یہ بتایا کہ یہ آیت محکم ہے اور یہ ہی اکثر اہل تامل

اہل کا مسلک۔

فرماتے ہیں:

ایک آیت کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی سب ان چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے۔ یعنی کریمہ ممتحنہ ”لا ینھکم اللہ الآیة“

اس میں اکثر اہل تامل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو جوڑا پہنایا جائیگا، وہ عرش کے سامنے بیٹھ جائیگے، پھر میری پوشاک حاضر کی جائیگی، میں پہنکر عرش کی دائیں جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رتھ لے جائیگے۔

تجلی الیقین ۱۲۷

۱۸۔ عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أتى باب الجنة يوم القيامة فاستفتح، فيقول الحارث بن عزة: من أنت؟ فيقول: محمد، صلى الله تعالى عليه وسلم، فيقول: بك امرت لا افتح لاحد قبلك۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں روز قیامت درجنت پر تشریف لاکر کھموؤنگا، دارونہ عرش کرے گا: کون ہے؟ میں فرمادینگا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عرض کرے گا: مجھے حضور نبی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ طبرانی کی روایت میں ہے۔ دارونہ قیام کر کے عرض کرے گا۔ نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لئے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

تجلی الیقین ۱۲۸

۱۹۔ عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: انا اول من يدخل الجنة ولا فخر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں داخل فرمائیوں اور پچھلے ہوں۔

تجلی الیقین ۱۲۸

ثانیاً:۔ امام احمد رضا نے اس آیت کو بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک منسوخ بتایا، اس کی تفسیریوں بیان فرمائی۔

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑیں۔ ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطاء بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابو حنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے:۔

”ما رايت افضل من عطا“ میں۔ نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم۔

وقمادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ

تعالیٰ عنہم۔ نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید)

امام احمد رضا نے اس مطلب کے ثبوت میں تفسیر قر سبھی، تفسیر جمل، تفسیر درمنثور، تفسیر

جامع البیان۔ تفسیر ابوتیخ بن حبان۔ تفسیر ابن

ابی حاتم، تفسیر ابوالسعود، تفسیر عنایت القاضی، تفسیر خطیب شربنی، اور تفسیر جلالین کے حوالے پیش

فرمائے جو بلاشبہ آپ کی وسعت نظر کا عکاس ہیں۔

مثال دوم: تبذیر و اسراف دو علیحدہ لفظ ہیں۔ کیا دونوں کے معانی بھی جدا ہیں؟ یا

ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کی تحقیقات اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی

میں ملاحظہ فرمائیں۔

”قال اللہ تعالیٰ: ولا تبذر تبذیرا“ [سورة الاسراء - ۲۶]

مال بیجانہ اڑا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تبذیر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا۔

اقول: یہ ہی صحیح ہے کہ یہ ہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس

و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول مسند فریا

بھی، سنن سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، ادب مفرد امام بخاری، تفسیر ابن جریر، تفسیر

علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا:

ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر

حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے فرماتے ہیں: ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی

نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کے پاس ان کی والدہ بفتیدہ بحالت کفر آئی اور کچھ حدایا لائی۔ انہوں نے نہ اس کے

ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافر ہو۔ جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں

آ سکتیں۔ حضور میں عرض کی: اس پر آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں۔ یہ واقعہ صلح

و معاہدہ کا ہے۔ خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا اور ماں باپ کے لئے مطلقاً ارشاد ہے۔

”وصاحبہما فی الدنیا معروفا“ [سورۃ نساء - ۱۵]

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو آیہ کریمہ سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے

بارے میں ہے۔ اور نہ وہ اب کسی طرح قابلِ نسخ۔ اور قول سوم یعنی ارادۃ نساء و صبیاں پر بھی اگر

منسوخ نہ ہو تو ان دوستان بنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے و داد و اتحاد منار ہے ہیں۔ وہ عورتیں بچے

نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کے لئے ہے۔ اور یہ ہی قول اکثر جمہور ہے۔

آیت کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں۔ لاجرم اکثر اہل تاویل اسے حق مانتے ہیں۔ اور

اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیت

”لا ینھکم“ در بارہ اہل ذمہ، اور آیت کا ”ینھکم اللہ“ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی

بنا پر ہدایہ و درر وغیرہما کتب معتمدہ نے فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے۔ اور حربی کے

لئے باطل و حرام۔ کہ آیت ”لا ینھکم اللہ“ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا۔ اور آیت

”انما ینھکم اللہ“ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ (فتاویٰ رضویہ جدید)

کرنا تبتذیر ہے۔

(۲) ان دونوں میں فرق ہے۔ تبتذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے، ابن جریر عبد الرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

راوی۔

”لا تبذر تبتذیرا لا تعط فی المعاصی“ (۲۹)

تبتذیر معاصی میں خرچ کرنا۔

اس تقدیر پر اسراف تبتذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل، اور عبث مطلقاً گناہ نہیں، تو از آنجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا، مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت

”لا تعط فی المعاصی“ کا ظاہر یہ ہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ بالجملہ تبتذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم معصیت لازم =

مثال سوم = قال اللہ تعالیٰ: سیما ہم فی وجوہہم من اثر السجود

[سورۃ الفتح - ۲۹]

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں: کہ صحابہ و تابعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور

ہیں۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔

یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان

سے ہے۔

قول دوم = خشوع و خضوع و روش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں

ہی بے لصنع ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔

قول سوم = چہرہ کے زردی کہ قیام اللیل و شب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔

یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

ابن ابی حاتم، تفسیر ابن منذر، بحکم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم اور شعب ایمان امام بیہقی نے نقل فرمایا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں اس کے لفظیوں نقل فرمائے۔

”قال التبذیر فی غیر الحق وهو الاسراف“ (۲۳)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔ یہ بی اسراف ہے۔

اور دوسری سند سے یوں مروی ہے۔

”قال کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر

النفقة فی غیر حقہ“ (۲۴)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبذیر ناحق خرچ کو

کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول سنن سعید بن منصور، ادب مفرد

امام بخاری۔ شعب ایمان امام بیہقی، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن منذر نے نقل کیا۔

”المبذر منفق فی غیر حقہ“ (۲۵)

مبذر ناحق خرچ ہے۔

ابن جریر میں ایک روایت ان سے یہ ہے

لا تنفق فی الباطل فان المبذر هو المنصرف فی غیر حقہ“ (۲۶)

تو باطل میں خرچ نہ کر کہ مبذر ناحق خرچ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

وقال مجاہد: لو انفق انسان ماله فی الحق ما کان تبذیراً ولو انفق مداً

فی الباطل کان تبذیراً“ (۲۷)

اور امام مجاہد نے فرمایا: اگر انسان اپنا کل مال بھی حق میں خرچ کر دے تب بھی تبذیر

نہیں۔ اور اگر ایک مد بھی

باطل میں خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔

نیز قتادہ سے راوی۔

”التبذیر نفقة فی معصیة اللہ تعالیٰ و فی غیر الحق و فی الفساد“ (۲۸)

تبذیر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کو کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حق میں اور فساد میں خرچ

”حدثنا ابن حميد ثنا جرير ابن منصور ان مجاهدا في قوله تعالى: سيما هم في وجوههم من اثر السجود وقتل هو الخشوع فقلت: هو اثر السجود فقال: انه يكون بين عينيه مثل ركة العنز وهو كما شاء الله“

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاہد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے۔ میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا:

”اما انه ليس بالذي ترون ولكنه سيما الا سلام ومجيبته وسمته وخشوعه“

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربنی پھر فتوحات سلیمانہ میں ہے۔ ”قال البقائي ولا يظن ان من السیما ما يصنعه بعضه المرائين من اثر هياثة سجود في جبهته فان ذلك من سيما الخوارج وعن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال لا بغض الرجل واكرهه اذا رأيت بين عينيه اثر السجود“

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے۔ یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دتمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا، نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس



کیجئے اور اپنی مشام جان و روح ایمان کو معطر و منور کیجئے۔

**مثال اول :-** حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انبیاء و مرسلین کے درمیان جو امتیازی شان حاصل ہے وہ قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے عیاں ہے۔ اور آپ کی شان والا کا جو اہتمام منظور خدا ہے وہ پورے قرآن سے جلوہ نشاں ہے۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”واذا اخذ الله ميثاق النبين لما آتيتكم من كتب و حكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أقررتم وأخذتكم على ذلك إصرى قالوا أقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين فمن تولى بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون“ [سورة ال عمران - ۸۱ - ۸۲]

اور یاد کرو اے محبوب! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف

لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا:

کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اب امام احمد رضا کا ایمان افروز تفسیری بیان ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔  
اقول وباللہ التوفیق = پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتمم بالشان فرمایا ہے۔ اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اولاً = انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصومین ہیں، زہار حکم الہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد، عہد ’التست بربکم‘ کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں ”لا الہ الا اللہ“ کے ساتھ ”محمد رسول اللہ“ تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے۔

پرانکار نامتصور اور مذمت ناممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے دل کا نشان اس کے چہرے پر ہے۔ تو زیر آیت کریمہ ”سبما هم فی وجوههم من اثر السجود“ داخل ہو سکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم سے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں:

”کما صرح به الامام حجة

الاسلام وعلیه درج عامۃ التفسیرین الاعلام“

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ مثل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف و ارشاد العقلم میں اسی پر اعتقاد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجادین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی میثانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا (فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

## تفسیر القرآن باللغات العربیہ والقواعد الاسلامیہ

علوم عربیہ اور قواعد اسلامیہ کے میدان میں امام احمد رضا اجتہادی شان کے مالک تھے، بہت سے اصول و قواعد کے لعلق سے آپ نے مستقل کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف میں لسانی علوم اور فنی قوانین و ضوابط کے مناظر شمار سے باہر ہیں۔ علوم عقلیہ و نقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل اور ید طولی رکھتے تھے۔

نحوی و صرفی قواعد، معانی و بیان و بدیع، اصول تفسیر و حدیث و فقہ و غیر ہا تمام علوم و فنون کی وضع ہی قرآن و حدیث کے افہام و تفہیم کے لئے ہوئی۔ اور مفسرین و محدثین، فقہاء و مجتہدین نے علوم و معارف کے جو دریا بہائے وہ انہیں علوم کی مرہون منت ہیں۔

لہذا تفسیر قرآن کے وقت ان کو پیش نظر رکھنا ضروری اور اہم ہے۔

امام احمد رضا اس زاویہ نگاہ سے جب تفسیر قرآن پیش فرماتے ہیں تو وجوہ قرآن سے حجاب اٹھتے نظر آتے ہیں۔ اور کلام الہی کی اعجازی شان نمایاں ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ

[ سورة انبياء - ۲۹ - ]

اور ان میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم بھنم کی جزاء دیں گے، ہم ایسے ہی سزا دیتے ہی ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں: جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول ”لا الہ الا اللہ“ کا اہتمام ہے یوں ہی جزء دوم ”محمد رسول اللہ“ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقررین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے، اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول اور مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔ والحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامہ و فضیلت تامہ پر کون سی دلیل درکار ہے۔ واللہ

الحجة البالغة = (بجلی یقین ص)

مثال: روم = اللہ رب العزت جل جلالہ سچا ہے اور اس کی ہر صفت ازلی وابدی ہے۔ اس کے کلام میں شائبہ کذب کو ہرگز دخل نہیں۔ امام احمد رضا نے قواعد اسلامیہ کی روشنی میں آنے والی آیت کریمہ سے اللہ جل مجدہ کے لئے بروجہ کمال صفت صدق کا ثبوت مانا اور کذب کو باری تعالیٰ کے لئے محال عقلی ثابت فرمایا۔ حالانکہ عموماً لوگ اس آیت کو صفت صدق کے ثبوت کے لئے تو سمجھتے ہیں لیکن کذب کے محال عقلی ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں۔

[ سورة الانبياء - ۱۲۲ - ] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ومن اصدق من اللہ قیلاً

اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

اب امام احمد رضا کی تفسیر و تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

اقول وباللہ التوفیق =

آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الہی محال عقل ہے۔ وجہ دلالت سنئے!

خادم تفسیر و حدیث و واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت

غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً بفضیل و نفی برتر و ہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک و شرف و جل و عظم۔

ثانیاً = اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ " جس طرح نوا بوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔

امام سبکی فرماتے ہیں: شاید سوگند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔  
ثالثاً = نون تاکید۔

رابعاً = وہ بھی تکیلہ لاکر لفظ تاکید کو آوردو بالا فرمایا۔

خامساً = یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابی جواب نہ دینے پائے تھے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں: افررتہم " کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو یعنی کمال عجیل و بحیل مقصود ہے۔

سادساً = اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ واخذتم علی ذلکم اصری " خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً = علیہ یا علی ہذا " کی جگہ علی ذلکم، فرمایا کہ بعد اشارت دلیل عظمت ہو۔

ثامناً = اور ترقی ہوئی کہ " فاشہدوا " ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ! اقرار کر کے مگر جاننا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً = کمال یہ ہے کہ فقط ان گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی، بلکہ ارشاد (فرمایا) " وانا معکم من الشہدین " میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً = سب سے زیادہ نہایت کاریہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد بآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تبدیدی بھی فرمادی گئی " فمن تولی بعد ذلک فاو لئک ہم الفاسقون " اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تام اور اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔

" ومن یقل منهم انی الہ من دو نہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی

تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقت للواقع غیر معقول ہے۔ ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور، اور اس تشکیک اصدق و صادق میں وہی مقصود و معتبر۔ جسے دو عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ وقعت و قبول میں زائد ہے، مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے، یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول ہوا اگر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہو جائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون و طمانیت ہی اور پیدا کرے گا کی ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا۔ اگرچہ بات حرف بحرف ہے۔

دوسرے احتمال کذب سے بعد ہونا۔ مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے۔ یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے۔ اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر کی طرف راجع۔ کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت و مقبولیت پوری ہوگی۔

جب یہ امر مہم ہو گیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عز و جل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک و منزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں۔ اب جو ہم خبر اہل تو اتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداهت بوجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر مخالفہ علم قطعی یعنی جازم ثابت غیر محتمل انقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رہتی اگرچہ بنظر نفس ذات مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الہیہ سے خارج نہیں۔ مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا۔

”کما حققه فی المواقف و شرحها و اشار الیہ فی شرح المقاصد و شرح

العقائد و غیرہما“

اسے پیش نظر رکھ کر کہ کلام باری تعالیٰ کی طرف چلئے۔ امکان کذب ماننے کے بعد غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی و خبر اہل تو اتر کا نئے کی تول ہم پلہ ہونگے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع و منافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تو اتر کا بھی دامن پاک، اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تو اتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الہی میں بھی باقی۔ پھر کلام الہی کا سب کلا

”ومن احسن من الله صبغة“ [سورة البقرة - ۱۳۸]

یعنی صبغة اللہ سب سے احسن ہے۔

”ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله“ [سورة حم السجدة - ۳۳]  
اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے۔ یعنی وہ دوسرے تمام سے  
قول میں خوبصورت ہے۔

تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے  
جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا۔ اور ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک  
نہیں۔ کہ باعتبار ذوات قضیایا خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سلیں۔ سچی سچی باتیں مطابقت  
بوقت واقع میں سب یکساں۔ اگر ذرا بھی فرق ہو تو سرے سے سچ ہی نہ رہا۔ اصدق و صادق  
کہاں سے صادق آئے گا۔ یہ معنی آرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان  
انجیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنہیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی و تنبیہ ہوتی ہے

قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول اللہ

اور ہم بھی کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا وہ جملہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے، اور ہم نے جو کہا کم مطابق واقع  
ہے۔ حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا۔ یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر  
کیجئے۔

فرقان عزیز نے فرمایا:

”وحملة وفصالة شہر شہیر“ [سورة الاحقاف - ۱۵]

اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا میں مہینہ میں ہے۔

ہم کہتے ہیں ”لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین“

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مالک حق واضح ہے۔

کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا میں مہینہ میں ہے، زیادہ سچا ہے؟  
اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے؟

مزا حایاً عیناً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے۔ نہ سننے والا یقین لاسکے۔  
مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے۔ ایسا شخص کاذب نہ  
گنا جائے گا۔ یا۔ مردود الروایۃ نہ ہوگا۔ تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع۔  
اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع۔

درجہ دوم = ان لغو و عبث چھوٹوں سے بھی بچے۔ مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر  
کرتا ہو۔ جس طرح قصائد کی سببیں۔ ع

”بانت سعاد فقلبہا لیوم متبول“ سعاد کی جدائی پر آج میرادل مضطرب ہے۔  
سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی، نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی، نہ یہ اس کے فراق میں مجروح۔ محض خیالات شاعرانہ ہیں  
، مگر نہ فضول بحث، کہ تشخید خاطر و تشویق سامع و ترفیق قلب و تزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں۔ تا  
ہم از انجا کہ حکایت بے محکمی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا۔

”وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ“ [سورۃ یس۔ ۶۹]

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔

درجہ سوم = ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ و امثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو  
جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیدہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں۔ اگرچہ  
نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام  
مصدق موجود۔ ولہذا قرآن عظیم کو ”اساطیر الالین“ (پہلوں کے قصے) کہنا کفر ہوا۔ جیسے  
آج کل کے بعض کفار لیا م، مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام، دعویٰ کرتے ہیں کہ کلام  
عزیز میں آدم و حوا کے قصے، شیطان و ملک کے افسانے، سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت  
مقصود نہیں۔ ”تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔“

درجہ چہارم = ہر قسم حکایت بے محکمی عنہ کے تعدد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ

برائے سہو و خطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو۔ یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ پنجم = اللہ عزوجل سہواً و خطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی

موں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کر سکرنا کہ مفاد آئیہ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت ”وقایت اللہ لہم دامت“۔ یعنی امتناع عقلی کذب الہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ جل و علا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تو اتر کے، کہ احتمال کذب کا امکانی رہتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص۔ محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے۔ عصمت اگر بمعنی امتناع صدور و عدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت۔ اب بحمد اللہ تمس تا بندہ کی طرح روشن و درخشاں صادق آیا کہ ”و من اصدق من اللہ قبلاً۔ اور ”العزۃ للہ“ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر ”و من اصدق من اللہ حدیثاً“ یہ دیکھو یہ منشا تھا علما کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید)

**مثال سوم =** قال اللہ تعالیٰ: وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً۔ لا مبدل لکلمتہ وهو السميع العليم“ [سورۃ الانعام۔ ۱۱۰]

اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق و انصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:۔ صدق قائل کے لئے درجات ہیں۔ اور باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق و عدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں۔ اخبار و مواعید صدق کے اعتبار سے۔ اور قضایا و احکام عدل کے اعتبار سے۔

پھر امام احمد رضا نے صدق قائل کے سات درجات شمار فرمائے جن کی تلخیص اس طرح ہے۔

درجہ اول = روایات و شہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو۔ اور مخاطبات میں بھی زہار ایسا جھوٹ روانہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا۔ مگر

افتق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے، سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربھیر کا غروب بہت بعد ہوتا ہے۔ آفتاب مرفیع ہو جاتا ہے اس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے۔ اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لیس الخبر کالمعاینہ"

خبر شاہد کی طرح نہیں۔

جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افتق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے، جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ۔

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو اس آئیہ کریمہ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں۔ رات یعنی سایہ زمیں کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے، ابی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔

کیونکہ ایک چیز دوسری چیز میں اسی وقت داخل ہو سکتی ہے جب دونوں موجود ہوں۔ نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل و نہار بمعنی رات اور دن آپس میں متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو مجازی معنی مراد لینا ضروری۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو فقیر نے بیان کیا۔ کہ لیل سے مراد تاریکی اور نہار اپنے معنی حقیقی میں۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوگا اور مجاز کی ضرورت سے زیادہ ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اس کا علس بھی ممکن کہ نہار سے مراد سورج کی شعاعیں اور لیل اپنے معنی حقیقی میں۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افتق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات بھی باقی ہے جیسا کہ صبح کا زب کے وقت ہوتا ہے۔ اور لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغرب بھی افتق میں تسفق

باقی ہو۔ یہ مرتبہ اعظم صدیقین کا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے:

”ان الله تعالى يكره فوق سمائه ان يخطا ابو بكر الصديق في الارض،  
الله تعالى آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمیں پر  
علیٰ کریں۔“

درجہ ستم = معصوم من اللہ وموید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے،  
مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو۔

یہ رتبہ حضرات انبیاء و مرسلین ستم الصلوٰۃ والسلام جمعین کا ہے۔

درجہ ہتتم = کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو۔ بلکہ اس کی عظمت جلیلہ و جلالیت عظیمہ  
بالذات کذت و غلط کی نافی و منافی ہو، اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گردلوٹ کا گزر محال  
عقلی۔ یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ اب آیہ کریمہ ارشاد فرما رہی  
ہے۔ کہ تیرے رب کا صدق و عدل اعلیٰ درجہ منتہی پر ہے۔ تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور  
ظلم و خلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے، یوں ہی صدور کذب و خلاف صدق بھی عقلاً  
ممتنع ہو۔ ورنہ صدق الہی غایت و نہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کا مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہو  
گا۔ یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف۔ فثبت المقصود والحمد لله العلیٰ الودود۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴)

مثال چہارم = تولى الليل فى النهار وتولى النهار فى الليل“

[سورة ال عمران - ۲۷]

امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار  
ہوتے ہی معاً ہو جاتا ہے۔ یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ بر تقدیر ثا  
نی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے  
گا یا نہیں۔

آپ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے وقت مغرب کے سلسلہ میں ایسا منفرد اور اچھوتا  
استدلال فرمایا کہ ہر قاری کی آنکھیں روشن ہو جائیں اور قلوب و اذہان منور و مجلی۔

اصول و قواعد سے مملو تفسیر و توضیح ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

# مآخذ و مراجع

- (۱) التفسیر والمفسرون
- (۲) البرهان فی علوم القرآن
- (۳) نزہۃ الخواطر
- (۴) خطبہ صدارت ناگپور
- (۵) کلمہ آغاز شمولہ فتاوی رضویہ جدید جلد اول
- (۶) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں
- (۷) سالنامہ معارف رضا کراچی
- (۸) بحلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
- (۹) جامع الاحادیث جلد چہارم
- (۱۰) فتاوی رضویہ جدید چہارم
- (۱۱) تفسیر ابن جریر
- (۱۲) فتاوی رضویہ جدید پانژدہم
- (۱۳) فتاوی افریقہ
- (۱۴) بحلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
- (۱۵) فتاوی رضویہ جدید چہارم
- (۱۶) کنز العمال
- (۱۷) الجامع الصغیر
- (۱۸) الجامع اللترندی
- (۱۹) فتاوی رضویہ جدید

احمر و ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے۔  
قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اذا قبل الليل من ههنا و ادبر النهار من ههنا و غربت الشمس فقد افطر

الصائم -

جب ادھر سے رات آئے اور ادھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو

روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔

لیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود ضوء۔ ”فان الاقبال من ههنا و الادبار

من ههنا انما یكون لهما“ کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر جاتی ہیں۔

تیسیر میں ہے:

”اذا قبل الليل یعنی ظلمتہ و ادبر النهار ای ضوءہ۔“

عالم ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اسی ترتیب سے ارشاد فرمائے

جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے، اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار

و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلیل جبال و اعالیٰ اغصان تاجر پر علس ڈالتی

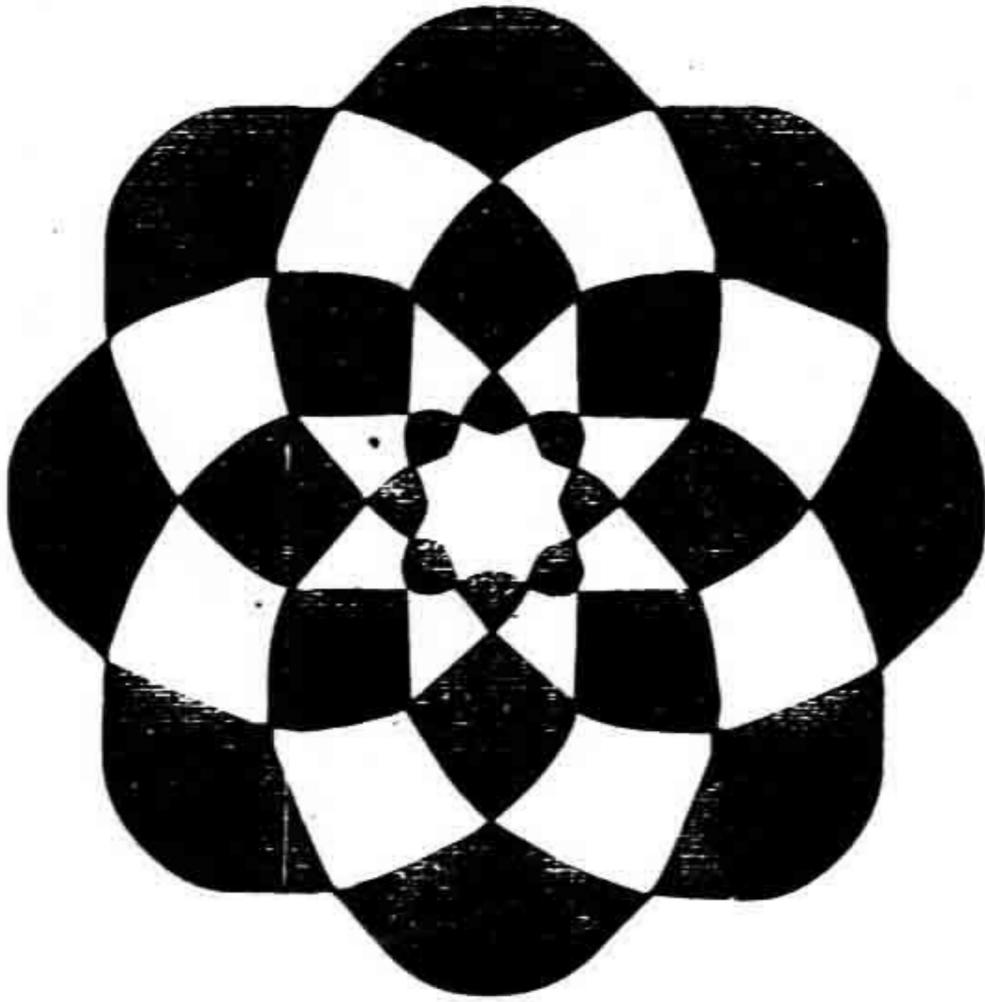
ہے، پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثفا بخرہ اقیہ و کثرت بعد عن الابصار، و طول مرور شعاع

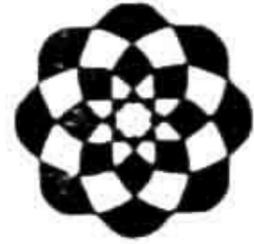
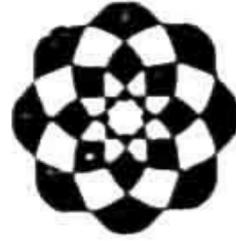
البصر فی سخن کرة البخار کے باعث روشنی بالکل محجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بے

تکلف۔ اس معنی پر بحمدہ اللہ تعالیٰ انتظام کلام اسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع

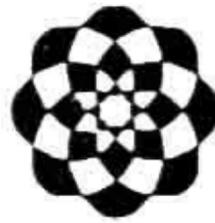
الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کوشایاں و بجا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید)





# کتاب التفسیر



احکام سب میں وحدہ لا شریک لہ ہے۔ یہ اس کی صفات کریمہ کی تجلیاں ہیں کہ جو اس نے اپنے خاصوں پر فرمائیں۔

یہ سورت کریمہ قرآن مجید کا خطبہ ہے۔ مولیٰ عزوجل نے بندوں کو اس میں اپنی حمد و ثناء و دعا تعلیم فرمائی اور انہیں کی زبان میں ان سے اشارہ کیا کہ خالص عرض عبادت رہے، اور اس میں جمیع مقاصد قرآن مجید کو جمع فرمادیا۔ کتابیں اتارنا، رسولوں کا بھیجنا دو باتوں کے لئے ہے صحیح ایمان و اخلاص اعمال، مدار ایمان اللہ عزوجل کی توحید اور اس کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت ہے۔ اور اخلاص اعمال خاص اس کی عبادت ہے۔

پہلی تین آیتوں میں جزو اول یعنی توحید اور پانچویں چھٹی میں جزو دوم اور ساتویں میں سوم، باقی چوتھی آیت کہ وسط میں رہی اعمال کے لئے ہے۔ توحید بغیر تصدیق رسالت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول نہیں۔ بہتیرے کافر لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے محمد رسول اللہ نہ ماننے سے ابدی جہنمی ہوئے۔

لہذا جزو دوم سے پہلے جس میں اس کی تصریح ہے جزو اول ہی نے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اپنی کتاب کریم حمد سے شروع فرمائی جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص نسبت ہے۔ وہ حمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام جہان سے زیادہ حمد کئے گئے۔ اولین و آخرین ان کے حامد ہیں۔ اللہ عزوجل نے جیسی ان کی حمد فرمائی کسی کی نہ فرمائی۔ وہ احمد ہیں تمام جہاں سے زیادہ حمد کرنے والے۔ اللہ عزوجل کی جیسی حمد انہوں نے فرمائی کسی سے نہ ہوئی۔ وہ حامد ہیں، حمید ہیں، محمود ہیں، نبی الحمد ہیں، ان کا مقام مقام محمود ہے، ان کا نشان لواء الحمد ہے۔ تو ریت مقدس میں ان کی امت کا نام حمادین ہے، ہر طرح سے حمد کو ان سے نسبت ہے اور ان کو حمد سے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو اسی لفظ سے ابتداء فرمائی گئی کہ ذات و صفات کریمہ کی طرف اشارہ ہو۔ گویا اشارہ ہوتا ہے تمام حمد کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیس اور کریں گے جمیع محامد اولین و آخرین کو شامل اور ان سے اعلیٰ و اکمل ہیں اور تمام حمدیں کہ اولین و آخرین نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیس اور کریں گے، ان سب کا مرجع کون ہے؟ اللہ۔ کہ ذات جامع جمیع کمالات کا علم ہے، جس کے مظہر اتم و اکمل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ انبیاء و اولیاء جہان و جہانیاں مظہر اسماء صفات ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## سورة الفاتحة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

الْعَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ☆ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆  
 مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ☆ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ☆ اِهْدِنَا  
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ☆  
 غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ☆

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان کا۔ بہت مہربان رحمت والا۔ روز جزا کا مالک۔ ہم کبھی کو پوجیں اور کبھی سے مدد چاہیں۔ ہم وسیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تونے احسان کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بے پرواؤں کا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رحمن اللہ عزوجل کا خاص نام ہے، ان ناموں میں سے جن کا دوسرے پر اطلاق حرام بلکہ علماء نے کفر لکھا ہے۔ جیسے، قیوم، رحمن، قدوس۔ لوگ عبد الرحمن، عبد القیوم، عبد القدوس، نام رکھتے ہیں اور یہ بہت اچھے نام ہیں مگر پکارنے میں تخفیف کے لئے لفظ عبد کو حذف کر کے نرے اسمائے الہیہ پکارتے ہیں۔ عبد الرحمن کو رحمن، عبد القیوم کو قیوم، یہ سخت حرام ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

رحیم کا اطلاق مخلوق پر بھی آتا ہے، تمام جہان سے بڑھ کر رحیم حضور رحمة للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تمام عالم پر ان کی رحمت ہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ تو ”رؤف ورحیم“ ہیں۔ مگر اسمائے الہیہ سے جن ناموں کا اطلاق اس کے بندوں پر بھی آتا ہے جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نے سمیع، بصیر، علیم، غفور، رؤف، رحیم، حلیم، کریم اور ان کے سوا ستر کے قریب اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا کئے، حاشا یہ شرکت معنی نہیں اللہ عزوجل پاک ہے اس سے کہ کوئی کسی بات میں اس کا شریک ہو سکے، ذات و صفات تمام

تعالیٰ عنہما۔

آگے تمام وسائل کی تعلیم کرتا ہے۔

صراط الذین انعمت علیہم: راہ ان کی جن پر تو نے احسان کیا۔ وہ کون ہیں  
نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام جمعین۔ پھر یہ جان کر کہ اگر وہ میں چور  
اور راہزن بکثرت ہیں ان سے پناہ ملنے کی دعا کرتا ہے۔

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہے نہ گمراہوں کی۔ اب اس کا ایمان علماء و عملا ہر طرح کامل  
ہو گیا۔

ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

ہم تجھ کو پوجیں یہ حصہ مطلق ہے، اصالتہ یا واسطہ کوئی غیر خدا کسی طرح مستحق عبادت  
نہیں ہو سکتا اگرچہ اسے وسیلہ ٹھہرا کر پوجتے ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا رد فرمایا اور انہیں مشرک  
ہی ٹھہرایا۔ اور دوسرا حصہ ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ حصر حقیقت ہے۔ یعنی حقیقتہً ہم تجھی سے ہے۔  
اگر دوسرے کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے مدد مانگی جائے تو ضرور مشرک ہے اور بارگاہ الہی  
میں وسیلہ جان کر تو بیشک جائز و مستحسن بلکہ خود قرآن مجید میں اس کا حکم ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں: غیر سے ایسی استعانت انبیاء و اولیاء نے کی ہے۔  
اس کی مثال پہلی آیت ہے کہ حمد کا حصر اللہ عزوجل کے لئے فرمایا یعنی حقیقی ذاتی کمال اسی کیلئے۔  
اور اپنے نبی کریم کا نام محمد رکھا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یعنی بکثرت بار حمد کئے گئے اور قیامت  
میں ان کے مقام کا نام محمود رکھا۔ تو اولین و آخرین میں حضور کے لئے حمد ہے۔

توریت مقدس میں ہے:

امتلاۃ الارض من تحمید احمد و تقدیسہ ملک الارض و رقاب الامم  
زمیں بھر گئی احمد کی حمد اور تقدیس سے، احمد ساری زمیں کا مالک اور تمام امتوں کی  
گردنیں اس کی ملک ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حمد و ملک عطائی ہیں اور اللہ عزوجل کے لئے ذاتی، تو اس میں حصر ان کے لئے ثبوت  
کا منافی نہیں۔ یونہی اعانت و استعانت۔

مظہر ذات رب العالمیں۔ سارے جہان کی پرورش فرمانے والا جس نے اپنے فیض کا واسطہ مطلق اور اپنی بارگاہ کا خلیفہ اعظم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا اور دین و دنیا میں، اولیٰ و آخریٰ میں جو نعمت جو رحمت کسی کو پہنچی یا پہنچے گی ان کے دست اقدس سے پہنچائی کہ بے اس وسیلہ مطلقہ کے خلق کا کیا منہ تھا کہ ایک ذرہ اس بارگاہ بے نیاز سے بلا واسطہ مستفیض ہوتا۔

الرحمن۔ دنیا میں بڑی رحمت والا، جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت للعالمیں کر کے بھیجا۔

الرحیم۔ آخرت میں کمال مہربان جس نے گنہگاروں کی شفاعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھی۔ جو بالموءمنین رؤف رحیم ہیں۔

مالک یوم الدین۔ انصاف کے دن کا مالک، جس نے جنت و دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں۔ جب ہر طرح سے استحقاق حمد اسی کو ثابت ہو لیا کہ کسی کے کمال ذاتی کے لئے حمد کیجئے تو وہ اللہ ہے جامع جمیع کمالات، اس لئے حمد کیجئے کہ وہ ہمارا مولیٰ ہمارا پالنے والا ہے تو وہ رب العالمیں ہے، اور اگر اس لئے کہ فی الحال اس سے نفع پہنچتا ہے تو وہ رحمن ہے، اور اگر نفع آئندہ کی امید پر تو وہ رحیم ہے، اور اگر سزا کے خوف سے تو وہ مالک یوم الدین ہے۔ یہی وجوہ حمد ہیں اور سب اسی کے لئے۔ لہذا اس کا مستحق عبادت ہونا برہان قطعی سے ثابت ہو کر عرض کراتا ہے۔

ایاک نعبد: ہم کبھی کو پوجتے ہیں۔ ہم کبھی کو پوجتے ہیں اس میں شان دعویٰ نکلتی ہے، لہذا اپنے دعویٰ میں اپنے حول و قوت سے برأت کر کے اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔

وایاک نستعین: ہم کبھی سے مدد چاہتے ہیں۔ بے تیری مدد کے نہ ہم عبادت کر سکیں نہ کچھ اس میں اس وہم کا شائبہ تھا کہ بلا وساطت اللہ عزوجل سے استعانت کرنا ہے۔ اور اس کا حکم ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ میری طرف وسیلہ چاہو۔

لہذا وسیلہ عظمیٰ کی طرف رجوع کراتا ہے کہ اهدنا الصراط المستقیم: ہمیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے دونوں یاروں کی سچی معرفت عطا فرما۔ صحیح حدیث میں فرمایا: الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صاحبہ ابو بکر و عمر۔

صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ان کے دونوں رفیق ابو بکر اور عمر رضی اللہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد سے معمور اور مالا مال ہے۔

وہابیہ کا امام اسماعیل دہلوی اپنی کتاب مسمیٰ بہ ”صراط مستقیم“ میں نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے کو معاذ اللہ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ شریعت مطہرہ کا منکر نہایت گستاخ اور ضال ہے۔ سورہ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کے دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں سے دور بھاگنے کی وباللہ التوفیق۔

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے۔ اس کے غضب کو غصہ سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔ غصہ اصل میں گلے کے اچھو کو کہتے ہیں اور مجازاً اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف باخاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔ اصل معنی یہ ہیں۔ اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہئے۔ جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضا مندی بولتے ہیں، یہ بھی نادانی اور جہالت ہے۔ فارسی میں مند کا کلمہ ظرفیت کے لئے ہے۔ رضا مندی یعنی رضا سے بھرا ہوا، اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک ہے۔ ادب الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے جسے اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معری ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور نصاریٰ سے نصاریٰ۔ یہود و نصاریٰ دونوں کافر ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ۔ پھر اس آیت کی حکمت سمجھئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبان خدا کے ساتھ عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفاقی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرائے یہ بھی کفر۔ تو کافر دونوں ہوئے مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے۔ لہذا ان پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا، اور یہ محبوبوں کی ادعائے محبت کی راہ سے، لہذا انہیں گمراہ بتایا اور یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت و خواری مقرر فرمادی، ہزاروں برس ان کی سلطنت رہی پھر بھی جب سے اعلان فرمادیا: ضربت علیہم الذلۃ والمسکنة و باؤا بغضب من اللہ۔

کوئی بتادے کہ کہیں سلطنت ہوئی۔ براہ راست کوئی سلطنت نہیں۔ فلسطین کی حکومت بیساکھی کے سہارے ہے، کہ محبوبوں سے دشمنی کی تھی اس کا بدلہ یہی ہے کہ دنیا میں خوار اور

قرآن فرماتا ہے: و تعاو نوا علی البر والتقوی۔

نیکی اور ہرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اگر دوسرا مدد نہیں کر سکتا تو یہ حکم کس لئے۔

حدیث میں ہے: اذا اراد احدکم عوننا فلیقل یا عباد اللہ اعینو نی! یا عباد

اللہ اعینو نی! یا عباد اللہ اعینو نی!۔

جب تم میں سے کوئی مدد چاہے تو یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے

اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!۔

اور اس کی یہ تاویل کہ وہاں کچھ اولیاء زندہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، یہ ان سے مدد کو

فرمایا ہے محض نادانی ہے۔ دوسرے سے مدد مانگنا اگر شرک ہو تو شرک میں مردے اور زندے

سب برابر۔ کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں؟ اور اولیاء مردہ نہیں کہے جاتے وہ بعد وفات

بھی زندہ ہیں، قرآن مجید سے اس کا ثبوت آگے مذکور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ غیر المعضوب

علیہم ولا الضالین۔

اوپر حدیث سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صدیق و فاروق

ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تو سورہ فاتحہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد پر مشتمل ہے اور

شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت کیا اور ہر قعدہ میں

التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الہی کے بعد السلام علیک ایہا النبی و رحمة

اللہ و برکاتہ۔ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اور آخر میں شہادت و توحید کا ذکر ہے:

و اشهد ان محمد اعبده و رسوله۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سب سے خاص تر بندے اور

رسول ہیں۔

پھر ہر اخیر قعدہ میں اس کے بعد درود کا حکم ہے، یہ ہمارے نزدیک سنت اور امام شافعی

رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے۔ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ غرض نماز از اول تا آخر

”إِسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ“ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ اور ”إِلَّا مَنْ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ“ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور ”يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ“ جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور ”تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ“ یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ اور ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ بے دیکھے ایمان لائے۔ وغیرہا فرما رہا ہے۔ ”أَفْتَوْا مَنْ بَعْضُ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ“ تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے خود تعلیم دی کہ ہم سے مدد مانگو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کنا عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا تته وفد هو ازن فقالوا: يا محمد! انا اصل و عشيرة، و قد نزل بنا من البلاء ما لا يخفى عليك، فامن علينا من الله عليك، فقال: اختاروا من اموالكم او من نسائكم و ابنائكم، فقالوا: خيرتنا بين احسابنا و اموالنا بل نختار نساءنا و ابنائنا فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اما ما كان لي و لبني عبد المطلب فهو لكم، فاذا صليت الظهر فقوموا و قولوا: انا نستعين برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على المؤمنين او المسلمين في نساءنا و ابنائنا فلما صلوا الظهر قاموا فقالوا ذلك فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فما كان لي و لبني عبد المطلب فهو لكم، فقال المهاجرون: و ما كان لنا فهو لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و قالت الانصار: و ما كان لنا فهو لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال الاقرع بن حابس - امانا و بنو تميم فلا، قال عيينة بن حصين: اما انا و بنو فزارة فلا، و قال العباس بن مرداس: اما انا و بنو سليم فلا، فقامت بنو سليم فقالوا: كذبت، ما كان لنا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا ايها الناس! ردوا عليهم نسائهم و ابنائهم فمن تمسك من هذا الفى بشئ فله ست فرائض من اول شئ يضيئه الله علينا، و ركب راحلته و ركب الناس اقسام علينا فيئنا، فالحوه الى شجرة فخطفت رداءه فقال يا ايها الناس! ردوا على ردائي، فوالله لو ان شجرتها مة نعمما قسمته

آخرت میں نار۔ نصاریٰ کی گمراہی محبت محبوبان خدا میں افراط سے ہوئی۔ محبوبوں کی محبت موجب عزت ہے، مسلمان بحمد اللہ سب سچے محبت ہیں، انہیں کو عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے، نصاریٰ جھوٹے محبت تھے انہیں دنیا کی عزت، دولت اور سلطنت عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکا ہے۔ اس سے غور کر لو کہ محبوبوں کی محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے، پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنہیں اپنے محبوبوں کی سچی محبت سے فرمائے۔ اَللّٰہُمَّ ارزُقْنَا، آمین۔

سورہ فاتحہ کے بعد ”آمین“ کہنا سنت۔ آمین کلمۃ قرآن نہیں۔ وہ مہر دعا اور خود ایک دعا ہے، اس کی معنی ہیں۔ الہی ایسا ہی کر۔ اور دعا میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے۔ لہذا نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہوا۔ جو کچھ تم میں پاروں میں ہے وہ صرف اس سورہ الحمد شریف میں ہے۔ اس کی بابت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

انی قسمت لعلی و بی عبدی نصیب۔

میں نے سورہ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم فرمایا۔ نصف اول میرے لئے اور نصف آخر میرے بندے کے لئے ہے۔ جب بندہ پہلے تین آیتوں کو پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: کہ میرے بندے نے میری تمجید کی۔ اور بیچ کی آیت ”ایسا کہ نعبد و ایسا کہ نستعین“ پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: یہ آدھی میرے لئے اور آدھی میرے بندے کیلئے جب اخیر کی تین آیات پڑھتا ہے ارشاد فرماتا ہے: ہذا العبدی و نعبدی ما سأل،

یہ میرے بندے کے لئے اور میرے بندے کے لئے وہ جو اس نے مانگا۔ یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ پہلی تین آیتوں میں ”مہلت یوم الدین“ تک مولیٰ عزوجل کی خالص حمد و ثنا اور پچھلی ”ہم نعبد و ایسا کہ نستعین“ سے آخر سورہ تک اپنے لیے دعا ہے اور بیچ کی آیت میں ذکر عبادت اور استعانت ہے۔ عبادت میں تعالیٰ کے لئے ہے اور استعانت بندہ کا نفع۔ (المملو ظ ارض ۱۹)

وہا یہ کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ تو ”ایسا کہ نستعین“ فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی۔ ان اندھوں نے نہ جانا کہ وہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

”نَعَاوُنُو عَلٰی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی“ اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دو اور جو کوئی مفت نہ دینا چاہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب جہاں بھی مال غنیمت ملے گا تو سب سے پہلے اس کو چھ اونٹ دوں گا۔

یہ ارشاد فرما کر حضور اونٹ پر سوار ہو گئے، لیکن لوگ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے پیچھے پیچھے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہمارا مال ہمیں عنایت کر دیجئے یہاں تک کہ ایک درخت کے پاس آپ کو گھیر کر کھڑے ہو گئے، وہاں آپ کی ردائے مبارک ایک درخت سے الجھ کر آپ سے جدا ہو گئی، آپ نے فرمایا: اے لوگو! میری چادر مجھے اٹھا دو، خدا کی قسم اگر تہامہ کے درختوں کے برابر جانور بھی میرے پاس ہوں تو میں انہیں تقسیم کر دوں، پھر تم مجھے بخیل اور بزدل نہ پاؤ گے اور نہ جھوٹا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے اپنی چٹکی سے اس کے بال پکڑ لئے اور فرمایا: سنو! میں تمہاری اس غنیمت سے کچھ بھی نہیں لیتا، صرف پانچواں حصہ لیتا ہوں جو بعد میں تمہارے لئے ہی کام آتا ہے، یہ سن کر ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کھڑا ہوا، اس کے پاس بالوں کا ایک گچھا تھا، عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے یہ چیز اس لئے لی ہے کہ اس سے میں اپنے اونٹ کی کملی درست کروں، آپ نے ارشاد فرمایا: جو چیز میرے لئے ہے اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد کے لئے وہ سب تیری ہے، اس شخص نے کہا: جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور وہ بالوں کا گچھا پھینک دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سوئی اور دھاگے تک کو اس مال خیر میں داخل کرنے کا حکم فرمایا۔ کیوں کہ مال غنیمت میں چوری اور خیانت لوگوں کیلئے قیامت کے روز باعث ننگ و عار ہوگی۔

۱۲۲م

حدیث فرماتی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا، نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! ایاک نعبد و ایاک نستعین، کے معنی استعانت تو خدا ہی کے ساتھ

علیکم ثم لم تلقونی بخيلا ولا جباناً ولا كذوباً، ثم اتی بعیرا فاخذ من سنامه و بررة بين اصبعیه ثم یقولها: انه ليس لی من الفی شیء ولا هذه الا خمس والخمس مردود فيکم، فقام اليه رجل بكبة من شعر، فقال: یا رسول الله! اخذت هذه لا صلح بها بردعة بعیر لی فقال: ما كان لی ولبنی عبد المطلب فهو لك، فقال: او بلاء انت هذه فلا ارب لی فیها فنبذها و قال یا ایها الناس! ادو الخباط و المخبط، فان الغلول یكون علی اهلہ عارا و شغارا یوم القيامة۔

کہ ہم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ قبیلہ ہوازن کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب لوگ ایک ہی اصل اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جو مصیبت ہم پر آ پڑی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہذا ہم پر نظر کرم فرمائیں، اللہ رب العزت نے آپ پر کرم فرمایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرو، یا تو اپنا مال و دولت یجاؤ یا اپنی عورتوں اور بچوں کو آزاد کراؤ۔ عرض کیا: آپ نے ہمیں دونوں میں سے ایک کا اختیار دیا ہے تو ہمارا فیصلہ کہ ہمیں عورتیں اور بچے دیدئے جائیں۔

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال غنیمت میں جتنا میرا اور حضرت عبد المطلب کی اولاد کا حصہ ہے وہ سب میں تم کو دیتا ہوں، لیکن جب میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو جاؤں تو تم سب یوں کہنا: ہم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مؤمنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں۔ راوی فرماتے ہیں: جب لوگ نماز پڑھ چکے تو سب نے ایسا ہی کہا: حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ میرا اور عبد المطلب کی اولاد کا حصہ ہے وہ سب تمہارے لئے ہے، یہ سکر مہاجرین نے عرض کیا: جو کچھ ہمارا حصہ ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے، پھر انصار نے بھی یہ ہی کہا: اقرع بن حابس نے کہا: میں اور بنو تمیم اس میں شریک نہیں عیینہ بن حصین نے بھی اسی طرح کہا: کہ میں اور بنو فزارہ بھی اس میں شامل نہیں ہیں، یوں ہی عباس بن مرداس نے کہا: میں اور بنو سلیم اس میں شریک نہیں، اس پر بنو سلیم نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ بولا، ہمارا جو کچھ بھی ہے سب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے پھر حضور اقدس صلی

تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ چلا ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

عبداللہ بن عباس و امام ابو العالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:  
الصراط المستقیم "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر  
الصدیق و عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔"

رواہ عن ابن عباس الحاکم و صححہ و عن ابی العالیہ من طریق  
عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید و ابناء جریح و ابی حاتم و عدی و عسا کر  
و فیہ فذکرنا ذلک للحسن فقال صدق ابو العالیہ۔ جس کا منتہی اللہ ہے۔  
قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان ربی علی صراط مستقیم۔ (ہود - ۵۶)

بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین و گمراہ

ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا:

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوا و لا تتبعوا فتنقوا بکم عن سبیلہ

ذلک و ضکم بہ لعلکم تتقون۔ (الانعام - ۱۵۲)

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرمادو کہ یہ  
شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ  
تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے، اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔  
دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی

اللہ ہوا سکے سوا آدمی جو جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔ (شریعت و طریقت ۴/۳)

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ بلکہ شریعت اس  
مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بنکر زمیں وں پر گزرے انہیں سیراب کرنے  
میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر  
شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے، منبع سے  
اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے فی الحال جتنا پانی آچکا

خاص بھی، یہ ارشاد کیسا؟ کہ ہم سے استعانت کرنا اور زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، جو بات خدا کے لئے خاص ہو چکی غیر خدا کے لئے شرک ٹھہر چکی اس میں حیات و موت، قرب و بعد اور ملکیت و بشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیسا، کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحت نہیں رہتی بجاں حیات شریک ہو سکتے ہیں؟ یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انہیں حمایت تو حید کے زعم میں الٹا مشرک بنا دیا ہے۔

ایک بات کو کہیں گے شرک ہے، پھر کبھی موت و حیات کا فرق کریں گے اور کبھی قرب و بعد کا اور کبھی کسی اور وجہ کا، جس کا صاف حاصل یہ نکتہ کا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق کو خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لئے اس کا اثبات شرک تھا ان کیلئے ثابت مانتے ہیں۔

اب کھلا کہ ان کے امام نے تنویہ الایمان میں ان وہابی صاحبوں کی نسبت کہا تھا۔  
اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ، یہ منہ اور یہ دعویٰ، سچ فرمایا اللہ صاحب نے: کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ ان کی بہت فاحشہ جہالتوں کی پرورداری کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ (الامن والعلی ص ۱۴۰)

شریعت تمام احکام جسم و جان، روح و قلب اور جملہ علوم الہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے۔ جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ لہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول۔ تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محکم و معیار ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دعا ہر مسلمان پر واجب فرمائی ہے کہ: اهدنا الصراط المستقیم "ہم کو محمد صلی اللہ

آئے گا۔ اس وقت وہ دغا باز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ ”نور علی نور یهدی اللہ لنورہ من یشاء“ کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور اگر دماغ میں آگیا اور نہیں سمجھا تو معاند ہیرا گھپ کہ ہاتھ سے ہاتھ بھائی نہیں دیتا۔ جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا:

ظلمت بعضها فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یجد یراہ و من لم یجعل اللہ لہ نور فمالہ من نور“ (النور - ۴۰)

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کیلئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آ کر اس الہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا جس نے دن دھاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے۔ فانوس کا ایک مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے پھر انہیں روشنی دیتا، مگر تم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معاہدہ اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دیدی، یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقتہً نار ہے۔ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے۔ ہمارا نور آفتاب کو لجا رہا ہے، وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے اور خبر نہیں کہ وہ حقیقتہً نور ہے اور یہ دکھاوے کی ٹٹی۔ آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا۔

ع کہ با کہ ماحہ عشق در شب دیجور

ما جملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر بار یک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ لہذا حدیث میں آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحور

بغیر فقہ عبادت میں پڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا، کہ مشقت جھیلے

اور نفع کچھ نہیں۔

رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے نہیں، منبع سے تعلق ٹوٹے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا۔ بوند بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا، نہیں، نہیں میں نے غلطی کی کاش اتنا ہی ہوتا کہ وہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاس سے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹے ہی یہ تمام دریا ”البحر المسحور“ ہو کر شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سو جھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک و سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ انکا یہ بد انجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو ”نار اللہ الموقدۃ اللتی تطلع علی الافئدہ“ (الہمزۃ - ۶-۷)

یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔

اندر سے دل جل گئے ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آ رہا ہے دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں، زیادت چاہنے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے، یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تہق میں حقیقت ہے، تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے ”اطفئی المصباح فقد اشرق الا صباح“

چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہو گئی۔

اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہو گیا، تو ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے۔

ع ایلے کوروز روشن شمع کا فوری نہد۔

تو ہدایت الہی اگر دستگیر ہے بندہ لاجول پڑھتا اور اس ملعون کو دُفع کرتا ہے کہ اوعدواللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے

# سورة البقرة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

﴿۱﴾ اَلَمْ ﴿۲﴾ ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ☆

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈروالوں کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سورہ آل عمران میں بیان فرمایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم ہیں، متشابہات اور

محکمات۔ حروف تہجی کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنی ہوں، نہ یہی معقول

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔ جس سے

خطاب فرمایا جائے اس سے ایسا کلام جس کے معنی وہ نہ سمجھے شان مخاطبہ سے بعید ہے اور اگر

حضور نہ سمجھتے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہو سکتا ہے۔ تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا

جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ بات غیر معقول ہے۔ بلکہ یقیناً ان کے معانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم جانتے ہیں۔

حضور پر دو قسم کے علم نازل فرمائے، ایک وہ کہ امت کو جن کی تفسیر فرمانے کا حکم

تھا، لتبين للناس ما نزل اليهم، دوسرے وہ کہ خاص محبت و محبوب میں ہیں وہ ان مقطعات

شریفہ میں ہیں، ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ و رسول کے حوالہ کیا جائے

و بس، اور بعض صحابہ و ائمہ کے ان اشارات کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے یہ طریقیہ تاویل کہلاتا

ہے نہ کہ تفسیر۔ تفسیر رائے سے حرام ہے، اور تاویل میں رائے کی گنجائش۔ تفسیر بیان مراد ہے اور

تاویل بیان احتمال و اشارات، صحابہ و ائمہ نے جس طور پر ان میں کلام فرمایا اصلاً صالح انکار نہیں

تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے یہ گستاخی ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی تاویل یہ مروی ہے کہ الف اشارہ ہے

اسم جلالت کی طرف اور لام جبرئیل کی طرف اور میم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، گویا فرمایا

قصم ظہری اثنان جاہل متنسک عالم متہنک۔

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی۔ یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں، جاہل عابد اور عالم  
 علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔ اے عزیز شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور  
 عمل چنائی۔ پھر اعمال ظاہرہ وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے اور جب تعمیر اوپر بڑھ  
 کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیوکی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف  
 نیو بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل حصے کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر  
 پڑے گی، احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل  
 میں ڈالا کہ اب ہم تو زمیں کے دائرے سے اونچے گزر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت  
 ہے، نیو سے دیوار جدا کر لی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا:

فانہار بہ فی نار جہنم۔ (التوبہ - ۱۰۹)

اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی "والعباد باللہ رب العالمین"  
 اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لئے  
 حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیہ واحد علی الشیطان من الف عابد۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، مونہ میں لگام ناک میں نیل ڈال کر

جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔

وہم یحسبون انہم یحسبون صنعا۔ (الکہف - ۱۰۴)

وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(شریعت و طریقت ص ۹۷۶)

کہ ذلک الكتاب مبتدأ اور لا ریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمون جملہ اول کی طرف تھی، اب نفس کتاب کی طرف ہوگی، یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف محل شک نہیں، شک تو ہزاروں کو ہے مگر جہاں آرا آفتاب بے پردہ و حجاب جب نصف النہار پر آئے اور مادر زاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں، اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہو جائے گا، آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپہ چشم  
چشمہ آفتاب را چہ گناہ  
راست خواہی ہزار چشم چناں  
کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے، وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں، جب کذب ممکن ہو صدق ضروری نہ ہو، اور جب صدق ضروری نہ ہو تو لا ریب فیہ کہاں سے آئے گا۔ ضرور اس میں محل ریب ہوگا، لا ریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے جس پر کذب محال بالذات ہے، کسی طرح اس میں کذب کا امکان نہیں، اور جب امکان مانا تو یقیناً عقل کو احتمال کذب رہے گا۔ کیا دلیل کہ وہ کذب جو ممکن تھا واقع نہ ہوا۔

امام الحرمین نے ”کتاب الارشاد“ اور امام فخر رازی نے ”مفتاح الغیب“ میں اور اکابر ائمہ نے تصریح فرمائی ہیں: کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو، پھر کس ذریعہ سے مان لیا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے، اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہو سکے تو تین ہی ہیں، یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگرچہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا۔ یا اس کی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہی فرمایا ہے، اس امکان کو کام میں نہیں لایا ہوں۔ یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا حق ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو! اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمینان، ممکن کہ جھوٹ ہی بولا ہو، اور جب اس کی خبر پر اطمینان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکان کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کر دیئے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لا ریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب مان کر سارا قرآن اور تمام دین و ایمان تہہ و بالا کر دیا، کسی پر اطمینان نہ رہا۔

(۳) الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

جاتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا تو اس تقدیر پر اگلے دعویٰ ذالک الكتاب لا ریب فیہ کی دلیل ہوئی کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ کلام کہ متکلم دوسروں کے ذریعہ سے پہنچائے اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں، یا تو متکلم کا صدق ضروری نہ ہو، معاذ اللہ، خلاف کا بھی امکان ہو یا سفیر کو لے کر آیا اس میں نہ ہو۔ سہو یا خیانت کی گنجائش ہو یا جن کے پاس آیا ان میں احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچائیں گے یا بات پوری نہ سمجھیں گے۔ یہاں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، متکلم اللہ ہے جل جلالہ۔ جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کہ سہو وخطا سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حادثی علوم ورسول معصوم ہیں۔ لہذا ذلک الكتاب لا ریب فیہ۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ بعض نے فرمایا الف ایک ہے، اور لام میں اور میم چالیس تو یہ اشارہ ہے کہ ایک اللہ نے تمہیں پارے والا قرآن چالیس برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قسمیں ہیں۔ کہ کلام الہی میں مذکور ہو میں کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور کا قدم مبارک ہو، اور لام زلف مطہر اور میم وہن اقدس، گویا ارشاد ہوتا ہے تمہارے قدم زلف وہن کی قسم اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ یا الف حضور کا قامت مبارک ہے جب حضور قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جمع ہوا ہے حالت رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ سمٹا ہوا ہے بے حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اے قائم راع ماجد! تیرے قیام و رکوع و سجود کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

ذلک الكتاب لا ریب فیہ : اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذلک مبتدا اور ان کتاب اس کی خبر ہے، اور لا ریب فیہ دوسرا جملہ۔ ذلک سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا، اور الكتاب میں لام عہد کا ہے۔ سورہ کریمہ مدنیہ ہے، مدینہ منورہ میں تشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل یہود آپ سے خوب واقف تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے، تو ان میں قرآن عظیم خوب معبود و معروف تھا، کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی، تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے تم منتظر تھے، آگے دوسرے جملہ سے اس کی تاکید فرمائی کہ لا ریب فیہ اس کے وہ کتاب معبود ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور محتمل

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: جَهْدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ،  
جان بوجھ کر مکزتے اور دلوں میں خوب یقین تھا۔

اور فرماتا ہے: وَقَدْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
مَاعَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔

اور بیشک اس نبی کے ظہور سے پہلے لڑائیوں میں اس کے صدقہ سے کافروں پر فتح  
مانگتے تھے، کہ الہی اس نبی آخر الزماں کا صدقہ ہمیں ان پر فتح دے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا نبی  
تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کا دہانہ پر۔

یہودی بادشاہ خیبر نے اپنے بھائی سے کہ دونوں عالم یہود تھے پوچھا، محمد صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ بولا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت موسیٰ نے  
دی تھی، کہا: پھر تو اپنے دل کو ان کی طرف سے کیسا پاتا ہے؟ کہا خدا کی قسم! پہلے سے زیادہ  
عداوت سے پر، کہا: اپنا بھی یہی حال ہے۔ یہ حال ان سچ سمجھنے والوں کا تھا، یقیناً سچ سمجھتے تھے  
اور یقیناً کافر تھے۔ مسلمانو! ان تباہ کنندگان ایمان سے پرہیز کرو، جو ترجمہ قرآن کریم کا نام  
کریں اور ایسی الٹی سمجھائیں کہ ایمان ہی کا پتا نہ رہے۔ ایمان میں سچا ماننا ضرور ہے۔ یہ بھی سمجھے  
کہ اس قائل نے ماننے سے عدول کیوں کیا؟ اس میں بڑی حکمت ہے۔ اس کا پیشوا نے مذہب  
اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں جا بجا لکھ گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اوروں کو ماننا محض  
خبط ہے۔ سب نبی اتنی ہی بات سمجھانے آئے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ جب یہ ان  
لوگوں کا اعتقاد ہے تو وہ ایمان کے معنی ماننا کیسے لے سکتے ہیں کہ ایمان تو رسول پر لانا پڑے گا۔  
اور ان کا مذہب یہ ہے کہ رسول کو ماننا محض خبط ہے، لہذا ان ہی کی تقلید سے فقط سمجھنے پر اکتفا کی۔

(۴) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ

قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ. ☆

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا، اور جو تم سے پہلے

اترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں۔

﴿ ۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیب پر ایمان لانے کا حکم فرمایا، غیب اسے کہتے ہیں جس تک عقل (حواس) کی رسائی

## يُنْفِقُونَ. ☆

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں، اور ہماری دن، ہونی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

متقی صاحب تقویٰ کو کہتے ہیں، تقویٰ بچنا اور پرہیز کرنا، اور وہ سات قسم ہے۔

قسم اول کفر سے بچنا، اور وہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

دوم بد مذہبی سے بچنا اور یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔

سوم ہر کبیرہ سے بچنا یعنی نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور نہ کسی صغیرہ پر اصرار کرے۔

صغیرہ بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

چہارم صغائر سے بھی بچنا۔

پنجم شہوات سے بھی احتراز جس کو فرمایا آئی متنیں کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک

مباح کو ممنوع کے خوف سے ترک نہ کرے۔

ششم شہوات سے بچنا۔

ہفتم غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ نفس الحواس کا منصب ہے۔

اور قرآن کریم ان ساتوں تقویٰ کا ہادی ہے

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے سچے

دل سے اس سب کی تصدیق کرنا، ماننا، گرویدہ ہونا۔ بعض گمراہوں نے جو یہ کہا کہ ایمان سچا

سمجھنے کو کہتے ہیں، یہ اس ایمان کے معنی ہوں گے جس کے وہ مدعی ہیں ورنہ فقط سچ سمجھنا ہرگز

ایمان کے لئے کافی نہیں۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا

نبی دل میں سمجھتے تھے، مگر ایمان سے حصہ نہ تھا۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: یعرفونہ کما یعرفون ابناء ہم۔

یہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ بیٹے میں

احتمال ہے شاید عورت۔ نے خیانت کی ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی

شک نہ تھا۔

بدل دیں، تحریریں کر دیں، گھٹا دیا، بڑھا دیا، تو کسی کو یہ شبہ ہو کہ اب ان کتابوں پر ایمان ضروری نہ رہا، تو ان پر ایمان ویسا ہی ضروری ہے، ان کے ہاتھوں کے تحریف ہونے سے کلام اللہ نہیں بدل گیا، ان کی نسبت یوں کہو کہ جو کچھ اس میں اللہ کا کلام ہے اس پر ہم ایمان لائے۔

(۵) **أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.** ☆

(۶) **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا**

**يُؤْمِنُونَ.** ☆

(۷) **خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ**

**غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ.** ☆

وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی مراد کو پہنچنے والے۔  
بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿ ۱۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آخرت پر ایمان کا تین بار ذکر ہو چکا، غیب پر ایمان لاتے ہیں، آخرت غیب ہے۔  
اگلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور ان میں ذکر آخرت ہے۔ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تو اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ کسی کتاب میں نہیں۔ بایں ہمہ چوٹی بار تصریحاً سے ارشاد فرمایا کہ تمام طبائع کو آخرت کا یقین ہی ایمان پر مستقیم رکھتا ہے، اور اطاعت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اللہ عزوجل لذاتہ مستحق عبادت ہے، اگر بالفرض عبادت پر کوئی ثواب موعود نہ ہو، اور اسکے ترک پر بھی کوئی عذاب نہ ہو تو بھی وہ مستحق عبادت ہے۔ تو ریت مقدس میں ہے، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی خواہش یا دوزخ کے خوف سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں بہشت و دوزخ نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ تھا۔ مگر یہ صفت مردوں کی ہے، عام خلائق مثل اطفال ہیں، بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کے لئے لالچ دیا جاتا اور ڈرا یا دھمکایا جاتا ہے۔ لہذا آخرت پر ایمان بالتصریح جداگانہ فرمایا۔

نہ ہو۔ ایسی بات بغیر نبی کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتی، نبی کو نبی اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں ارشاد فرماتا ہے۔ جنت و نار و حشر و نشر و عذاب و حساب و کتاب و ملائکہ وغیر ہم ہزاروں غیب ہیں جن پر ایمان لانے کا حکم ہے اور ایمان اسی وقت مقبول ہے کہ ان پر بے مشاہدہ ایمان لائے۔ وقت نزع جب سینہ پر دم آتا اور حالت غرغرو پیدا ہوتی ہے اس وقت پردے اٹھائے جاتے ہیں، یہ چیزیں پیش نظر ہو جاتی ہیں، اس وقت کا ایمان مقبول نہیں، کہ حکم تو غیب پر ایمان لانے کا تھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے ہر مسلمان کو غیب کا حکم دیتا ہے، غیب پر ایمان کا حکم ہے اور ایمان تصدیق ہے، اور تصدیق علم ہے۔ جو بات (علم ہی میں) نہیں اس کی تصدیق کیوں کر ہو سکتی ہے، تو یہ آیت بھی و بابیہ کا رد ہے۔

یہاں سے نماز کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایمان و ہدایت کے ساتھ اسے قرین کیا۔ اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا کہ: الصلوٰۃ عماد الدین، فمن اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها فقد هدم الدین۔ نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنا دین قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑا اس نے اپنا دین ڈھایا۔

اس خرچ کرنے سے زکوٰۃ مراد ہے۔ یہ دین اسلام کا نماز کے بعد دوسرا رکن ہے۔ بتیس جگہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ اسے ذکر فرمایا ہے۔ عبادت بدن سے ہوگی یا مال سے، اول کی سر تاج نماز ہے اور دوم کی سردار زکوٰۃ۔

ایمان کا ذکر فرما چکا تھا مگر وہ مجمل تھا۔ اب ایک صحیح معیار ارشاد فرماتا ہے۔ جس میں سب کچھ تفصیلاً آجائے کہ اس قرآن کریم، خدا کی سب کتابوں پر ایمان لاؤ، کتب الہیہ تمام ایمانات کی تفصیل ہے، ان پر ایمان میں تفصیلاً سب پر ایمان ہو جائے گا۔

قرآن کریم جمیع مطالب کتب سماویہ پر مشتمل بلکہ جملہ ماکان و مایکون کو حاوی ہے اور وہ خود مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اِكْمَالًا لِّمَا نَزَّلْنَا مِنْ قَبْلِهِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ بایں ہمہ فرمایا گیا کہ ایمان لائیں اس پر بھی جو تم سے پہلے اترا، یہ مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ کے لئے ہے، کہ وہ اللہ کی سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں بخلاف یہود کہ توریت کو مانتے ہیں، انجیل و قرآن کے منکر، نصاریٰ انجیل کو مانتے ہیں قرآن کے منکر، پھر واقعہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتابیں

(۹) يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ

وَمَا يَشْعُرُونَ. ☆

(۱۰) فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ لِأَفْرَادِهِمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ

أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ. ☆

(۱۱) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ

مُصْلِحُونَ. ☆

(۱۲) إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُنْسِفُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ. ☆

(۱۳) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْمِعُوا لِمَا أُنذِرُكُمْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ

كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ إِلَّا إِنَّهُمْ شَمُّ السُّفَهَاءِ وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ. ☆

(۱۴) وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَا إِلَى

شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ. ☆

(۸) اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھتے ان پر ایمان لائے، اور وہ ایمان لانے

والے نہیں۔

(۹) فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر

اپنی ہی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

(۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ نے ان کی بیماری اور بیماری اور ان کیلئے

دردناک عذاب ہے، بدلہ ۱۰ کے جھوٹ کا۔

(۱۱) اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو، تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے

ہیں۔

(۱۲) سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

(۱۳) اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہیں کیا

ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنتا ہے وہی احمق ہیں، مگر جانتے نہیں۔

(۱۴) اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے

شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں۔

یہ نہ فرمایا کہ تمہیں برابر ہے کہ حضور تو ان پر حجۃ اللہ قائم فرما رہے ہیں، ہاں انہیں یکساں ہے۔ اور اسی تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بعض گمراہوں نے جو اس میں معاذ اللہ عبث ہونے کا احتمال نکالا ہے محض ضلالت ہے، کیا حجۃ اللہ قائم کرنا معاذ اللہ عبث ہے، انہیں تبلیغ دعوت نہ فرمائی جاتی تو روز قیامت ان کے لئے کہنے کو جگہ ہوتی کہ ہمیں کسی نے ڈرایا ہی نہیں، جیسا کہ باوصف ہزاروں تبلیغوں کے یہی جھوٹا عذر پیش کریں گے۔ اس کے رفع کے لئے انہیں ڈرایا گیا اور حجۃ اللہ ان پر قائم ہو گئی۔

یہ آیت کریمہ جبریوں، قدریوں، رافضیوں، معتزلیوں سب پر تبلیغ ہے۔ جبریوں پر ظاہر ہے کہ ان کے لئے بڑا عذاب بتاتا ہے، اگر انسان اپنے کام میں پتھر کی طرح مجبور محض ہے تو اس پر عذاب کس لئے؟ قدریہ و معتزلہ نے بندے کو اپنے مطلقاً افعال اور روافضی نے فعال شرک کا خالق اس لئے مانا تھا کہ ان کے زعم باطل میں مولیٰ تعالیٰ پر اراہ و شرک الزام نہ آئے، وہ اب بھی حاصل ہے۔ جب اس نے ان کے دلوں پر مہر فرمائی کہ حق نہ سمجھیں، کانوں پر مہر لگا دی کہ حق بات کان تک ہی نہ پہنچے، تو تمہارے، اس عقول کے ظہور پر ان کے کفر کا الزام کس پر؟ تو ثابت ہوا کہ مذہب اہل سنت حق ہے کہ اس پر صلح واجب نہ اس کے کسی فعل پر سوال وارد۔ دو غلاموں کا ایک مالک مجازی ہو، وہ ایک کو مسجد کی خدمت پر مقرر کرے اور دوسرے کو پاخانہ کمانے پر، اور دونوں بول ایک سے، تو اس پر اگر کوئی اعتراض کرے وہ یہی جواب دے گا کہ میں مالک ہوں جس سے جو چاہا کا مہیا۔ جب مالک مجازی سے سوال نہیں ہو سکتا تو مالک حقیقی سے سوال کرنے والا کون؟ جو چاہا کیا، جو چاہے گا کرے گا، انسان اور پتھر میں فرق بدیہی ہے، دونوں تمدن نے اسے عقل دی، ایک نوع کا اختیار دیا، اس نے اسے انکار میں صرف کیا، دنیا میں یہی دنیا ہے، ان کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی کہ اب سننے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

یہ آیت کریمہ نیچے یہ کا رد ہے جو صرف کلمہ کوئی کو ایمان کے لئے کافی جانتے ہیں، یہاں ان کے کلمہ گوئی کو ذکر فرمایا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ وہ مسلمان نہیں۔

(۸) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ

ایمان نہ لاتے ان کا نہایت عم حضور اقدس کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فلعلک باخع نفسك علی آثارهم وان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفا  
شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔

لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں: والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا فرمایا کہ تمہارا سمجھانا، نہ سمجھانا ان کو یکساں ہے، یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے حق میں یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے چاہے کوئی مانے نہ مانے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ - (النور - ۵۴)

اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ، إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ -

(الشعراء - ۱۰۹)

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ولله الحجة البالغة۔ اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔

مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل میں کہا: پھر میرے جانے سے کیا فائدہ؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی فرعون نو دی لن یفعل، قال: فلم افعل؟ قال: فنا داہ اثنا عشر ملکاً من علماء الملئکة: امض لما امرت به، فانا جهدنا ان نعلم هذا فلم نعلمه۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے، دوستان خدا نے ان کی

## ﴿ ۵ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(۸) اس آیت کریمہ میں تقیہ کا رد ہے۔ تقیہ والا مسلمانوں کو فریب ہی دیا جاتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے اس فریب کی گرفت نہ کرے گا، گویا اللہ کو جی فریب دینا چاہتا ہے۔ اسے فرما دیا کہ یہ ان کا خیال خام ہے، بلکہ خود اپنی جانوں کو فریب میں ڈالے ہوئے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ دھوکہ دے کے بچ گئے اور ایک دن وہ آنے والا ہے تَبْلٰی السَّرَائِرُ فَمَالَهُ مِنَ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ۔ جس دن دلوں کی چھپی جانچی جائیں گی، اس دن اسے نہ کچھ زور ہو گا نہ کوئی مددگار۔

(۹) یہ آیت کریمہ معتزلہ وروافض کا رد ہے۔ ان کے نزدیک معاذ اللہ، اللہ عزوجل پر صلح واجب ہے، یعنی بندہ کے حق میں وہی کہنا جو اس کے حق میں بہتر ہو، جس کے دل میں بیماری ہو، اس کی بیماری بڑھانا کیا اس کے حق میں بہتر ہے، نہیں بلکہ وہی ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء۔ اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

(۱۰) یہ آیت کریمہ ان لوگوں پر رد ہے جو صلح کلی بننا چاہتے ہیں، جس جلسے میں گئے ویسی ہی کہی، اور اس میں اپنی بھلائی سمجھتے ہیں، اور اسے اصلاح جانتے ہیں، فرما دیا: کہ یہ بڑا فساد ہے، اصلاح تو دین میں قائم رہنے میں ہے، اور قیام دین کے دور کن ہیں، الحسب لله والبغض لله۔ محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت، یہ بغیر یکسو ہوئے نہیں ہو سکتا۔ دورویہ پن سے دین تو گیا ہی، دنیا میں بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص دونوں فریق کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۱۱ تا ۱۳) ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عقل و علم و کمالات کتنے ہی ہوں، آدمی کو احمق ہونے سے نہیں بچا سکتے، جب تک ایمان نہ لائے، ایک بوہرا جسے لوگ بے عقل کہیں اور ہو مسلمان، اور دوسرا کافر فلسفی کہ دنیا کی عقل بروجہ کمال رکھتا ہو اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ نجات کی راہ چلا اور اس نے اپنے لئے ہمیشہ کی آگ اختیار کی، اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہے۔ حماقت پر حماقت جہل مرکب، کہ ہیں احمق اور اپنے آپ کو سمجھتے ہیں عاقل۔

(۱۴) یہ آیت کریمہ بھی تقیہ کا رد ہے۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے جو کافر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:  
ذوالو جھین کو قیامت میں دوزبانیں آگ کی دی جائیں گے۔  
(فتاویٰ رضویہ جلد ۶/۶، ۲۲۲ تا ۲۲۷)

عن عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم: من کان له و جهنم فی الحیوة کان له لسانان من نار یوم القیمة۔  
(الجامع الصحیح للبخاری)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں دوزخا ہوگا قیامت کے دن آتش دوزخ کی دوزبانیں اس کے  
منہ میں رکھی جائیں گی۔

عن اسی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم: یوم القیمة ذوالو جھین الذی یأتی ہولاء بحدیث و یاتی  
ہولاء بحدیث (او عکس الاول) مزید امن شرح الطریقة المحمدیة۔  
(الجامع الصحیح للبخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا: ذوالو جھین جو یہاں ان کی سی ہے اور وہاں ان کی سی، وہ قیامت کے دن ان  
میں ہوگا جو تمام مخلوقات سے بدتر ہیں۔  
(عزنان شریعت اول ۳۵)

(۲۹) هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ  
اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ  
عَلِيمٌ ☆

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمیں میں ہے پھر آسمان کی طرف  
استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے یہاں آیت کے جز "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" سے اللہ تعالیٰ

کا علم جمع اشیا کو محیط ہونا ثابت فرمایا۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غلامی اور ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلے میں ستر ہزار ساجدوں میں گر گئے اور ایک زبان بولے۔

أَمَّا بِرَبِّ الْعَلَمِينَ رَبِّ مُوسَى وَ هَارُونَ - (الاعراف - ۱۲۱ - ۱۲۲)

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسیٰ و ہارون کا۔  
مولیٰ عزوجل قادر تھا کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔ وَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَحَمَّهِمْ عَلَى الْهُدَىٰ وَلَا نَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔

(الانعام - ۳۵)

اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا، تو اے سننے والے تو بہ گزند ان نہ بن۔  
مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے، وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی۔ یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا، کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے ملتے ہیں، اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گذرتے ہیں۔ غرض ہر چیز میں "أَنَّهُمْ يَفْتَسِمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ، نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ"۔ (الزخرف - ۳۲)

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (کنز الایمان - پ ۲۵ / ع ۹ - زخرف ۲۲)  
کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل یا ابو جہل بد دین وہ جو اس کے کاموں میں چوں و چرا کرے کہ یوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے، اس کی شان ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ (المائدہ - ۲) اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ص ۱۹۲ تا ۱۹۳)

(۱۳ تا ۹) دل سے اہل بدعت سے محبت و عقیدت، دور دور سے ان کے پاس جانا، ان کی ترویج مذہب میں ساعی رہنا اور سنیوں کی تعزیر کو انہیں گالیاں دینا، اس مذہب پر تبرا کرنا ذوالوجہین ہونا ہے۔ جس پر وعید شدید (ان آیات میں) وارد۔

البشر اولهم بها تعلق وهي كل مخلوق وتحت العرش الى ما تحت الارض  
 فيدخل في ذلك الجنة والنار والسموات السبع وما فيهن وما بينهن وما بين  
 السماء والارض وما في الارض من البرار والقفار والودية والبحار والاشجار  
 فكل مخلوق في ذلك ناطق او جامد الا ادم يعرف من اسمه تلك الامور الثلاثة  
 اصله وفائده وكيفية ترتيبه ووضع شكله فيعلم من اسم الجنة من اين خلقت  
 ولاي شئ خلقت وترتيب مراتبها وجميع ما فيها من الحور وعدد من يسكنها  
 بعد البعث ويعلم من لفظ النار مثل ذلك ويعلم من لفظ السماء مثل ذلك ولاي  
 شئ كانت الاولى في محلها والثانية وهكذا في كل سماء ويعلم من لفظ  
 الملكة من اي شئ خلقوا ولاي شئ خلقوا وكيفية خلقهم وترتيب مراتبهم  
 وباي شئ استحق هذا الملك هذا في كل ملك في العرش الى ما تحت الارض  
 فهذه علوم ادم واولاد ادم من الانبياء عليهم الصلوة والسلام والاولياء  
 الكمل رضي الله تعالى عنهم اجمعين وانما خص ادم بالذكر لانه اول من  
 علم هذه العلوم ومن عليها من اولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لا  
 يعلمها الا ادم وانما خصصنا ما يحتاج اليه وذريته وبما يطبقونه لئلا يلزم  
 من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالى و فرق بين علم النبي صلى  
 الله تعالى عليه وسلم بهذه العلوم وبين علم ادم وغيره من الانبياء عليهم الصلوة  
 والسلام فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه منام من مشاهدة الحق  
 سبحانه وتعالى و اذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالى حصل لهم  
 شبه النوم عن هذه العلوم و نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا  
 عن هذا هو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالى حصلت له المشاهدة التامة  
 وحصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما لا يطاق و اذا توجه نحو  
 هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة في الحق سبحانه وتعالى فلا  
 تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة  
 الحق سبحانه وتعالى -

یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود معدوم و مفروض و موهوم غرض ہر شی و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ "ما من عام الا وقد خص منه البعض" سے مخصوص ہیں،

شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالى يعم المفهومات كلها الممكنة والواجبة والممتنعة فهو اعم من القدرة لانها تحتص بالممكنات دون الواجبات والممتنعات۔

(شرح المواقف ۷۰۸)

اللہ تعالیٰ کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہوں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے۔ کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے، واجبات اور ممتنعات سے نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۳۲۱/۱۵)

(۳۱) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ ☆

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حافظ الحدیث سیدی احمد سلجمنی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز ابن مسعود باغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں: کہ انہوں نے اس آیت کریمہ کے معلق فرمایا:

المراد بالاسماء لا أسماء العالیه لا الا أسماء النازلۃ فان كل مخلوق اسم عال و نازل فالاسم النازل هو الذي يشعر بالسمی فی الجملة و الاسم العالی هو الذي يشعر باصل المسمى من اى شیء هو نفاذ المسمى و لا ی شیء یصلح الناس من سائر ما یستعمل فیہ و کیفیۃ الحداد له فیعلم من مجرد سماع لفظه هذه العلوم و المعارف المتعلقة بالناس و هكذا كل مخلوق والمراد بقوله تعالى الا أسماء كلها الا أسماء التي یطبقها آدم و یحتاج اليها سائر

کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدہ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدہ خلق سے پردہ ہونہ مشاہدہ مخلوق مشاہدہ حق سے، یا کی و بلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور قوتیں بخشیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیوں وہا بیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ کی شرک دانی لے کر دوڑو، مشرک مشرک کی تسبیح بھانجیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا۔ سب علمون غدا من الکذاب الا شر۔ (القمر۔ ۲۷)

اشرفی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اشرفی کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) اشرفی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشرفی و اشرفی دونوں ہیں: قاتلہم اللہ انی یؤفکون۔

حضرت سیدی شاہ عبدالعزیز دباغ قدسنا اللہ بسرہ العزیز اجلہ اکابر اولیاء عظام و اعظام سادات کرام سے ہیں، بد لگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان کریم میں حسب عادت لیسیم گستاخی و زبان درازی کریں۔ لہذا مناسب کہ اس پاک مبارک لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولیٰ، اللہ واحد قہار کے غالب شیر سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی مشکل کشا زرد کے برادر اشغال اس اسد ذوالجلال کی بوسونگھ کر بھاگیں اور شرک شرک بکنے والے منہ میں قبر کے پتھر اور پتھروں سے آگیں۔

ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس اجاریہ بن ادامہ سعیدی سے راوی امیر المؤمنین ابوالا ائمہ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا

سلونی قبل ان تفقدونی فانی لا اسأل عن شیء من العرش

الاخبرت عنه۔

مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا

جائے میں بتاؤں گا۔

عرش کے نیچے کرسی ہفت ز میں اور آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت اثری تک

سب داخل ہے۔

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں، علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسکنی سے ایک گونہ آگا ہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسکنی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انہوں نے حسب طاقت و حاجت بشری تمام اشیاء جان لیں۔ اور یہ زیر عرش سے زیر فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمیں کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمیں میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و غیر ناطق۔ ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شئی کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے، اسی طرح نار، یوں ہی آسمان۔ اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیوں کر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیر میں تک ہر فرشتہ کا حال اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ و السلام۔ آدم کا نام خاص اسی لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا: ہم نے بقدر طاقت و حاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اسی لئے رکھا کہ جملہ معلومات الہیہ کا احاطہ لازم نہ آئے۔ اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام میں یہ فرق ہے۔ اور حضرات جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی اور جب مشاہدہ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیند سی آ جاتی ہے، مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا۔ وہ عین مشاہدہ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان سوالوں اور ان علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت

قنا ما لم يعرفه اباؤك قبلت منك عهدك الا ان الجفرو الجامعة يدلان على انه لا يتم و المشائخ المغاربة نصب من علوم الحروف ينتسبون فيه الى اهل البيت و رايت انا بالشام نظما اشير فيه بالرموز الى احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذينك الكتابين -

یعنی جفرو جامعہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں، بیشک امیر المؤمنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادئے ہیں اور ان کی اولاد اجداد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہنچانے اور ان سے احکام نکالتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا۔ اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہنچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہنچانے۔ اس لئے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفرو جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی۔ اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رموز میں اشارہ کیا ہے، میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔ اٹھی

اس علم علوی شریف مبارک کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے رسالہ ”مجتلی العروس و مراد النفوس“ میں ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی۔  
(خالص الاعتقاد۔ ۳۳ تا ۳۸)

(۳۳) **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا**

**إِبْلِيسَ، أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔** ☆

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے

ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

مولیٰ علی فرماتے ہیں:

کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جوشکی مجھ سے پوچھو میں بتاؤں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابو بکر عمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال شهدت علی بن ابی طالب یحسب فقال فی حقیقته منی فی اللہ لا تسالونی عن شیئی الی یوم النبیمة الا حدتکم به۔

میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا۔ امیر المومنین نے خطبہ میں اشارہ فرمایا: مجھ سے دریافت کیا کرو کہ خدا کی قسم کیا مت تک جو چیر ہوے وہی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتاؤں گا۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملتی والدین سیوطی نے جامع بیہ میں ذکر فرمائیں۔ ابن قتیبہ پھر ابن خلیکان پھر امام سیوطی نے علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الحفر جلد کتبہ جو مفرقہ ذوق اللہ۔ فیہ لاشئ لیس کل ما یحنا جور الی علمہ و کل ما یکون الی یوم النبیمة۔

جنہر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

علامہ شریف رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الحفر و الجامعة کتابان لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قد ذک فیہما علی طریقہ علم الحروف و الحوادث الی تحدث الی انقراض العالم و کانت الاثمة المعروہ فور من اولادہ یعرفونہا و بحکموز بہما فی کتاب قبول العہد الدی کتبہ علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہما لانی العمامون انک قد عرفت من حقو

بعض نے کہا بطور تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمیں پر رکھی اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا، اس شریعت میں منسوخ ہو گیا۔ بعینہ یونہی خازن میں ہے۔ دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا۔ جلال الدین سیوطی سجدہ آدم میں فرماتے ہیں:

و اذ قلنا للملکة اسجدوا لآدم سجدة تحية بالا نحناء۔

سورة يوسف میں فرماتے ہیں:

خروا له سجدا سجود انحناء لا وضع جبهة و كان تحيتهم في ذلك

الزمان۔

جلال الدین محلی سورة كهف میں فرماتے ہیں:

و اذ قلنا للملکة اسجدوا لآدم سجود انحناء لا وضع جبهة۔

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں۔ خطبہ جلالین میں ہے:

هذا تكملة تفسير القرآن الكريم الذي الفه الامام جلال الدين

المحلی علی نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال۔

توان چاروں اکابر کے نزدیک راجح یہی قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ سجدہ معروفہ،

بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے۔ وہ بقول لقعوا و خروا۔

بہر حال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۹ ص ۲۳۲، ۲۳۳)

(۳۶) فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا

فِيهِ مِنْ قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي

الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ ☆

تو شیطان نے اس سے (یعنی جنت سے) انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں

سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں

ایک وقت تک زمیں میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض لوگ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ بنی آدم میں سے کوئی اپنی حیات میں ز

﴿ ۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ ز میں پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سر خم کرنا۔

ابو الشیخ کتاب العظمتہ میں امام محمد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملائكة لا دم ایما۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابو الشیخ امام

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر ”قوله تعالیٰ و حروا له سجدا۔“

(یوسف - ۱۰۰)

میں راوی:

قال بلغنا ان ابو یہ و اخوته سجدوا یوسف ایما۔ و سہم کنیاء

الاعاجم و كانت تلك تحبتهم كما یصنع ذلك ناس الیوم۔

ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں کا سجدہ سر

سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہل عجم کے یہاں ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں

کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ نے محاورات عرب سے اس معنی سجدہ

کا اثبات کیا۔ امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور

قول اول کو ضعیف کہا۔ سجدہ ملائکہ میں فرماتے ہیں۔

لم یکن فیہ و وضع الوجه علی الارض و انما کان انحاء فلما جاء الا

سلام ابطال ذلك بالسلام۔

یعنی وہ ز میں پر مونہ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا۔ جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کر

کے باطل فرمادیا۔

سجدہ یوسف میں فرماتے ہیں:

لم یرد بالسجود و وضع الحیاہ علی الارض و اما هو الا بحناء

و النواضع و قبل وضعوا الحیاہ علی الارض علی ضربی نحیة و التعظیم و کان

جائزاً فی الامم السابقة فنسخت فی هذه الشریعة۔

یعنی سجدے سے ز میں پر پیشانی رکھنا مراد نہیں وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا۔ اور

میں چند چیزوں پر فتویٰ دیتا تھا، اب ان سے رجوع کیا، از آنجملہ فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور واعظ کے عوض تحصیل کرے مگر اب اجازت دیتا ہوں۔ لہذا ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ۹/۱۸۵)

(۵۹) **فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رَجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ** - ☆

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا تو اس میں درود شریف کے بجائے (صلعم) وغیرہ لکھا تھا جس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اور اس آیت سے اس کی حرمت پر استدلال فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں) سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال (صلعم یا ع یا ص یا صلعم) لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین۔ (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ۔ فبدل الذين ظلموا قولا غير الذي قيل لهم۔ تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی (میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹/ص ۳۱۴)

(۶۷) **وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُؤًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ** - ☆

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ کیا آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

میں کے سوا کہیں نہ جائے گا (جیسا کہ آیت کے وَلَسَنَّمُ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا سے واضح ہے) اور یہ خطاب نام ہی آدم کو عام ہے۔ تو جواب کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آسمان پر تشریف فرمانہ ہوئے۔

جواب یہ ہے کہ بیشک یہ عام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو زمین پر قرار سے، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی فرارز میں ہی ہے۔ زمین میں سے لی گئی جو نہ ہوگا اور یہ معنی لیے جائیں کہ زمین سے کوئی کسی وقت جدا نہ ہوگا تو معراجِ حسدی سے بھی انکار کرنا برے گا اور چاہئے کہ سمندر پر چلنا محال ہو کہ اس وقت بھی زمین پر رہیں۔ لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ سمندر پر تھوڑی دیر کے واسطے چلا جانا زمین پر قرار ہونے کے منافی نہیں۔

(المکنو: ۳۳، ص ۵۰)

(۴۱) وَأَمِنُوا بِمَا أَنْزَلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أُولَٰ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِأَيْدِي تَمَنَّا قَلِيلًا زَوَائِيًا فَاتَّقُونَ. ☆

اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرنا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے ذرا نہ لو۔ اور تمہاری سے ڈرو۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا حرام ہے۔ (اور مت وَلَا تَشْتَرُوا بِأَيْدِي تَمَنَّا قَلِيلًا زَوَائِيًا سے ثابت ہے) درمختار میں اسے یہود و نصاریٰ کی ضلالتوں میں سے گناہ مکر کم من حکم یختلف باختلاف الزمان کما فی العالم مکبریۃ۔

کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اجرت لینا جائز ہے، مگر کے حالات مانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں ضرورت مستثنیٰ کیں۔ امامت اذان، بعثت قرآن مجید، عیم لقمہ، کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلا تکلیف معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں۔ جمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گناہ بس۔ فقیہ الولیث سمرقندی فرماتے ہیں

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - (النجم - ۳)

یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک گائے کی قربانی میں سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحتاً موجود ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

صحیح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نساءه بالبقرۃ۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔  
صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نشرك في الابل و البقرۃ  
فی كل بدنة سبعة منا۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات آدمی شریک ہو جائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انہیں سے روایت ہے:

اشتر كنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحج و العمرة كل  
سبعة فی بدنة فقال رجل لجابر ایشترک فی البقر ما یشترک فی المحزور فقال  
ما هی الا من البدن۔

حج و عمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ کسی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے اونٹ میں فرمایا گائے بھی تو بدنہ ہی میں داخل ہے۔

﴿ ۱۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۃ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر کے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهَذَا هُمُ اقْتَدُوا - (الانعام - ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ٹھیک راستے چاہا یا تو انہیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے، (اور یہاں گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے) تو گائے کی قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔

تفسیر مذکور فرمائی نو لکھنؤ جلد اول کے ص ۷ اسطر اخیر و ص ۱۸ اسطر اول میں اس حکم الہی یعنی ذبح گاو کی حکمت یوں لکھی:

اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انہیں دکھا دیا جائے کہ جسے تم نے پوجا ذبح کرنے کے قابل ہے۔ عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔

ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انہیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا۔ بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (الحشر - ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے روکیں اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - (النساء - ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

ہیں اور تمنا ہے کہ یہ سائنڈ اور گہنیاں تجھے پسند آویں۔ رگ وید ۶: ۱۶۔ ۱۷ میں تی دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سائنڈ اور تیل اور گہنیاں اور منت کے میں ڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ۔ ۱۰: ۹۱۔ ۱۳۔

اسی اخبار میں ہرہمنہ پران۔ اور ستیارتھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸۔ اور منو کی سامر تھی ۵: ۳۱ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح مہا بھارت وغیرہا سے بھی ثابت۔ فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۶۸۷ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گنوعید گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی۔ تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف دل دکھا نے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی مزاحمت بیجا استحقاق کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا عقلا دو عرفا و قانونا کسی طرح انہیں اختیار نہیں۔

والله سبحانه و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۳ ص ۵۶۲ تا ۵۶۳)

(۸۰) وَقَالُوا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ

اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرما دو کہ خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا، یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قوله تعالى فلن يخلف الله عهده - الآية - (البقرة - ۸۰) يدل على انه سبحانه و تعالیٰ منزہ عن الكذب في وعده و وعيده قال اصحابنا لان الكذب صفة نقص والنقص على الله تعالى محال - وقالت المعتزلة لان

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

قال كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في سفر فحضر الا صحى  
اشتر كناه في البقرة عن سعة -

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات  
دیسوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ سبحان اللہ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا۔ اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اس  
کی اجازت و ہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

اس بیان میں ایک بڑی نا انصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا  
، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزد  
دیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں۔ اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی کا وک کی ممانعت ثابت  
کریں اور شاستر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں۔

ہدایہ۔ در مختار۔ قاضی خاں۔ عالمگیری۔ وغیر باہزاروں کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس  
میں قربانی کا باب مذکور ہے ان سب میں قربانی کا و نہایت صریح طور پر مسطور ہے تو اسے خلاف  
مذہب بتانا صریح دھوکہ دینا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا کہ مور تلی پو  
جن اور بتوں کے آگے گھننا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، بولی دوالی وغیرہ وغیرہ صد ہا  
تیس کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں۔ جن کا ذکر ان کے وید میں نہیں، سب ان کے خلاف  
مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے ان کا یہاں نہیں دیتی پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ  
انہیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بناء ہے خود صاف صاف قربانی کا و  
کی اجازت دے رہا ہے۔

اخبار پانیرص کے کالم ۳ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۳ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ  
ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی۔

اے گنی! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے

علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم ان کے نزدیک فعل ناروا ہے انہوں نے اس سے منع فرما دیا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان کے دل میں اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کاش عرت عظمت و کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی بھی خیر خواہی و محبت ہے کسی ایسے حکم پر جرات نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دافی نہ مل جائے۔

قال الله تعالى: ام نقولون على الله مالا نعلمون - (البقرۃ - ۱۴۰)  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو۔ دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد صرف۔ ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۸ ص ۷۱۷)

(۸۵) ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرَجُونَ فَرِيقًا مِّنْكُمْ مِّن دِيَارِهِمْ ز تَطْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمُ أَسْرَى تَفْدُوهُمْ وَهُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفْتُوا مَنُونٌ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلْ ذَلِكَ مِّنْكُمْ إِلَّا جِزَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ☆

بچے یہ جو تم ہو ایسوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو ان کے مخالف کو گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلہ دے کو چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کو تکوں سے بے خبر نہیں۔

الكذب قبيح لانه كذب فيستحيل ان يفعله فدل على ان الكذب منه محال آو  
ملخصاً۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سبحا  
نہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل  
سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال اور معتزلہ  
اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے۔ تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال۔ غرض  
ثابت ہوا کہ کذب الہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۵ ص ۳۲۶)

کسی قول کی حکایت اس قول پر افتاء کے مترادف نہیں۔ کیوں کہ ہم بہت سے ایسے  
اقوال بیان کرتے ہیں جو مذہب (ابی حنیفہ) سے الگ ہوتے ہیں اور کوئی بھی نہیں سمجھتا ہے کہ  
ہم ان اقوال پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ افتاء کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو  
بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لئے حلال ہے جو کسی چیز  
کو اس کی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو۔ ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ایسا کرنے والا  
اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا۔ اَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ کیا تم اللہ پر وہ بات  
کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔ اور۔ قُلِ اللَّهُ اِذْ لَكُمْ اَعْلَىٰ لَلَّهِ تَعْتَرُونَ۔

(یونس - ۵۹)

نیز فرمادے گئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اللہ پر افتراء باندھتے ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱ ص ۱۰۲)

بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من قال في القرآن بغير علم فليستوا مقعده من نار۔

(الحامع للترمذی کتاب التفسیر ۱۱۹/۲)

جو بے علم قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ص ۳۹۵)

کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ

میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمر کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اتنے پہلو ہیں۔

۱۔ عمر واپنی ذات سے غیب داں ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔

’قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ‘

(پ ۲۰-۱۷-آیت ۶۵-سورة نمل)

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

۲۔ عمر و آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم رکھتے ہیں ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم

یقینی حاصل ہو جاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

’تَبَيَّنَتِ الْجَنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ‘

(پ ۲۲-۸۷-آیت ۱۲-سورة سبأ)

جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے

۳۔ عمر و نجومی ہے ۴۔ رمال ہے ۵۔ سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے

۶۔ کوئے وغیرہ کی آواز۔ ۷۔ حشرات الارض کے بدن پر گرنے۔ ۸۔ کسی پرندے یا

وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے۔ ۹۔ آنکھ یا دیگر اعضا کے پھڑکنے سے شگون لیتا

ہے ۱۰۔ پانسہ پھینکتا ہے۔ ۱۱۔ فال دیکھتا ہے۔ ۱۲۔ حضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے

احوال پوچھتا ہے۔ ۱۳۔ مسمریزم جانتا ہے۔ ۱۴۔ جادو کی میز۔ ۱۵۔ روحوں کی تختی سے حال

دریافت کرتا ہے۔ ۱۶۔ قیافہ داں ہے۔ ۱۷۔ علم زاریجہ سے واقف ہے۔

ان ذرائع سے اسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے۔ یہ سب کفر ہیں (یعنی جبکہ ان کی وجہ

سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے، ۱۲ منہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”من اتى عرافا و كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد

صلى الله تعالى عليه وسلم۔ رواه احمد والحاكم بسند صحيح عن ابى هريرة

رضى الله تعالى عنه۔“

ولا حمد و ابى داؤد عنه رضى الله تعالى عنه فقد برئى بما نزل على

﴿ ۱۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کلام الہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہیں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرماتا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابد الابد تک نسبی موقوف ہونا کیا معنی؟ ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا، ” (جیسا کہ آیت ” اَفْتُوْا مَنْوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَاءُ مَنْ یُّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزٰی فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا ج وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرٰوْنَ اِلَیَّ اَشَدَّ الْعَذَابِ ط “ سے ثابت ہے)

نہ کہ ۹۹ کا انکار اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادت قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فقہاء کرام پر ان لوگوں نے جیتا افترا اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے بہ خصلت یہود ” یحرفون الکلمۃ عن مواضعہ “ یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں، تحریف تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنا لیا۔ فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ۹۹ باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے، حاشا للہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ۹۹ ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ۹۹ قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے۔ سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ۹۹ قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈال دو سب طیب و طاهر ہو جائیگا۔ حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے!

کسی لفظ کے سو پہلو ہوں تو اس کا حکم

بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو، جس میں سو پہلو نکل سکیں، ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے، ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ جن لیتا ہے رسولوں سے جسے چاہے۔

”عالمُ الغیبِ فلا یُظہر علی غیبہ احدًا الا من ار تَضی من رسولٍ“

(پ ۲۹، ۱۲۶، آیت ۲۶، ۲۷ سورہ جن)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

۲۱۔ عمر و کورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے سمعاً یا نبیاً یا الہاماً بعض غیب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا دیتا ہے، یہ احتمالاً خالص اسلام ہے۔  
تو تحقیق فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اسکی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے۔

احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پر حمل کرینگے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا، نہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدایا تنقیص شان سید انبیاء علیہ و علیہم الصلاۃ و الثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو، اب تو اسے کفر نہ کہنا، کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔

ابھی شفاء و بزازیہ، درر و بحر و نہر و فتاویٰ خیریہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ کتب معتمدہ سے سن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے، کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مگر یہود منشی لوگ فقہائے کرام پر افتراء خف اور ان کے کلام میں تبدیل و تحریف کرتے ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ“

(پ ۱۹، ۱۵۶، آیت ۲۲۷ شعراء)

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

سو پہلو والے کلمہ میں مفتی کا عمل کیا ہو

شرح فقہ اکبر میں ہے:

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مسند احمد ۳/۱۶۴، ترمذی ۱/۳۵ باب ما جاء فی کرہیۃ اتیان الحائض۔)

جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس آئے اور اس کے کہنے کی تصدیق کرے تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل شدہ احکام میں کفر کیا۔  
۱۸۔ عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

”وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“

(پ ۲۲، ع ۲، آیت ۲۰ سورہ احزاب)

ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔  
۱۹۔ وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمع غیوب اس پر منکشف ہو گئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الہی کو محیط ہو گیا۔ یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دیدی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الہی کو محیط نہیں۔

”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“

(پ ۲۳، ع ۱۵ آیت ۹ سورۃ الزمر)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

”مَنْ قَالَ فَلَانَ أَعْلَمَ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَدْعَاهُ فَحُكْمُهُ

(نسیم الریاض)

حکم الساب“

جس نے کہا کہ فلاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے تو اس کا حکم حضور کی شان میں گستاخی کرنے والے کی مانند ہے۔

۲۰۔ جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب سے الہام سے ملے ان میں ظاہراً باطناً کسی طرح کسی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں، اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اصالتاً سے غیوب پر مطلع کیا۔ یہ بھی کفر ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتِبِي مَنِ رَسَلَهُ مِنْ يَشَاءُ۔

(پ ۲۴، ع ۹ آیت ۹ آل عمران)

تو وہ انتہائی قصور کو چاہے گا اور وجہ احتمال کے ساتھ انتہا نہیں ہو سکتی۔ (مترجم)

بحر الرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاة و سل الحسام و غیر ہا میں ہے:-

”والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل

حسن الخ۔ (رد المحتار علی در المختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ)

اور وہ جو تحریر کیا گیا یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام کو جب اچھے احتمال پر محمول کرنا ممکن ہو

تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ (مترجم)

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں، مگر

یہودی بات کو تحریف کر دیتے ہیں۔

## فائدہ جلیلہ

احتمال کفر، کفر نہیں۔

اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ بعض فتاویٰ مثل قاضی خاں وغیرہ میں جو اس شخص

پر کہ اللہ و رسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواح مشائخ حاضر و واقف ہیں یا کہے ملائکہ

غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے، حکم کفر دیا، اس سے مراد وہی صورت کفر یہ مثل

ادعائے علم ذاتی وغیرہ ہے ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں

علم غیب قطعی یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا اطلاق ظن پر شائع و ذائع ہے تو علم ظنی کی شق بھی پیدا ہو

کرا کیس کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے اور ان میں بہت سے کفر سے جدا ہوں گے کہ غیب کے

علم ظنی کا ادعاء کفر نہیں۔

بحر الرائق و رد المختار میں ہے:

”علم من مسائلہم ہنا ان من استحل ما حرمہ اللہ تعالیٰ علی وجہ الظن

لا یکفر وانما یکفر اذا اعتقد الحرام حلالا، و نظیرہ ما ذکرہ القرطبی فی شرح

مسلم ان ظن الغیب جائز کظن المنجم والرمال بوقوع شئی فی المستقبل بتجربہ

امر عادی فہو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغیب والظاهر ان ادعاء ظن

الغیب حرام لا کفر بخلاف ادعاء العلم۔

”قد ذکرنا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع و تسعون  
احتمالا للكفر و احتمال واحد في نفيه فالاولى للمفتي و القاضي ان يعمل بالاحتمال  
النافي“

(شرح فقہ اکبر ص ۱۹۹، ملا علی قاری)

علمائے کرام نے کفر سے متعلق یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جب کسی کلمے میں ننانوے  
احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال عدم کفر کا تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ عدم کفر کے  
احتمال پر عمل کرے۔

فتویٰ خلاصہ جامع الفصولین و محیط و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے:-

”اذا كانت في المسئلة وجود نحو حب شكك في وجهه و احد يسمع  
التكفير فعلى المفتي و القاضي ان يعمل في ذلك بالوجه و لا ينفي كفرة بحسب  
للظن بالمسلم ثم ان كانت نية نقاش في وجهه يسمع شكك في وجهه و احد  
يكن لا ينفعه حمل المفتي كلامه على وجه لا يوجب شكك“

(رد المحتار علی در المختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ، بحر الرائق ۵/۱۲۵، کوئٹہ)

جب کسی مسئلے میں چند وجہ موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ عدم کفر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر وہ ہے  
کہ اسی وجہ کی طرف مائل ہو اور مسلمان پر حسن ظن کرتے ہوئے قائل کے کفر کا فتویٰ نہ دے۔ پھر اگر قائل کی  
نیت وہی وجہ ہو جو تکفیر کو روکتی ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر قائل کی مراد وہ وجہ نہ ہو تو مفتی کا اس کے کلام کو  
ایسی وجہ پر محمول کرنا جو موجب کفر نہ ہو پھر کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الاثر و حدیثہ ندیہ وغیرہا میں ہے:-

احتمال کفر پر مفتی کفر کا فتویٰ نہ دے۔

تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاية وغیرہا میں ہے:-

”لا يكفر بالمحتمل لان الكفر نهاية في العقوبة فيستدعي نهاية في

الجنابة و مع الاحتمال لا نهاية“

(رد المحتار علی در المختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ، بحر الرائق ۵/۱۲۵، کوئٹہ)

صرف احتمال کفر پر کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ کفر انتہائی عذاب ہے

یعنی کتب فتاویٰ میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔

### ضروری تنبیہ

احتمال کونسا معتبر ہے: احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو، صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید نے کہا خدا وہ ہیں۔

اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے، یعنی قضا وہ ہیں، مبرم و معلق۔

جیسے قرآن عظیم میں فرمایا: ”إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ اللَّهُ أَمْرًا“ مگر یہ کہ آئے اللہ تعالیٰ یعنی اللہ کا امر عمر و کہے، میں رسول اللہ ہوں۔

اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی، ایسی تاویلیں زہار مسموع نہیں۔

شفا شریف میں ہے:۔ ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل۔

صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا۔

شرح شفاء قاری میں ہے: ہو مردود عند القواعد الشرعیة۔

ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے: لا یلتفت لمثله و یعد ھذیاناً۔

ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

فتاویٰ خلاصہ و فضول عمادیہ و جامع الفصولین و فتویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے:۔

”والفظ للعمادی قال ان رسول الله او قال بالفارسیة من پیغمبر م،

یرید بہ من پیغام می برم یکفر“۔ (۶۵۔ فتاویٰ عالمگیری ۲/۲۶۳، کوئٹہ۔)

یعنی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے کہ میں پیغام لیجاتا

ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔ فاحفظ۔

مخالفین کی نازیبا عبارات کا مواخذہ و پس منظر

زاد فی البحر الا تری انہم قالو ا فی نکاح المحرم لو ظن الحل لا یحد بالا  
جماع و یعزر کما فی الظہیرہ و غیرہا ولم یقل احدانہ یکفرو کذا فی نظائرہ۔  
(۶۳۔ رد المحتار علی در المختار ۳/۱۶۸، کوئٹہ۔ بحر الرائق ۵/۱۶، کوئٹہ۔)

انکے مسائل سے یہاں پر یہ معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کے حرام کردہ کو ظن کے طور پر  
حلال جانا تو وہ کافر نہیں ہوگا ہاں جب حرام کو اعتقاد کے طور پر حلال جانے تو وہ کافر ہوگا، اور اسکی  
نظیر وہ ہے جسے قرطبی نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے کہ اگر غیب دانی کا ظن و گمان کرے تو جائز  
ہے جیسے نجومی اور علم رمل جاننے والے امر عادی کے تجربہ سے مستقبل میں کسی چیز کے وقوع  
کا ظن کرتے ہیں تو وہ ظن، صادق ہے اور علم غیب کا دعویٰ کرنا ممنوع ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ظن  
غیب کا دعویٰ حرام ہے کفر نہیں بخلاف علم غیب کے ادعاء کے۔

بحر الرائق میں اتنا زیادہ ہے، کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ فقہاء نے محرم عورت کے نکاح کے  
بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اس عورت کو حلال گمان کرے تو اجماعاً حد لگائی نہیں جائیگی اور تعذیری کی  
جائیگی یعنی مناسب طور پر سزا دی جائیگی جیسا کہ فتاویٰ ظہیر یہ وغیرہ میں ہے اور یہ کسی نے نہیں  
کہا کہ وہ کافر ہو جائیگا اور یہی حکم اس کی نظیروں میں ہے (مترجم)

تو کیونکر ممکن کہ علماء، باوصف ان تصریحات کے کہ ایک احتمال اسلام بھی نافی کفر ہے  
جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود ہیں، جنم کفر لگائیں۔ لاجرم اس سے مراد وہی خاص احتمال  
کفر ہے مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ، ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی  
تحقیقات عالیہ کے مخالف ہو کر خود ذاہب و زائل ہونگے۔

اسکی تحقیق جامع الفصولین و رد المحتار و حاشیہ علامہ نوح و ملتقط فتویٰ حجتہ تاتارخانیہ و مجمع  
الانہر و حدیقہ ندیہ و سل الحسام وغیرہا۔ کتب میں ہے۔ نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل  
،، اللؤلؤ المکنون ،، وغیرہا میں ملاحظہ ہوں۔

وباللہ التوفیق، یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریفہ بس ہیں۔

جميع ما وقع في كتب الفتاوى من كلمات صرح المصنفون فيها بالجزم  
بالكفر يكون الكفر فيها محمولاً على ارادة قائلها معنی عللوا به الكفر و اذالم تكن  
ارادة قائلها ذلك فلا كفر اه مختصراً۔

کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔

زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اسکی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اسکی اشاعت ہوتی رہے، لوگ اسکا رد چھاپا کریں، زید کو اسکی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس جنے اور یہ سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے۔

کیا کوئی عاقل گمان کر سکتا ہے کہ اس نسبت سے اسے انکار تھا یا اسکا مطلب کچھ اور تھا؟ اور ان میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہو سکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گڑھ سکتے ہیں ۱۳۲۰ھ میں انکے تمام کفریات کا مجموعہ یکجائی رد شائع ہوا پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں کے سرغنہ (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کے پاس لے گئے سوالوں پر جو حالت سرا سیمگی بے حد پیدا ہوئی دیکھنے والوں سے اسکی کیفیت پوچھے مگر اس وقت بھی نہ تحریرات سے انکار ہو سکا نہ کوئی مطلب گڑھنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں مباحثے کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔

وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جہی ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دیدیا گیا، اسے بھی جو تھا سال ہے صدائے برنخواست، ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ میرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے، یہ سب بناوٹ ہے اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ حیا دے۔

مکر پنجم :-، جب حضرات کو کچھ بن نہیں پڑتی، کسی طرف مفکر نظر نہیں آتی اور یہ توفیق اللہ واحد قہار نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکریں، جو گالیاں دیں، ان سے بعض آئیں جیسے گالیاں چھاپیں ان سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مکر چہارم۔ انکار، یعنی جس نے ان بدگو یوں کی کتابیں نہ دیکھیں اس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے اور جو ان کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھا دیتا ہے، اگر ذی علم ہو تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چلے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بے حیائی صاف کہہ دیا، ”کہ آپ معقول بھی کر دیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا“ اور بے چارہ بے علم ہو تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور آخر ہے کیا؟ یہ دو بطن قائل اس کے جواب کو وہی آیت کریمہ کافی ہے کہ:-

”يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا وَابْعَدُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ“  
(پ ۱۰، آیت ۷۴، التوبہ)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا حالانکہ بیشک ضرور وہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہو گئے۔

ع : ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

ان لوگوں کی وہ کتابیں (یعنی براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس و کتب قادیانی وغیرہ) جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں مدتوں سے انھوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض (جیسے براہین قاطعہ و حفظ الایمان - ۱۲) دو دو بار چھپیں، مدتہا مدت سے علمائے اہل سنت نے ان کے رد چھاپے مواخذے کئے، وہ فتویٰ جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب، جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لئے گئے جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے حریم شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا، سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔

یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ۔ میں رسالہ، صیانتہ الناس، کے ساتھ مطبع حدیقہ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا۔

پھر ۱۳۱۸ھ۔ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھپا۔

پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور قاہرہ رد چھپا۔

اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۳۳ھ میں مرا، اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا، نہ یہی بتایا

(پ ۲۶، ع ۱۳ آیت ۱۶ الحجرات)

(اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو) پر عمل فرمایا، خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ ”انجاء البری عن وسواس المفتری“ لکھ کر ارسال ہوا، اور مولانا نے مفتری کذاب پر لا حول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

”إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ“

(پ ۱۴، ع ۱۱۹ النحل)

جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے:-

”فَنَجْعَلُ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ“

(پ ۳، ع ۱۴، آل عمران)

ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مسلمانو! اس مکر خیف و کید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں، ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہہ دیا کہہ دیا فرماتے ہو، کچھ ثبوت دکھاتے ہو، کہاں کہہ دیا، کس کتاب، کس رسالہ، کس فتوے، کس پرچہ میں کہہ دیا، ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے، دکھاؤ اور نہیں دکھا سکتے اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے تو دیکھو قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے

دعویٰ بلا دلیل اور کذب بیانی

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:-

”فَاذْلُمُوا بِأُتُوَابِ الشُّهَدَاءِ فَأَنتُمْ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ“

(پ ۱۸، ع ۸، النور)

جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

مسلمانو! آزمائے کو کیا آزمانا، بارہا ہو چکا کہ ان حضرات نے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر منہ نہ دکھا سکے مگر حیا اتنی

”اذ عملت سیئته فاحدث عندها توبۃ السر بالسر والعلا نية بالعلا نية،

(کنز العمال ج ۲۰ ص ۲۷۸، حیدرآباد دکن)

جب توبہ کی کرے تو فوراً توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔

رواہ الامام احمد فی الزهد و الطیرانی فی الکبیر و السینتی فی الشعب

عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن حید۔

اور فرموائے کریمہ :-

”يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَيُنْعِقُونَ عَنِ اللَّهِ“

(پ ۸، آیت ۲۵، ابراہیم اف)

(اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس سے کچی چاہتے ہیں)

معاندین کا افتراء و بہتان

راہ خدا سے روکنا ضرور ناجائز عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھارے ان پر اندھیری

ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوے کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، انکی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، سماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق صاحب کو کفر دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کفر دیا،

پھر جن کی حیا اور کچھ بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد

العزیز صاحب کو کفر دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کفر دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کفر دیا، مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کفر دیا۔

پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے نزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ عیاذاً

باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کفر دیا، غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا، یہاں تک کہ ان میں کے بعض

بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جا کر جڑوی کہ

معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے، انہوں نے آیہ کریمہ :-

”إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“

علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔

وهو الجواب وبه يفتى و عليه الفتوى وهو المذهب و عليه الاعتماد و

فيه السلامه موقوفه السداد“

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی

پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت۔

ثانیاً:- ”الذکر کتبہ الشہابیہ فی کتبات ابی الوہابیہ“ (۱۳۱۲ھ)

دیکھئے جو خاص اسماعیل دہلوی اور اس کے تبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان

۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد میں مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا، جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید و احادیث

صحیحہ و تصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستر ۷۰ وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر

ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا، (ص ۶۲) ہمارے نزدیک مقام

احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار منا

سب و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ثالثاً:- سل السیوف اللہندیہ علی کتبات با بالانجدیہ (۱۳۱۲ھ)

دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اس میں بھی اسماعیل دہلوی اور اس کے تبعین

پر بوجہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دیکر صفحہ ۲۱، ۲۲، پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بہ کلمات سنہی تھا، مگر اللہ

تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں بجد برکتیں ہمارے علماء کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے بات

بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان

کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے، نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں

کہ لزوم و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم

احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری

کرتے ڈریں گے، اھ مختصراً۔

رابعاً:- ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۶ھ)

دیکھئے بار اول ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں

قول معکم میں اختیار کرتے ہیں، ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی

ہے کہ وہ رٹ جو منہ کو لگ گئی ہے نہیں چھوڑتے، اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا، اب خدا اور رسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہل سنت یوں ہیں بلا وجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں، ایسا ہی ان دشناموں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔

مسلمانو! ان مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔  
”وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِبِينَ“

(پ ۱۲، آیت ۵۲، یوسف)

(اور بیشک اللہ دغا بازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا) ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل

ہو گیا۔

تکفیر میں احتیاط کا روشن ثبوت

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:-

”قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“

(پ ۲۰، ع ۱۴، النحل)

لاؤ اپنی برہان اگر سچے ہو۔

اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہ تعالیٰ ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر ان کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے، ثبوت بھی بحمد اللہ تعالیٰ تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا بلکہ سال ہا سال کا، جن جن کی تکفیر کا اتہام علمائے اہل سنت پر رکھا ان میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسماعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہل سنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلمات کفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے، بایں ہمہ

اولاً:- سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح“ (۱۳۰۷ھ)

دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر ۷۵ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ

رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افتراء ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحتاً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو لیا جس میں اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا اللہ اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر (۷۸) وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاشا للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاشا للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی۔ (جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک، قیام میں شریک اہل اسلام ہوتے۔ ۱۲) یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی۔

اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا، جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے ”من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر“

(رد المحتار علی الدر المختار ۳/۳۱۷)

جو ایسے کے معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔

خامسا:- اسمعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صریح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھبتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے، جن السبوح، میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ حاش اللہ ہزار ہزار بار حاش اللہ! میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان متقدموں یعنی مدعیان (گنلوہی و ایٹھی اور ان کے اذتاب دیوبندی) جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لالہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

(کنز العمال ۱۹۳۱، حیدرآباد دکن)

جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے

”فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ“

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا (مترجم)

(بخاری ۱۸۰۱، باب اذا سلم الصبی الخ، سنن الدارقطنی ۳/۲۵۲ باب امیر، ملتان)

مسلمانو مسلمانو! تمہیں اپنا دین و ایمان اور روز قیامت و حضور بارگاہ رحمن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندہ خدا کی دربارہ تکفیر، یہ شدید احتیاط، یہ جلیل تصریحات، اس پر تکفیر تکفیر کا افتراء کتنی بے حیائی، کیسا ظلم کتنی گھنونی ناپاک بات، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں۔

اذالم تستحی فاصنع ماشئت۔ (بخاری ۲/۹۰۴ باب اذا لم تستحی الخ)

جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔

ع بے حیاباش وآنچہ خواہی کن

مسلمانو! یہ روشن واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے (اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے المعتمد المستمد چھپی) ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و

عمر وکاساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا باقی ہدایت رب العزت کے اختیار ہے۔

## حسام الحرمین دیکھنے کی تلقین

بات بحمد اللہ تعالیٰ ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلیٰ بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہونگی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا، لہذا اپنے عام بھائیوں کی زیارت و اطمینان ان کو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و مفتیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا جس خوبی و خوش اسلوبی و جوش دینی سے ان ائمہ اسلام نے تصدیق فرمائیں بحمد اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب،، حسام الحرمین علی منحر الکفر و المبین،، میں گرامی بھائیوں کے پیش نظر اور ہر صفحہ کے مقابل سلیبس اردو میں اس کا ترجمہ،، مبین احکام و تصدیقات اعلام،، جلوہ گر۔

الہی اسلامی بھائیوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرما اور ضد و نفسانیت یا تیرے اور تیرے حبیب کے مقابل زید و عمرو کی حمایت سے بچا، صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت کا۔ آمیں۔ (تمہید ایمان ۶۸ تا آخر)

(۹۷) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجَبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰی وَّقَلْبِكَ

بِأَذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ۔

تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس جبریل نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔

(۱۵) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں ”بین یدیه“ سے آپ نے خطیب کے سامنے جمعہ کے دن اذان ثانی کی کیفیت و حالت بیان فرمائی، لہذا فرماتے ہیں:) اب میں اس لفظ (بین یدیه) کی تحقیق کرتا ہوں۔ لفظ ”بین یدیه“ دو حرفوں سے مرکب ہے۔ ان اجزائے ترکیبہ کے اعتبار سے اس لفظ کے معنی تحقیقی یہ ہوئے کہ آدمی کے دونوں ہاتھ کے درمیان جو فضا ہے چاہے وہ آدمی کے آگے کی فضا ہو چاہے پیچھے کی، کیونکہ دونوں ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو ان کے بیچ میں آدمی کے دونوں پہلو

اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا۔ و ذلك جزاء الظالمین “ (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

”قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ رَهُوقًا۔  
(پ ۱۵، ع ۹، بنی اسرائیل)

کہہ دو کہ آیا حق اور مٹا باطل، باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔  
اور فرماتا ہے:

”لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرِّشْدُ مِنَ الْعَيِّ۔

(پ ۳، ع ۲۴، البقرۃ)

دین میں کچھ جبر نہیں حق راہ، صاف جدا ہو گئی ہے گمراہی سے۔  
یہاں چار مرحلے تھے۔

۱۔ جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا، چھاپا ضرور وہ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ضودشنام تھا۔

۲۔ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

۳۔ جو انہیں کافر نہ کہے، جو انکا پاس لحاظ رکھے، جو ان کی استاد یا رشتہ یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے، قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

۴۔ جو عذر و مکر جہال و ضلال یہاں بیان کرتے ہیں سب باطل و ناروا و پادر ہوا ہیں

یہ چاروں بجز اللہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ واضح و روشن ہو گئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دئے، اب ایک پہلو پر جنت و سعادت سرمدی، دوسری طرف شقاوت و جہنم ابدی ہے، جسے جو پسند آئے اختیار کرے مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید و

قسم اول۔ (۱) سورہ بقرہ۔ (۲) سورہ طہ۔ (۳) سورہ انبیاء۔ (۴) سورہ حج۔

ان سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں ”یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم“۔ ان کے پس و پیش کا اسے علم ہے۔

(۵) سورہ مریم شریف کی آیت ”لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک“ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے ہمارے پیش و پس اور اس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔

(۶) سورہ بقرہ میں: فانہ نزلہ علی قلبک مصداقاً لما بین یدیہ۔ اللہ پاک نے قرآن عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

(۷) آل عمران میں ”نزل علیک الكتاب بالحق مصداقاً لما بین یدیہ“ آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۸) سورہ انعام میں ”وہذا کتاب انزلناہ مبارک مصداق الذی بین یدیہ۔“ ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۹) سورہ یونس میں ”وما کان ہذا القرآن ان یفتری من دون اللہ لکن تصدیق الذی بین یدیہ۔“ یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے افتراء نہیں ہے۔ یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔

(۱۰) سورہ یوسف میں ”ما کان حدیثاً یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی“ یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شئی کی تفصیل ہے۔

(۱۱) سورہ سبأ میں ”وقال الذین کفروا ان لو من بہذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ“ کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ نہ اس پر جو گذشتہ ہے۔

(۱۲) سورہ ملائکہ میں ”والذی اوحننا لیک من الكتاب هو الحق مصداقاً لما بین یدیہ“ جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے۔ اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔

(۱۳) سورہ حم السجدہ میں ”وانہ لکتب عذیب لا یاتیه الباطل من بین یدیہ ولا

اور دونوں رائیں ہوتی ہیں، اور انہیں دونوں کو جب منہ کے آگے یا پشت کے پیچھے دراز کیا جائے تو پہلی صورت میں آگے کی جانب دونوں ہاتھ کے بیچ کی فضا اور دوسری صورت میں پیچھے کی جانب کی اتنی فضا ”بین ید یہ“ ہے، اور دونوں ہاتھ لٹکانے کی صورت میں آگے پیچھے کا سوال ہی نہیں۔

لفظ ”بین ید یہ“ کے معنی ترکیبی حقیقی تو یہی ہیں لیکن یہ یہاں مراد نہیں ہو سکتے اور معنی مرکب میں بسا اوقات یہی ہوتا ہے کہ معنی حقیقی تفصیلی چھڑ کر دوسرے معنی اجمالی مراد ہوتے ہیں یہ اطلاق کبھی لغوی ہوتا ہے اور کبھی عرفی۔ اپنے معنی تفصیلی کے لحاظ سے یہ دوسری معنی اگرچہ مجازی قرار دیئے جائیں۔ لیکن استعمال کے لحاظ سے حقیقی ہوتے ہیں۔ لفظ بین ید یہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ سامے اور مقابلے معنی میں طے ہو گا ہے۔ قرب کے معنی سے قطع نظر کر کے یا اس کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اور اس وقت میں اس لفظ کی تفسیر حاضر اور مشاہد سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ رویت عادیہ لے لئے قرب و مقابلہ شرط ہے جو مرئی ہے دیکھنے کے وقت قریب بھی ہے اور مقابل بھی ہے۔

لفظ۔ بین ید یہ۔ کا اصلی مفاد یہی ہے۔ البتہ قرب چونکہ ایک امر اضافی، حد درجہ متفاوت المعنی کلی مشکلک، ہے۔ اس لئے اس کے مختلف درجات میں سے کسی ایک کی تعیین مقام کی خصوصیت کے لحاظ سے ہوگی اور قرب و بعد کے مختلف مراتب پر دلالت لفظ کے تقاضہ سے نہیں عقل کے تقاضہ سے ہے۔ پھر اصل میں تو یہ لفظ ظرف مکان کے لئے تھا۔ لیکن بعد میں ظرف زمان کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔ یا تو مطلقاً زمانہ ماضی یا ماضی قریب کے لئے، کیونکہ ماضی حضور کے قریب ہے۔ اور اسی طرح مستقبل میں بھی کہ آنے والا زمانہ بھی مقابل اور متوجہ ہے۔ قرآن عظیم اور محاورات عرب میں لفظ۔ بین ید یہ۔ ان دونوں معنی میں وارد ہوا۔ مفسرین نے اسی معنی سے اس کی تفسیر کی، میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن پاک میں ۳۸ جگہ یہ لفظ پایا جن میں بیس مقامات میں قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لئے ہے۔ اور سترہ مقامات پر قرب کے لئے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے۔ کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری تک پر قریب کا اطلاق ہوا ہے۔ ہم نے ان سب آیتوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱۹) اور حم سجدہ میں۔ اذ جاتئہم الرسل من بین ایدیہم ومن خلفہم "اور جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے۔ کہ رسول انہیں پہلی امتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے۔ (نسفی) یا گذشتہ اور آئندہ قومیں کہ انہیں پہلوں کی خبر پہونچی۔ اور ہود اور صالح علیہما السلام نے انہیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا۔ (بیضاوی)

(۲۰) سورہ احقاف میں "اذا نذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ۔" حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقام احقاف میں ڈرایا۔ اور اس کے پہلے سنانے والے گذر چکے تھے اور بعد میں آئے۔ یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی قوموں کی طرف کہ سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پوجو۔ (جلالین)

### قسم ثانی۔

(۲۱) سورہ اعراف میں "هو الذی ارسل الرياح بشرا بین یدی رحمة" اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔

(۲۲) سورہ فرقان میں "هو الذی ارسل الرياح بشرا بین یدی رحمتہ (۲۳) سورہ نمل "میں" امن یهدیکم فی ظلمات البر ولا بحر ومن یرسل الرياح بشرا بین یدی رحمتہ۔ " یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیروں میں خشکی اور تری کی۔ اور وہ کہ ہوا میں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوش خبری سنانی۔ ان آیات میں لفظ بین یدیہ بارش کے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۴) لاتینہن من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم وعن شمائلہم۔ ہم ان پر آئیں گے ان کے پیچھے اور دائیں اور بائیں۔

اس آیت میں شیطانوں کے وسوسہ کا بیان ہے۔ جس کے لئے ان کا ان لوگوں کے۔؟ (۲۵) سورہ رعد میں؛ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ۔ ان کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں۔ اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔

(۲۶) سورہ سبا میں۔ افلم یروالمابین ایدیہم وما خلفہم من السماء والارض۔ تو کہا انہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ آسمان وزمین۔ اس آیت

من خلفه ” یہ عزت والی کتاب کہ باطل کو اسکی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے

(۱۴) سورہ احقاف میں ” قالوا یا قوم ما انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسى مصدقا لما بین یدیہ “ اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔

(ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے) اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گزری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی اور گذشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۵) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے۔ ” مصدقا لما بین یدی من التوراة “ کہ میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔

(۱۶) سورہ مائدہ کی آیت ” وقفبنا علی آثارہم بعسی بن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراة “ ہم ان تینوں کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔

(۱۷) اور سورہ صف کی آیت۔ ” مصدقا لما سن ندیہ من التوراة و مبشرا برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد۔ “ میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سنا تا ہوا۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

ان آیات میں لفظ۔ بین یدیہ۔ کو حضور پر حمل کیا جاسکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی تفسیر ” من قبلہ “ ہی کیا کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔

(۱۸) اور سورہ بقرہ میں ” فجعلنا ہا نکالا لما بین یدیہا وما خلفہا “ تو ہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا۔ اس کی تفسیر بھی اگلی اور پچھلی امتیں؟ کی گئی جس کا ذکر گذشتہ امتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا۔

(بیضاوی)

(۳۳) سورہ حدید میں۔ یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورہم بین ایدھیم و بایمانہم۔ اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے گا۔ یہاں یسعی اس پر دلالت کرتا ہے کہ آگے اور دائیں سے مراد وہ جگہ ہے جو ان کے لئے روشن کی گئی ہے۔ تو یہاں بین ید یہ سے مراد قرب ہے۔ اور نور تو مومنوں سے متصل ہی ہوگا۔

(۳۴) سورہ مجادلہ میں ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدیٰ نجاؤکم صدقہ۔ اے ایمان والو! رسول کریم سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو۔

(۳۵) اشفقتم ان تقدموا بین یدیٰ نجاؤکم صدقات۔ بات چیت سے قبل صدقہ پیش کرنے سے ڈر رہے ہو۔ ان دونوں آیتوں میں مراد تعظیم رسول ہے۔ تو یہ قرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۶) سورہ ممتحنہ میں ہے ”ولا یاتین بہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن۔ ایسا بہتان نہ ظاہر کرو جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے بیچ گڑھا ہو۔ وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو۔ عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے۔ اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے۔ تو عورت جب بچہ جنے گی تو وہ ہقیقۃً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا۔ تو یہاں بین ید یہ کے معنی حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔

(۳۸) سورہ جن میں۔ عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ان رسولوں کے آگے پیچھے نگران چلتے ہیں۔ یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ سب آیات واضح ہیں۔

اسی سے ہے۔ جعلناہا نکالا لما بین یدیہا وما خلفہا۔ ہم نے اسی بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا۔ مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ ما بین ید یہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں ہیں جو ان کے زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں۔ (جلالین)  
یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تھے۔ یا ان دیہاتوں والے۔ (بیضاوی)

میں سماء سے مراد آسمان دنیا ہے۔ جو نسبتہ ہم سے قریب ہے۔ اور ہم پر سایہ فلک ہے۔

(۲۷) اسی میں ہے۔ ومن الجن من يعمل بین یدیه باذن ربہ (الی قولہ

تعالیٰ) يعملون له مما یشاء من محاریب و تماثل و جفان کالجواب و قدور  
راسیات۔ اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے۔ اس کے رب کے حکم سے۔ اس  
کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔ اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن  
، اور لنگر دار دیکھیں۔ اس آیت میں بادشاہ کے حسب مرضی کام کرنے والوں کے اس کے سامنے  
ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔

(۲۸) اسی میں ہے۔ ما بصاحبکم من جنۃ ان هو الا نذیر لکم بین یدی

عذاب شدید۔ تمہارے ان صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں، وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسانے  
والے، ایک سخت عذاب کے آگے، اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۹) سورہ لیس میں۔ وجعلنا من بین ایدیہم سدا و من خلفہم سدا۔ ہم

نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔ یہاں لفظ بین ایدی اتصال  
حقیقی کے لئے ہے، تاکہ نابینائی پیدا ہو۔ (پناہ بخدا)

(۳۰) اسی میں ہے۔ واذاقیل لہم اتقوا ما بین ایدیکم و ما خلفکم۔ جب ان

سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو، یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب دنیا  
اور عذاب آخرت سے بچو۔ (جلالین)

(۳۱) حم سجدہ۔ میں۔ و قبضنا لہم قرناء فرینوا لہم ما بین ایدیہم و ما خلفہم

۔ اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے۔ انہوں نے انہیں مزین کر دیا جو ان کے آگے اور  
جو ان کے پیچھے ہے۔ ما بین ایدیہم سے مراد امور دنیا اور شہوتوں کی اتباع اور خلفہم سے  
مراد امور آخرت۔ (جلالین)

(۳۲) سورہ حجرات میں۔ یا ایہا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسوله

۔ اے ایمان والو اللہ و رسول پر سبقت نہ کرو اس آیت میں نفی کا مفاد حکم خدا و رسول سے پہلے کسی  
امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے۔ اور اس کی شاعت کو محسوس کے ساتھ مثل کر کے دکھایا گیا۔ اگر  
چلنے میں غلام آقا سے آگے چلے تو برا ہے۔ اور یہ برائی قرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

(۱) لفظ بین ید یہ۔ افادہ قرب میں متعین نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کی ہوئی بیس آیتوں سے ظاہر ہوا۔ اور پہلے ذکر ہوئی ائمہ لعنت و تفسیر کی تصریحات سے ظاہر ہوا۔ فقہاء کی غرض تو یہ بیان کرنا ہے۔ کہ اس اذان میں مسنون خطیب کا سامنے رہنا ہے۔ جیسا کہ فاتح شرح قدوری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ۔ جب موزنین خطیب کے سامنے اذان دے لیں۔ فقہاء کو اس عبارت سے صرف سامنا بتانا ہے۔ یہ بات کہ اذان جو جو ف مسجد میں نہ ہو۔ نہ مسجد سے دور ہو بلکہ مسجد کے حدود و اطراف میں ہو۔ یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو باب الاذان میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس دوسرے مسئلہ سے سامنے کی دوری متعین ہوتی ہے۔

(۲) اور اگر بین ید یہ۔ کے معنی قریب تسلیم بھی کر لئے جائیں تو قرب ایک امر اضافی ہے۔ ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔

(الف) دیکھو اکیسویں آیت میں بین ید یہ کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش۔ اور اس طرح جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے: ہوانے بادل کو اٹھالیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ تو اس سے بارش ہوئی۔

(ب) ۲۶ ویں آیت میں آسمان کو ہمارے قریب بین ید یہ بتایا۔ اور ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے۔ حضرت ترجمان القرآن علامہ الکتاب، فصیح العرب اور اعلم القوم باللسان، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت الکرسی کے ”یعلم ما بین ید یہم“ کے معنی زمیں سے آسمان تک بتائے۔ اور ما خلفہم کے معنی آسمان متعین فرمائے۔ طبرانی نے اسے کتاب السنہ میں روایت کیا۔

(ج) ۲۷ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بین ید یہ چیزیں بناتے تھے۔ حالانکہ وہ شیطان تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع و عریض لگن۔ بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں بنا ہی نہیں سکتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں۔ جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان ان سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

ایسا ہی آیت مبارکہ۔ اذ جاء نهم رسلهم من بين ايديهم ومن خلفهم۔ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے۔ (مدارک، بیضاوی)۔

ائمہ تفسیر ولعنت کا بیان یہ ہے۔ صحاح۔ قاموس۔ مختار الصحاح۔ تاج العروس۔ وغیرہ میں بین یدی الساعۃ کے معنی قیامت سے پہلے، اور صحاح میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ بین یدک ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو، معالم التنزیل تفسیر سورۃ حجرات میں بین الیدین کے معنی آگے ہے۔ اور خارن میں مین ید یہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر ابو سعود میں سورہ یونس علیہ السلام میں بین ید یہ کے معنی آگے۔ اور جلالین میں سورہ رعد کے لفظ بین ید یہ کے معنی آگے۔ اسی میں سورہ مریم کے لفظ ما بین ایدینا کے معنی ہمارے آگے، اسی میں اور دیگر تفاسیر میں سورہ بقرہ، اور دیگر سورتوں کے لفظ "مصداقا لما بین یدیہ" کے معنی اس سے پہلے کی کتابیں انموذج حلیل میں ۷۲ ویں آیت کے تحت ہے۔ ما بین یدی الانسان بر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھرے بغیر پڑے۔

کرنی اور فتوحات البیہ میں اسی آیت کے تحت ہے۔ انسان کے ما بین ید یہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھرے بغیر پڑے۔ تکملہ مجمع البحار میں ہے۔ فعلتہ بین یدیک کا ترجمہ میں نے اسکو تیرے حضور میں کیا۔ اور عنایہ التقاضی میں آیۃ المرسی کے ما بین ایدیہم کے معنی لکھے ہیں۔ کہ ما بین ید یہ کا اطلاق امور دنیا پر ہے کہ وہ نہ ہمارے سامنے ہیں۔ اور حاضر کی تعبیر ما بین ید یہ سے کی جاتی ہے۔ اور مور آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز جو تمہارے پیچھے ہو۔ اور جمل میں اسی آیت کی تفسیر میں ما بین ایدیہم کے معنی جو حاضر و مشاہد ہو۔ لکھے ہیں۔ خطیب اور جمل میں۔ بین یدی اللہ ورسولہ کے معنی اللہ ورسولہ کے حضور کئے ہیں۔ کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین ید یہ ہے۔ اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔

(بات آگے آرہی ہے)

تو قرآن عظیم، احادیث کریمہ، اور قدیم وجہ یہ... سے ظاہر ہو گیا۔ کہ قول فقہاء: یو ذن بین یدی الخطیب۔ کی دلالت مسجد کے اندر دینے پر بھی نہیں چہ جائے کہ منبر کے پاس ہو۔

پڑیں اور کھسک نہ سکیں۔ اور مصلیٰ کو حکم اپنی نگاہ موضع سجود پر رکھے۔ تو اس کے موضع سجود میں اتنی ہی دوری اصل ہے۔ اور مصلیٰ کے سامنے سے گذرنا تبھی کہا جائے گا جب گذرنے والا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ کی زد میں آئے اور یہ موضع سجود ہی ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے۔

(ح) مقولہ جلست بین ید یہ میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا۔ کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لئے ہے۔ جس کا تعلق سماع سے ہے۔ اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے۔ چنانچہ کشاف، مدارک۔ اور شربنی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

حقیقة قوله جلست بین یدی فلان ان تجلس بین جہتین المسامتین  
لیمیں ہ و شما ئله قریبا منه فسمیت الجہتان یدین لکونہما علی سمت الیدین مع  
القرب منہما تو سعا کما یسمی الشئی با سم غیرہ اذ جا ورہ۔

قول جلست بین یدی فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے ان دونوں جہتوں کو وہاں سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انہیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں۔ اور یہ مجاز ہے جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک نام دوسرے کو دیدیا جاتا ہے۔

(خطیب شربنی کی یہی عبارت ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا)

تنبیہ۔ اس عبارت میں اس معنی کو شرع میں حقیقی کہا اور بعد میں مجازی قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے تفصیلی کے معنی کے لحاظ سے تو یہ مجاز ہے۔ اور اجمال کے لحاظ سے معنی حقیقی۔

(ط) ایک شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے۔ مگر خود بے وضو ہے۔ تو وہ اپنے خادم سے کہتا ہے: میرے سامنے قرآن عظیم لے کر بیٹھ جاؤ۔ تو یہاں قریب سے ایسا قرب مراد ہوگا کہ پڑھنا ممکن ہو۔ اور یہ قرب تیز نگاہی اور ضعف بصارت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ اور تحریر کے جلی اور خفی ہونے کے لحاظ سے بھی متعدد ہوگا۔

خلاصہ کام یہ ہے کہ قریب کے یہ مختلف معانی موارد اور مقامات کے اختلاف کی وجہ

(اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کے ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے۔ احمد اور شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس سے اس کو روایت کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آج ۱۳۳۳ھ (اور اب ۱۴۲۵ھ) تک امت مرحومہ کو مہلت دی۔ اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ ایک خدا کو پوجیں۔ (احمد و ابویعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)

(ہ) انجیل میں۔ بین یدی القرآن ہے اور ان دونوں کے بیچ میں چھ سو سال سے زائد کا فاصلہ ہے۔ اور تورات انجیل کے مابین یہ ہے اور ان دونوں کے درمیان حسب روایت جمل انیس سو پچھتر (۱۹۷۵) سال کا فاصلہ ہے۔ اور یونہی توراہ قرآن کے بھی بین یدیہ ہے۔ تو تورات قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال کا ہوا۔

(و) یہ بات یقینی ہے کہ غروب آفتاب کے وقت پچھتم طرف رخ کر کے کھڑا ہونے والا عربی میں کہتا ہے الشمس بین یدی اور فارسی میں کہتا ہے آفتاب پیش روئے من است۔ اور ہندی میں کہتا ہے۔ سورج میرے منہ کے سامنے ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان تین ہزار سال کی مسافت ہے۔ اور یہی بات ثریا کی طرف رخ کر کے بھی کہتا ہے۔ جب کہ اس کے اور ثریا کے درمیان آٹھ ہزار سال کی راہ ہے۔

(ز) انیسویں آیت میں لفظ بین یدیہ سے مراد اتصال حقیقی ہے۔ اس لئے کے اندھا پن بے اس کے محقق نہیں ہو سکتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ میں بین یدیہ کہ مدلول کی جولان گاہ اتصال حقیقی سے شروع ہو کر آٹھ ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔ تو اس کی اصل حاضر و مشہود کے لئے ہے۔ اور محل و مقصود کے لحاظ سے اس حضور میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً ثریا اتنی دور سے، اور سورج اتنی دور سے، اور سیارے پانچ سو برس کی راہ سے، تو ان اشیاء میں یہ قرب کہا جائے گا، اور مزدوروں میں اتنی دور سے نگرانی ہو سکے، مزدور سست نہ

يقال هذا الشئ بين يديك اي قريبا منك۔

کہا جاتا ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے ہے یعنی تم سے قریب ہے۔

اور کشف اور مدارک کے مذکورہ بالا قول سے۔

جلست بين يدى فلاں الخ۔

میں فلاں کے سامنے بیٹھا۔ (الی آخرہ)

اولا۔ ہم تو اس کا اعتراف ہی کرتے ہیں کہ لفظ بین ید یہ بسا اوقات قرب کے لئے

استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خود قرب میں بھی تو بڑی وسعت ہے۔

ثانیا۔ انہیں یہ امر محسوس ہی نہ ہوا۔ کہ یہاں لفظ بین ید یہ کے معنی مشترک حاضر و مشاہد

پر قرب کی زیادتی جلوس کی خصوصیت سے مستفاد ہے۔ پھر اس جلوس خاص کے بھی متعدد

مراتب ہیں۔ ایک بازاری آدمی اور وزیر اعظم دونوں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور

دونوں ہی اپنے اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا۔ لیکن دونوں پاس

میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ کہ وزیر بادشاہ کے ساتھ صدر میں ہوتا ہے۔ اور عام آدمی جو تانکا لےنے کی

جگہ بلکہ چوکھٹ کے باہر۔ تو اس لفظ سے قرب پر استدلال الٹ گیا۔ کہ دربار کے دروازہ کی

چوکھٹ کے پاس بیٹھنے والا بھی صدر میں بیٹھنے والے کی طرح بین ید یہ اور پاس ہے۔

ثالثا۔ راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے۔

کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنی بتائے وہ ان ائمہ لعنت و تفسیر کے خلاف ہے یا

موافق۔ اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لعنت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ

قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی۔ اور اگر خلاف نہیں تو حاضر و مشاہد میں جتنا قرب ہے اس

پر قناعت کیوں نہیں۔ حالانکہ رویت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لابدی ہے۔ یا تو

قرب کی ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے

جیسا نا سمجھ ہی دے سکے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قول حق میں فرماتا ہے:

اقرب الساعة و انشق القمر۔

قیامت قریب ہوئی اور چاند شق ہو چکا۔

سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو لفظ بین ید یہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے جس سے اذان کا منبر کے متصل یا مسجد کے اندر ہونا سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ حکم دیا جائے کہ اذان منبر سے لگ کر دی جائے۔ اور چونکہ اس قرب کے مدعی وہ لوگ ہیں اور لفظ بین ید یہ سے اس مدعی پر وہی لوگ استدلال کرتے ہیں۔ تو انہیں ہی علاحدہ سے کوئی دلیل لانی چاہئے کہ یہاں اس لفظ سے مراد یہی قرب ہے۔ اور یہ بھلا ان کے بس کی بات کہاں۔

اور وہ خود یہاں بین ید یہ کے معنی متعین کرنے سے عاجز ہوں۔ تو ہم سے دریافت کریں ہم تبرعاً انہیں بتاتے ہیں کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جو اس لفظ کا مدلول ہے یعنی موجود مشاہد۔ جسے دیکھنے کے لئے چہرہ دائیں یا بائیں موڑنے کی ضرورت نہ پڑے۔ قرب کے تمام افراد میں یہی معنی مشترک ہیں اور اس معنی پر اضافہ تو موقع استعمال کی خصوصیت سے مستفاد ہوتا ہے جو مسئلہ دائرہ میں مسجد کی باہری حدیں اور بیرونی صحن ہے۔

بات مکمل ہو گئی اور مسلک حق موید بالدلیل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہو گیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم تو اس ظہور حق پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہی کرتے ہیں۔

(۳) یہاں بین ید یہ کی حد متعین کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم العدل ہیں۔ اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہد میں ہوتا تھا وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے۔ جسے حدیث صحیح سے سنا جا چکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی، تو قرب کی بحکم رسول یہی حد مقرر ہوئی۔ اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم و تعدی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کر کے داخل مسجد کر دیا اس نے سنت رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کر دیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دو آخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا۔ اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا اس نے حق کے موافق حکم کیا۔ اور حکم تو اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۲) الحمد للہ گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی نا سمجھی ظاہر ہو گئی جنہوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب اصفہانی کے اس قول سے استدلال کیا:

سادسا۔ اسی معنی قریب کی فرع مصدقا لما بین یدی من التوراة کو کہا جن میں دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ تو جب یہ عظیم زمانی فاصلہ لفظ بین یدیہ کے معنی قرب کے منافی نہیں، تو قرب مکانی میں مسجد کے حدود اور اس سے متصل زمیں کا فاصلہ لفظ بین یدیہ کے معنی قرب کے کیا منافی ہوگا۔ جو عام طور سے سو ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ کئی مساجد میں بیس ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔

ثامنا۔ چلئے ہم نے امام راغب کے قول کی وہی مراد تسلیم کر لی جو آپ کو مرغوب ہے۔ مگر اس کو کیا کیجئے؟ کہ صحابی رسول حضرت سائب بن یزید غزنی رضی اللہ عنہ جو خود بھی صاحب زبان ہیں اور آپ کے امام راغب دونوں سے زیادہ عربی زبان کی باریکیاں سمجھتے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان جمعہ کو بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کہتے اور علی باب المسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ حدیث گرامی تو آپ کی کٹھجتی کے منہ پر ایسی مہر ہے جس کا ٹوٹنا ممکن ہے۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں۔

تاسعا۔ مستدل نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ بین یدیہ بعض مواقع میں قرب سے خالی بھی ہوتا ہے۔ اور صرف سامنے اور مقابل کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیات قرآنی میں بھی واقع ہوا ہے۔ مگر مسئلہ اذان میں جو لفظ بین یدیہ آیا ہے اس کے معنی صرف وہ محاذ اذاعہ ہے جو قرب سے خالی ہو۔ اس کی تصریح کسی نے نہیں کی ہے۔

مقام حیرت ہے کہ بین یدیہ کو قریب و بعید دونوں کے لئے مان کر، اور یہ تسلیم کر کے کہ قرآن عظیم میں ایسا وارد ہے اور مستدل ہو کر سادگی سے یہ کہنا کہ مسئلہ متنازعہ میں بین یدیہ کے معنی بعید ہونے کی تصریح کہیں سے ثابت نہیں (الٹی بھیر ویں الا پنا ہے)

اس عدم ثبوت سے مستدل کو کیا فائدہ پہونچے گا۔ آپ کا استدلال تو اس احتمال کے تسلیم کرتے ہی ختم ہو گیا۔ کہ ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔“ اب تو اگر آپ یہ ثابت کر سکتے کہ مسئلہ اذان میں اس لفظ کے معنی بعید نہیں مراد ہیں۔ تو بات بنتی اور یہ آپ کے بس سے باہر ہے۔ جیسی تو معنی محتمل مراد نہ ہونے کی تصریح کے عموم سے استدلال کرنے لگے۔

سبحان اللہ یہ بھی پتہ نہیں کہ مستدل کا موقف کیا ہے۔ اور معترض کو کس بات سے فائدہ

پہونچتا ہے۔

اسلوب بیان کی خامی۔ یہ جملہ جیسا کہ قرآن کی بعض آیات میں واقع ہوا یہ

بلکہ اسی قدوس و پروردگار نے فرمایا:

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون -

لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں۔  
حالانکہ حساب قیام قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا۔ اس وقت ایک دن کی مقدار  
آج کے پچاس ہزار سال کے برس ہوگی۔

رابعاً۔ امام قدوری نے اپنی شرح میں فرمایا اشیاء کی حفاظت کے دو طریقے ہیں۔

(۱) نگرانی کے ذریعہ حفاظت۔ جو ہرہ نیرہ میں اس کی تشریح فرمائی کہ محافظ چیز سے اتنا  
قریب ہو کہ اسے دیکھتا رہے۔ اور اگر اتنا دور ہو گیا کہ چیز نگاہ سے اوجھل ہو گئی تو یہ حفاظت نہیں  
ہے۔ امام قدوری اور صاحب برہان نے قرب و بعد کا مدار دیکھنے نہ دیکھنے پر رکھا۔ تو کلام  
راغب میں بھی قرب سے مراد یہی حاضر و مشاہد ہونا چاہیے جیسا کہ دیگر ائمہ لعنت و تفسیر کی تحقیق  
ہے۔

خامساً۔ اس متدل سے خود امام راغب کو شکایت ہوگی کہ اس نے میری پوری بات یاد  
نہیں رکھی کیونکہ ان کی پوری بات تو یہ ہے:

يقان هذا اتي بين يدي اي قريب مسك و سبي هذا فوه - له ما بين ايدي  
ومصدقا لما بين يدي من التوراة - وقوله وقال الذين كفروا ان لو من بهذا القرآن  
وبالذي بين يديه اي مقدم الله من الابحليل و سحوة - (محصراً)

مجاورہ ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے یعنی تم سے قریب ہے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل  
اقوال میں لفظ بین یدی سے یہی قرب مراد ہے۔ (مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے  
کہلایا) جو ہمارے سامنے ہے سب خدا کے لئے ہے۔ (اور قرآن کے لئے خود فرمایا۔) اپنے  
آگے والی کتاب توراة کی تائید کرتا ہے۔ اور کافروں کا قول نقل کیا کہ ہم نہ تو قرآن پر ایمان  
لائیں گے نہ اس سے پہلے کی کتابوں مثلاً انجیل وغیرہ پر۔

اس پوری عبارت میں امام راغب نے بین یدی کے معنی قریب بتا کر اس کا مصداق  
ما بین ایدینا کو قرار دیا۔ تو کیا فرشتوں نے ہمارے سامنے کہا کہ صرف اپنے متصل اشیاء  
مراد لیں کیا صرف وہی اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں؟

﴿ ۱۶ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قصہ ہاروت و ماروت کی غلط شہرت اور غیر خدا کی جانب سے نفع

و ضرر کا ثبوت باذن اللہ تعالیٰ ثابت فرمایا)

امام احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ عنہ سے راوی

- حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من ضار ضار اللہ بہ و من شاق

شق اللہ علیہ -

جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ

اسے مشقت میں ڈالے گا۔

حاکم کی حدیث میں ہے:

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

حجر اسود کی نسبت فرمایا: بلی یا امیر المؤمنین یضر و ینفع - (الحدیث)

کیوں نہیں اے امیر المؤمنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔ (الحدیث)

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۶۹۱-۶۹۲)

قصہ ہائے ہاروت و ماروت جس طرح عام شائع ہے ائمہ کرام کو اس پر سخت انکار شدید

ہے۔ جس کی تفصیل شفاء شریف میں اور اس کی شرح میں ہے۔ یہاں تک کہ امام اجل قاضی

عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

هذه الاخبار من كتب اليهود و افتراءتهم -

یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی افتراؤں سے ہیں۔

ان کو جن یا انس مانا جائے جب بھی درازی عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر و سیدنا الیاس اور

سیدنا عیسیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عزوجل نے ابتلائے

خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ۔

انما نحن فتنۃ فلا تکفر - (البقرة - ۱۰۲)

ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔

بتانے کے لئے بولتے ہیں کہ یہ جو واقع ہوا سہوا و خطا و واقع ہوا کیا قرآنی آیت کے لئے یہ اسلوب بیان صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم غفو کے طالب ہیں۔

جب تم نے یہ تسلیم کر لیا کہ بین ید یہ کے معنی قرآن میں بعید مقابل کے لئے ہیں تو اس سے منہ موڑ کر اس کو راغب کے بیان کے مطابق قریب مراد لینے کی کیا وجہ ہے۔

اگر کوئی وجہ فرق تھی تو آپکو دونوں ہی پہلو کے لئے دلیل دینی چاہئے تھی کہ قرآن میں بعید ہونے کی یہ وجہ ہے اور اذان میں قریب مراد ہونے کی دلیل یہ ہے۔ اور جب آپ کے پاس تفریق کی کوئی دلیل نہیں۔ تو قرآن عظیم سے منہ موڑ کر راغب کا دامن پکڑنا کار ذلیل ہے۔

(شما تم العنر - ۲۸۶۵۲۶۸)

(۱۰۲) **وَ اتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانِ عَلَىٰ مَلِكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرٌ وَيُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّعَرَ وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ بَيِّنَاتٍ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يَعْلَمَنَّ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّوهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلَّمُوا لِمَنْ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرُّوا بِهٖ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. ☆**

اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانے میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتر اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھجھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اسکی عورت میں اس سے ضرر نہیں پہونچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں وہ جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کہ بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے۔ جو نہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پراڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطان فلا تنعد بعد الذکری مع القوم

الظالمین۔ (الانعام - ۶۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کو دوکانیں کر لے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد کو پھر سے مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(جدید ۸۸/۸)

(۱۲۴) **وَإِذَا بَتَلَىٰ آئِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ط قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يِنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔** ☆

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امامت اصل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الانبیاء ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرمانہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم مقام ہوگا نہ کہ غیر۔ اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہاں۔ (جیسا کہ آیت "قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا" سے ثابت) تو امامت خاص حق علماء ہے اس میں جہاں کو منازعت کا اصلاحی حق نہیں۔ ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۱۴)

احق بالامامة اعلم قوم

(اور "قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يِنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔" ☆

سے ثابت کہ نااہلوں کو امامت سونپنا جائز نہیں جیسا کہ)

اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے۔ اسے لعیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔

به قال اكثر المفسرين على ما عزا اليهم في الشفاء -

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۰)

(۱۱۴) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ  
وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ط  
لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ☆  
(۱۱۵) وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُولَّوْا فَتَمَّ وَجْهُ  
اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ☆

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

اور پورب و پچھتم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت) تمہاری طرف متوجہ ہے بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿ ۱۷ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
مسجد میں علماء سے ناخوش ہونا اور انہیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ (اس حکم کو "وَمَنْ  
أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ" سے ثابت فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۴۴۵)

﴿ ۱۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
(اور "وَسَعَى فِي خَرَابِهَا" سے ثابت کہ) مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دینی ہی نہیں  
تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ جنہوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں  
مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہیں۔

فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بدستور مسجد رکھیں۔ اور اگر اس کی دوکانیں کر لی  
گئی ہوں تو فرض قطعی ہے کہ فوراً ان دوکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ

اصحاب البدع کلاب اهل النار۔ (کنز الایمال ۱/۲۱۸)  
تو ایسے لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیوں کر آنے دیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۹۹-۵۰۰)

(۱۲۹) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.  
اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائیں اور انہیں کتاب اور پختہ علم سکھا اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے کہ۔ انا دعوة ابی ابراہیم  
میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الامن والعلی ص ۸۱)  
۴۱۳۵۔ عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم: انا دعوة ابراهيم، و كان اخر من بشرنى عيسى ابن مريم  
عليهم الصلوة والسلام۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں، اور سب میں پچھلے  
میری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ بن مریم تھے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

فتاویٰ رضویہ ۱۲/۳۷

(۱۲۲) قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ  
قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا

اہل سنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھی۔ تنخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ نا حق پہنچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ تنخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ آج تک ان کے جہال عوام یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی۔ صدیق و فاروق کیونکر اس کے مستحق ہو گئے۔ اہل سنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق و مقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۱۴)

(۱۲۵) **وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ط وَآتَيْنَاهُم مَّقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ط وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ .** ☆

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنا دیا اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رُکوع و سجود والوں کے لئے۔

﴿ ۲۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کی تفسیر سے متعلق دیکھو سورہ ال عمران کی آیت ۴۳۔

حدیث میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے اور

انہیں ستھرا و نظیف اور خوش بودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نجاتیں درکنار قاذورات مثل آب دہن و آب بینی بانگہ پاک ہیں مسجد سے ان کو دور

کرنا واجب۔ تو بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اهل البدع شر الخلق والخلق - (کنز العمال ۱/۲۲۳)

بد مذہب تمام مخلوق سے بد تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ / ۲۷۵-۲۷۶)

(۱۵۴) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ ط بَلْ  
أَحْيَاءٌ وَلَكِنَّ لَا تَشْعُرُونَ ☆

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔  
﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
جو شخص شہیدوں کو محض مٹی کہتا ہے قرآن عظیم کا منکر ہے، اس پر لازم ہے کہ نئے سرے  
سے ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو نئے سرے سے اس سے نکاح کرے۔ اور اس کا وہ کہنا کہ  
خواہ دفن کریں خواہ ویسا ہی کہیں ڈال دیں یہ بھی شہدائے کرام کی صریح توہین ہے اور کلمہ کفر ہے  
۔ غرض بوجہ اس پر تجدید اسلام لازم۔ اور پہلے شخص کا یہ کہنا کہ باعتبار موت ظاہری مردہ کہہ سکتے  
ہیں۔ یہ بھی محض فضول اور نامناسب ہے۔ جب قرآن عظیم نے صراحتاً انہیں مردہ کہنے مردہ  
سمجھنے کی ممانعت فرمائی تو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۲۲)

(۱۵۸) إِنَّ الصَّافَا وَالْمَرَوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ  
أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ  
اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔

بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر  
کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ  
نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طواف لغت و عرفاً و شرعاً پھیر کرنے کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان  
آمد و رفت ہو جس میں ایک پھرے کے مبداء منتہی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد، جس  
میں دائرہ طرح مبداء ملتہمی ایک ہو گا دونوں صورتوں کو لعنت و عرف عرب نے طواف کہا اور  
دونوں کو شرعاً مطہر نے طواف مانا۔ صورت اولی صفا و مروہ کے درمیان سعی قال تعالیٰ فلا جنا

كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ  
أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ . ☆

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کوٹکوں (اعمال) سے بے خبر نہیں۔

﴿ ۲۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حکم الہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا، حضور تابع فرمان تھے، یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الہی تھی مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ ہی قبلہ مقرر فرما دیا۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں

ما رى ربك الا يسارع فى هواك - رواه البخارى

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ اسے بخاری

نے روایت کی۔

یہ وہ کلمہ ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا، تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ۔ یہ بتا رہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث میں ہے روز محشر میں جب رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

كلهم يطلبون رضائي وانا اطلب رضاك يا محمد

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میرے والد عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت قرض اور تھوڑے خرچے چھوڑ کر شہید ہوئے، میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرض خواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کر دیں، ارشاد فرمایا: جاؤ ہر قسم کے چھو ہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ پھر تشریف فرما ہوئے، قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا، یعنی ان کے خیال کے برعکس ہوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرض خواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلا دیں گے، جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا "فضاف حول اعظمہا بیدر اثلث مرات ثم جلس علیہ" حضور نے ان میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ ناپ کر انہیں دینا شروع فرمایا "حتی ا دی اللہ عن والدی امانۃ وسلم اللہ السبار کلہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سب قرض ادا کر دیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔ اسی قسم میں بے عس کا گرد شہر گشت کرنا ولہذا عس کو عرب میں طائف کہتے ہیں، منفرادات راغب میں ہے کہ "منہ الطائف لمن یدور حول البیوت حافظا"

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ طیبہ کا طواف فرمایا کرتے۔

ابن عساکر نے تاریخ میں اسلم مولیٰ امیر المؤمنین سے روایت کرتے ہیں: ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاف لیلۃ فاذا هو بامرأة فی جوف دارها و حولها صبیان ینکون الحدیث " یعنی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کر رہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور ان کے بچے ان کے گرد رو رہے ہیں اور چولہے پر ایک دیلمچی چڑھی ہے، امیت المؤمنین قریب گئے اور فرمایا: اے اللہ کی لونڈی یہ بچے کیوں رو رہے ہیں، انہوں نے عرض کی یہ بھوکے روتے ہیں، فرمایا: تو اس دیلمچی میں کیا ہے؟ کہا: میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھادی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے؟

ح علیہ ان یطوف بینہما“ اور صورت ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا ”قال تعالیٰ ولیطوفوا بالبيت العتیق“ حقیقت طواف اس قدر ہے نیت و غایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت و غایت رکن شے نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ رکن نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔ پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما و تصدیق بفائدہ ما سے چارہ نہیں، مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مودی ہوتا ہے، کبھی دوسرے فعل مودی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اول کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں، جیسے نماز۔ اور دوم کو وسیلہ مقصود لغیرہ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں، مثلاً گلگشت۔ یعنی تفریح نفس و شم روح طیبہ و چستی بدن و تنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر لغیرہ ہے۔ چہر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اسکے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے، جیسے امثلہ مذکورہ، بلکہ توہین بلکہ تغذیب کیلئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد و شد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے، اور نار سے حمیم حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھرے، کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تغذیب کے لئے ہیں۔ ”قال اللہ

تعالیٰ یطوفون بینہما و بین حمیم ان“ لاجرم طواف چار قسم ہے۔

قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہ ہو، نہ اس سے غرض و غایت تعظیم بلکہ چواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود، جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمیشہ کا شانہ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے۔

ابوداؤد و ابوزہرہ ماجہ و دارمی ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لقد طاف بال محمد نساء کثیر بيشکون ازواجہن لیس اولئک بخیارکم“ آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں، وہ تم میں۔ کہ بہتر لوگ نہیں ہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں ملی کے نسبت فرمایا: ”انہا من الطوافین علیکن والطوافات“ بیشک وہ ان زروادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم۔

ہے ”یطواف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب“ چاندی کے برتن اور کوزے لے کر ان پر طواف کیا جائے گا۔ اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض و غایت عبادت الہی۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”قال سلیمان لا طوفن اللیلۃ علی تسعین امراة و فی روایۃ بمائة امراة کلہم تاتی بفارس یجاہد فی سبیل اللہ فطواف علیہن الحدیث“ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قسم ہے آج کی رات میں نوے اور ایک روایت میں ہے سو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ایک سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے، پھر انہوں نے ان پر طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ”کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد“ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواج مطہرات پر طواف فرماتے۔

الاشاہ والنظار ودر مختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد ادم الی الان ثم تستمر فی الجنة الا النکاح والایمان“ ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یاد خدا اور نکاح یعنی جماع زوجہ۔

قسم چہارم: طواف بھی مقصود لذاتہ ہو اور غرض و غایت بھی تعظیم، یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو، نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود بلکہ نفس طواف سے محض تعظیم مقصود ہو، اسی کا نام طواف تعظیمی ہے، جیسے طواف کعبہ یا طواف صفا و مروہ، پھر اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں۔ ایک وہ کہ تعظیم میں منحصر ہیں، اور دوسرے وہ کہ وسیلہ و مقصود دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور ان کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحال قصد تعظیم نوع اول سے قریب ہیں، جیسے رکوع تک انحناء کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے بلکہ بقصد تو ہیں بھی، جیسے کسی کے مارنے کے لئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء و صلحاء کی قدم بوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا، اور بذاتہ مقصود بھی ہوتا ہے، جیسے سلام کرنے

ہے اور انتظار میں سو جائیں، امیر المومنین فوراً واپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور کھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ امیری پیٹھ پر لادو، اسلم کہتے ہیں: میں نے عرض کی یا امیر المومنین! میں اٹھا کر لے چلوں گا، فرمایا: اے اسلم بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے، پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر ان بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دہلی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے چلاتے رہے پھر پکا کر انہیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا، پھر باہر صحن میں نکل کر ان بچوں کے سامنے بلا تشبیہ ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کر سکا، امیر المومنین یو ہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اس نئی نشست کو دیکھ کر امیر المومنین کے ساتھ کھینے لگے، اب امیر المومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا اسلم! تم نے جانا کہ میں ان کے سامنے یوں کیوں بیٹھا؟ میں نے عرض کی نہ۔ فرمایا: میں نے انہیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک انہیں ہسانہ لوں، جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا“ و احر حہ ایضاً الدلیوری فی نسحۃ و الحمد بن ابراہیم بن ساذان البزار فی مشیخہ“

امام محبت الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں ”انہ کان یطوف لیلة فی المدینة فسمع امرأة تقول“ یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کر رہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا۔ فذکر الحدیث۔

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض و غایت تعظیم، جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم و آقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا ”قال اللہ تعالیٰ طوافون علیکم بعضکم علی بعض“ تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف کر نیوالے ہیں۔ تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انہیں حرج ہوگا۔

اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے ”یطوف علیہم ولدان مخلدون“ ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے، اور فرماتا ہے ”یطاف علیہم بکاس من معین“ ان پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔ اور فرماتا

مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (الآیۃ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا۔ تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کر سکتا۔

دیکھا ام المؤمنین نے نفی حرج کو دفع تو ہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عمر وہ کے وہم کو واضح دلیل سے رد کر دیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے۔ نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ ان کا طواف کرے۔ کے الفاظ نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی، ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں۔ فعل تو خود لازم واجب ہے۔ کیوں کہ ترک واجب میں حرج ہے اور اس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات ملزوم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے موگد اور ثابت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس مبارک معنی کو انھوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی تو انھوں نے کہا علم یہی ہوتا ہے۔

اس آیت کے نزول کا سبب اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا، مگر صفا و مروہ کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف کرنا صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ابو بکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ الخ

ردالمحتار میں احکام مسجد سے تھوڑا سا پہلے باب ”ما یکرہ فی الصلوٰۃ“ میں ہے یہ کہا گیا ہے اس مقام پر ”لا باس“ کا ذکر اس وہم کے ازالہ کے لئے ہے کہ یہاں حرج ہے۔ ادراک الفریضہ کی ابتداء میں ہے ”لا باس“ کا کلمہ یہاں خلاف اولیٰ کے لئے نہیں ہے۔

۴۱۳۶۔ الجامع الصحیح للبخاری۔ باب وجوب الصفا الخ۔ (۲۲۲/۱)

۴۱۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری باب وجوب الصفا (۲۲۳/۱)

میں رکوع تک جھکنے۔ تیسرے وہ کہ نوع اول سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنے، ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوع دوم کی طرح قصد و توسل و غایت مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواع ثلاثہ میں حکم عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیت عبادت غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقاً شرک و کفر ہے، اور بے نیت عبادت ہرگز شرک و کفر نہیں اگرچہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل مخصوصہ شعار کفر نہ ہو گیا ہو۔ جیسے بت یا آفتاب کو سجدہ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور جب عبادت غیر کی نیت نہ ہو تو ان میں فرق احکام یہ ہے کہ نوع اول غیر ذرا کے لئے مطلقاً ناجائز، اور نوع دوم اس وقت ممنوع ہے جب کہ مقصود اسی کو بہ نیت تعظیم بجالایا جائے اور نوع سوم مطلقاً جائز ہے اگرچہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔  
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲/۹-۷۸-۷۹-۸۱)

لا باس بہ۔ اور۔ لا جناح علیہ۔ کے کلمات دمع و ہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو بیت اللہ کا حج کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المؤمنین محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ ان کے مبارک خاندان، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت و سلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا۔ اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں، تو ام المؤمنین نے فرمایا: اے بھتیجے تو نے بہتر قول نہیں کہا۔ اگر اس کا معنی یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں ہوتے۔ نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے۔ لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام مثل میں ”مناء“ کی عبادت کیا کرتے تھے، تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا، جب انصار اسلام لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: صفا و

شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آرے ذکر نام خدا بر آں جانور وقتے فائدہ می دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ  
و خلاف آں شہرت دادہ زد دیگر دہند کہ ما ازیں کا بر شستیم۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر وہ نیت فاسدہ زائل ہو جائے تو جانور  
رقطعا حلال ہے خصوصاً صورت مسئولہ میں کہ یہاں تو وہ بکر صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا دو  
سرے تخص کا مملوک ہو گیا، کیا صرف ایک بار نام غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی  
ونجاست سرمدی آگئی کہ اب اگر چہ وہ نیت بھی جاتی رہی اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ  
جانور صاحب اہلال کی ملک بھی نہ رہے اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے۔  
بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے یہ امر بالبداہتہ باطل۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۸/۳۵۵)

(۱۷۷) اَلَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ  
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ  
وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ  
وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى  
الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ  
وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ ۖ

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کروہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان  
لائیں اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے  
رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سانکلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم  
رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی  
میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یعنی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا ”لا باس“ کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا، شاید اس طرح کھڑا ہو کر سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے۔ لہذا اس کا لا باس کے ساتھ دفع کر دیا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۷/۳۲۸ تا ۳۳۱)

(۱۷۳) **إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِيرِ وَمَا أَهَلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝**

اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سوز کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہونہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عند تحقیق آیت کریمہ ”وما اهل به لغير الله“ میں اہلال وقت ذبح مقصود۔ یعنی اس وقت اگر نام غیر خدا لیا گیا حرام ہے۔ اس معنی پر آئیہ کریمہ کو صورت مسئلہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نام غیر خدا پکار دینا ناروار کھا۔ ان کے نزدیک بھی استمرار اس کا تا دم ذبح شرط حرمت ہے۔ استدلال شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث۔ ملعون من ذبح لغير الله۔

اور عبارت نیشاپوری:

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحة و قصد بد بحها التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحته ذبیحة مرتد۔

سے اس کا صاف مؤید ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اس پر نام غیر خدا پکار دیا گیا، نجس العین ہو گیا۔ اب اگر چہ وہ نیت جاتی بھی رہی اور وقت ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو۔ اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے حرام رہے گا۔ حالانکہ علت حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتفاع علت

روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

﴿ ۲۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں آیت ”یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر“ کی تفسیر ان احادیث

سے بخوبی واضح ہے۔

۴۱۳۷۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَ لَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا، وَ قَارِبُوا، وَ أَبْشِرُوا، وَ اسْتَعِينُوا بِالْغُدُوءِ وَ الرُّوحَةِ وَ شَيْءٍ مِنَ الدَّلْجَةِ۔

فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا سختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲م

۴۱۳۸۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدِّينُ يُسْرٌ، وَ لَنْ يُغَالِبَ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ۔

فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آئیگی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔ ۱۲م

۴۱۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، ۱۰/۱، ☆ السنن للنسائی، الایمان، ۲۳۳/۲

الجامع الصغیر للمبوطی، ☆ کنز العمال لعلی المتقی، ۳۵/۳، ۵۳۴۳

۴۱۳۸۔ شعب الایمان للبیہقی، ☆ الجامع الصغیر، ۲۶۱/۲

علی، مصاحبت کے لئے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

علیٰ حرف جر لہا معان (الی ان قال) ثانیہا المصاحبة کمع نحو اتی المال علی جبہ ذوی القربی ای مع جبہ وان ربک لذو مغفرة للناس علیٰ ظلمہم (اتقان)

علی حرف جر ہے اس کے چند معانی ہیں۔ دوسرا معنی مصاحبت ہے، جیسے لفظ 'مع' قرآن عظیم میں ہے کہ مال کو محبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا۔ دوسری مثال تمہارا رب ظلم کے باوجود لوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔ یہاں 'علی' بمعنی 'مع' ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے

زکوة الفطر علی کل عبد و حر۔ زکوة فطر ہر آزاد اور غلام پر ہے۔

بنایہ میں فرمایا: علی ہنا بمعنی مع لان العبد لا تحب علیہ الفطر وانما تحب علی سیدہ۔ 'علی' یہاں بھی مع کے معنی میں ہے کہ صدقہ فطر غلام پر واجب نہیں، وہ تو مالک پر ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ غلام کا صدقہ بھی اپنے ساتھ دے۔  
قاموس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

وللمصاحبة کمع واتی المال علی جبہ۔ مع کی طرح علی بھی مصاحبت کے لئے آتا ہے، جیسے: "اتی المال علی جبہ۔"

اور فتوحات الہیہ میں آیت مبارکہ "تمشی علی استحباء" کی توضیح میں فرمایا: علی بمعنی مع ای مع استحباء۔ آیت میں علی مع کے معنی میں ہے، یعنی شرماتے ہوئے۔

(شمائم العنبر۔ ۲۹۶-۲۹۷)

(۱۸۵) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ  
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ  
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ  
الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۖ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا  
هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. ☆

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی

لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

### ﴿ ۲۹ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں دعا کے تعلق سے حکم ہے اور رغبت دلانی بارہی ہے کہ دعا مانگو کہ یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اس مطلب کی وضاحت ان احادیث سے بخوبی ہوتی ہے۔ مرتب)

۴۱۴۲۔ عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان الله تعالى يقول: ان عند ظن عبدى بى و انا معه اذا دعانى۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اور میں اسکے ساتھ ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

### ﴿ ۳۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت سے ساتھ ہونا تو ہر شئی کے لئے ہے، یہ خاص معصیت کرم و رحمت ہے جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے، اس سے زیادہ کیا دولت و نعمت ہوگی۔ کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔

ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار۔ اور لاکھ مقصد و مراد اس کے تصدق۔

ذیل المدعا ص ۵

۴۱۴۳۔ عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ليس شئ اكرم على الله من الدعاء۔

ذیل المدعا ص ۵

۳۴۳/۲

باب فضل الذكر والدعاء،

۴۱۴۲۔ الصحيح لمسلم،

۱۱۰۱/۲

باب و يحزر كم الله نفسه،

الجامع الصحيح للحارثي،

۲۰۰/۲

ابواب الدعوات

الجامع للترمذی،

۱۷۳/۲

باب في فضل الدعاء

۴۱۴۳۔ الجامع للترمذی،

۲۸۰/۲

باب فضل الدعاء

السنن لابن ماجه،

۴۱۳۹۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: خیر دینکم أیسرہ۔  
فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۲  
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بہتر دین وہ ہے جس میں آسانی ہو۔

۴۱۴۰۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُبَسِّرِينَ وَ لَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ۔

فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں آسانی کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواری کے لئے نہیں۔ ۱۲م  
۴۱۴۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یسرُوا و لا تعسروا، و بشرُوا و لا تنفروا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانی پیدا کرو، مشکل و تنگی پیدا نہ کرو۔ خوشخبر دو نفرت نہ پھیلاؤ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۲۶۳)

(۱۸۲) وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۖ

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان

۴۱۳۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، الوضوء، ۳۵/۱ ☆ السنن لابی داؤد، الطہارۃ، ۵۴/۱

الجامع للترمذی، الطہارۃ، ۲۱/۱ ☆ السنن للنسائی، الطہارۃ، ۹/۱

المسند لاحمد بن حنبل، ۲۸۲، ۲۳۹/۲ ☆ المسند للحمیدی، ۹۳۸

السنن الکبریٰ للبیہقی، ۴۲۸/۲ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۳۲۳/۱

۴۱۴۷۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: تدعون الله تعالى في ليلكم و نهاركم فان الدعاء سلاح المؤمن۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔  
فتاویٰ رضویہ ۱۹/۵

۴۱۴۸۔ عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین و نور السموات و الارض۔  
ذیل المدعا ص ۶

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور زمیں و آسمان کا نور۔

۴۱۴۹۔ عن ام المؤمنین عائشة الصدیقه رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان الله تعالى يحب محلين في الدعاء۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بکثرت و بار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔  
فتاویٰ رضویہ ۱۹/۴

۲۵۹/۲	☆	۶۶۹/۱	☆	۴۱۴۷۔ المستدرک للحاکم،
۱۴۷/۱۰	☆	۳۰/۵	☆	اتحاف السادة للزبيدي،
۳۳۳۰	☆	۴۷۹/۲	☆	الترغيب والترهيب للمنزدي،
۹۵/۱۱	☆	۱۶۴/۷	☆	۴۱۴۸۔ الكامل لابن عدي،
۹۵/۱۲	☆	۱۱۶/۱	☆	الجامع الصغير للسيوطي،
۲۵۶/۵	☆	۲۸۷/۱	☆	كشف الخفا للعجلوني،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔

۴۱۴۴۔ عن محمد بن مسلمة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان لربكم في ايام دهركم نفحات فتعرضوا للها، لعل ان يصيبكم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو، شاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔ فتاویٰ رضویہ ۷۸۱/۳

۴۱۴۵۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ليكثر من الدعاء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت رکھنا چاہئے۔

۴۱۴۶۔ عن انس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تعجزوا في الدعاء، فانه لن يهلك مع الدعاء احد۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا میں کسل و کمی نہ کرو، کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ ۱۹/۳

۴۱۴۴۔ المعجم الكبير للطنبراني، ☆ ۲۳۴/۱۹ مجمع الروايد للهيتمي، ۲۳۱/۱۰

اتحاف السادة للريدي، ☆ ۲۸۰/۳ المعنى للعراقي، ۱۸۶/۱

۴۱۴۵۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم، مستجابة، ۱۷۴/۲

۴۱۴۶۔ المستدرک للحاکم، ☆ ۴۹۴/۱ الترغيب والترهيب للمعذري، ۴۷۹/۲

الدر المنثور للسيوطی، ☆ ۱۹۴/۱ الجامع الصغير للسيوطی، ۵۸۲/۲

۴۱۵۳۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاء مبرم کو رد کرتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ ۳/۸۵

۴۱۵۴۔ عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یرد القضاء الا الدعاء۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقدیر کسی چیز سے نہیں ملتی مگر دعا سے یعنی قضاء معلق۔

فتاویٰ رضویہ ۱۱/۱۷۸

۴۱۵۵۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان الدعاء ینفع ومما نزل مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء۔

۴۱۵۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲۷۷/۵ ☆ الجامع الصغیر للسيوطی، ۸۶/۱

تاریخ بغداد للخطیب، ۳۶/۱۲ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۱۲۰، ۶۳/۲

۴۱۵۴۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء لا یرد القضاء الا الدعاء، ۳۶/۲

السنن لابن ماجه، باب فی القدر، ۱۰/۱

المستدرک للحاکم، ۴۹۳/۱ ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۹۷/۲

الجامع الصغیر للسيوطی، ۵۸۷/۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۲۷۷/۵

الترغیب والترہیب للمندری، ۴۸۱/۲ ☆ الدر المنثور للسيوطی، ۱۹۵/۱

۴۱۵۵۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۱۹۳/۲

اتحاف السادة للزبيدي، ۳۰/۵ ☆ الترغیب والترہیب للمندری، ۴۸۰/۲

کنز العمال للمتقی، ۳۱۵۶، ۶۸/۲ ☆ کشف الخفا للعجلونی، ۴۸۶/۱

۴۱۵۰۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادة۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مغز عبادت ہے۔  
فتاویٰ رضویہ ۳/۶۱۷

۴۱۵۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ تعالیٰ يقول: يا ابن آدم انك ما دعوتني و رجوتني غفرت لك على ما كان منك و لا ابالي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ابن آدم! تو جب تک مجھ سے دعا اور میرا امیدوار رہے گا میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا رہوں گا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

۴۱۵۲۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: عليكم عماد الله بالدعاء۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم پر دعا کرنا لازم ہے۔ ۱۲  
فتاویٰ رضویہ ۳/۷۸۵

۴۱۵۰۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء في فضل الدعاء ۱۷۳/۲

الترغيب والترهيب للمندري ۴۸۲/۲ ☆ تحاف السادة للزبيدي، ۲۸۴/۲

۴۱۵۱۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۱۹۳/۲

المسند لا حمد بن حنبل ۱۷۲/۵ ☆ السنن للدارمي، ۳۲۲/۲

تحاف السادة للزبيدي، ۱۷۷/۹ ☆ الترغيب والترهيب للمندري، ۴۶۷/۲

۴۱۵۲۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۱۹۳/۲

الدرالمشور للسيوطي، ۱۹۵/۱ ☆ تحاف السادة للزبيدي، ۳۰/۵

۴۱۵۸۔ عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كتب الله له لكل مؤمن ومومنة حسنة۔

حضرت عباده بن صامت رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سب مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت کے بدلے ایک نیکی لکھے گا۔

۴۱۵۹۔ عن أبي الدرداء رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعا عشرين مرة كان من الذين يستحباب لهم و يرزق بهم اهل الارض۔

حضرت ابو درداء رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز مسلمان مرد و اور مسلمان عورتوں کے لئے ستائیس بار استغفار کرے ان لوگوں میں ہو جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے نخلق کو روزی ملتی ہے۔

۴۱۶۰۔ عن انس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من استغفر للمومن والمؤمنات استغفر كل مولود من بنى آدم حتى مات۔

حضرت انس بن مالک رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تمام مسلمان مرد و اور عورتوں کے لئے استغفار کرے بنی آدم کے جتنے بچے پیدا ہوں سب اس کے لئے استغفار کریں یہاں تک کہ وفات پائے۔

ذیل المدعا۔ ۲۶

۴۱۵۸۔ التاريخ الكبير للبخارى، ۲۱۹/۴ ☆ كنز العمال للمتقى، ۲۰۶۷، ۴۷۵/۱

مجمع الزوائد للهيثمى، ۸۱/۵ ☆ الجامع الصغير للسيوطى، ۵۱۳/۲

المغنى للعراقى، ۳۲۴/۱ ☆

۴۱۵۹۔ الجامع الصغير للسيوطى، ۵۱۳/۲ ☆ كنز العمال للمتقى، ۲۰۶۸، ۴۷۶/۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری دعاسب سے نفع دیتی ہے۔ تو دعایا اختیار کرو، اے خدا کے بندو!۔

۴۱۵۶۔ عن ام المؤمنین عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان البلاء ليبرل فيتلغاه الدعاء، فيعتلجان الي يوم القيامة۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک بلا اترتی ہے پھر دعاسب سے جا ملتی ہے تو دونوں کشتی لڑتی رہی ہیں قیامت تک۔ یعنی دعاسب بلا کو اترنے نہیں دیتی۔

ذیل المدعا ص ۱۳

۴۱۵۷۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من فتح له ابواب الجنة فتح له ابواب الرحمة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے لئے دعا کے دروازے کھلے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔

ذیل المدعا ص ۱۱

۱۹۵/۱	تذکرہ المشور للسیوطی	۶۶۹/۱	۴۱۵۶۔ المستدرک للحاکم
۴۵۲/۸	تاریخ بغداد للخطیب	۲۶۰/۲	اعمال المشاهدة لابن الحوزی
۱۹۳/۲		ابواب الدعوات	۴۱۵۷۔ الجامع للترمذی
۱۹۶/۱	تذکرہ المشور للسیوطی	۶۷۵/۱	المستدرک للحاکم
۱۴۱/۱۱	فتح الباری للعسقلانی	۴۷۹/۵	ترغیب والترہیب للسیوطی
۶۴/۲، ۳۱۳/۰	کنز العمال للمنقی	۳۰/۵	انحاف السادة البرجندی

نے ارشاد فرمایا: دعا قضا کو ٹال دیتی ہے، اور بیشک نیکی رزق کشادہ کرتی ہے، اور بندہ کسی گناہ کے سبب رزق سے محروم ہوتا ہے۔

۴۱۶۳۔ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدعاء جند من اجناد اللہ تعالیٰ مجند یرد القضاء بعد

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے کہ قضاء مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

تحقیق اس مقام پر یہ ہے کہ قضائے معلق دو قسم ہے معلق محض جس کی تعلیق کا ذکر لوح

محو و اثبات یا صحف ملائکہ میں بھی ہے، عام اولیاء جن کے علوم اس سے متجاوز نہیں ہوتے، ایسی قضاء کے دفع پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کہ انہیں بوجہ ذکر تعلیق اس کا قابل دفع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری معلق شبیہ بالمبرم کہ علم الہی میں تو معلوم ہے مگر لوح محو و اثبات و دفاتر ملائکہ

میں اس کی تعلیق مذکور نہیں، وہ ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مبرم ہوتی ہے۔ مگر خواص عباد

اللہ جنہیں امتیاز خاص ہے باللہام ربانی بلکہ برویت مقام ارفع حضرت مخدع اس کی تعلیق باطنی

پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کے دفع میں دعا کا اذن پاتے ہیں۔ اور یہ عام مومنین جنہیں الواح

وصحائف پر اطلاع نہیں حسب عادت دعا کرتے ہیں اور وہ بوجہ اس تعلیق کے جو علم الہی میں تھی

مندفع ہو جاتی ہے، یہ وہ قضائے مبرم ہے جو صلاح رد ہے اور اسی کی نسبت حضور غوثیت کا

ارشاد امجد، ولہذا فرماتے ہیں: تمام اولیاء مقام قدر پر پہنچ کر رک جاتے ہیں سو میرے کہ

جب میں وہاں پہنچا تو میرے لئے اس میں ایک روزن کھولا گیا جس میں داخل ہو کر نزعت

اقدار الحق بالحق للحق تقدیرات حق سے حق کے ساتھ حق کے لئے منازعت کی۔ مرد وہ

ہے جو منازعت کرے نہ وہ کہ تسلیم۔

ذیل المدعا ص ۱۲۷

یہاں تیسری قسم بھی ہے جس کی صراحت صدر الشریعہ نے یوں فرمائی ہے۔ ۱۲۷

## ﴿ ۳۱ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فقیر نے اس بارے میں اس لئے بکثرت احادیث نقل کیں کہ مسلمانوں کو رغبت ہو۔ بعض طبائع دعا میں بخل کرتی ہیں اور نہیں جانتیں کہ یہ خود ان کا ہی نقصان ہے۔

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی دعائے خیر میں ملائکہ آسمان مشغول ہیں۔

و يستغفرون لمن في الارض الاية۔

اور ملائکہ اہل زمیں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ذیل المدعا ۲۸

۴۱۶۰۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اذا دعا الغائب لغائب قال له الملك و لك مثل ذلك۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ بتاتا ہے: اور تیرے لئے بھی اسی کے مثل بھلائی ہے۔ ۱۲م

۴۱۶۱۔ عن هلال بن يساف رضي الله تعالى عنه مرسلًا قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: اذا دعا بعد دعوة من يستحب له حسنة۔ حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی بندہ کی دعا قبول نہ ہو تو اسے ثواب ضرور ملتا ہے۔

۴۱۶۲۔ عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الدعاء يرد القضاء، و ان البر يزيد في الرزق، و ان العبد ليحرم الرزق بدئب يصيبه۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴۱۶۰۔ انکامل لابن عدی، ۲/۴۲۸ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۴۳/۱

۴۱۶۱۔ کبر العمال للمنفی، ۳۱۵۰، ۲/۶۷ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۴۳/۱

۴۱۶۲۔ الترغیب والترہیب للمندری، ۳/۵۹۶ ☆ کشف الحفا للعجلونی، ۴۸۶/۱

کبر العمال للمنفی، ۳۱۱۸، ۲/۶۲ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۲۵۹/۲

لباس ہیں اور تم ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿ ۳۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ حیض اسود جاتا رہتا ہے۔ (اس آیت "وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود من الفجر ص" میں اس طرف اشارہ ہے۔ مرتب) یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرفی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمة عشا کا دھندلا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے، جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے۔

زہر الربیٰ میں ہے:

فحمة العشاء ہی اقبال اللیل و اول سوادہ - فحمة العشاء رات کے آنے کو اور

اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔

شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

ہی اشد سواد اللیل فی اولہ حتی اذا سکن فورہ قلت بظہور النجوم و

بسط نورھا و لان العین اذا نظرت الی الظلمة ابتداء لا تکاد تری شیئا۔

وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہونا ہے پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو

تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ آنکھ

جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (جدید ۲۲۳/۵-۲۲۴)

تیسری مبرم حقیقی کہ علم الہی میں کسی شیء پر معلق نہیں، اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

بہار شریعت اول

نظیر اس کی احکام ظاہر یہ شرعیہ ہیں۔ وہ بھی تین طرح آتے ہیں۔ ایک معلق ظاہر اسعلیق کہ حکم کے ساتھ ہی بیان فرمادیا کہ ہمیشہ کو نہیں ایک مدت خاص کے لئے ہے۔

كقوله تعالى: حتى يتوفين الموت او يجعل الله لهن سبيلا۔

دوسرے وہ کہ علم الہی میں تو ان کے لئے ایک مدت ہے مگر بیان نہ فرمائی گئی، جب وہ مدت ختم کو ہوئی اور دوسرا حکم آتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حکم اول بدل گیا حالانکہ ہرگز نہ بدلا۔ لا تبدیل لکلمات اللہ۔ بلکہ اس کی مدت یہیں تک تھی گو ہمیں خبر نہ تھی۔ ولہذا ہمارے علماء فرماتے ہیں۔ نسخ تبدیل حکم نہیں بلکہ بیان مدت کا نام ہے۔

تیسرے وہ کہ علم الہی میں ہمیشہ کے لئے ہیں۔ جیسے نماز کی فرضیت زنا کی حرمت، یہ اصلاً صلاح نسخ نہیں۔ وہ قضا میں بھی بصورت امر ہوتی ہیں۔ مثلاً فلاں وقت فلاں کی روح قبض کرو، فلاں روز فلاں کو یہ دو، یہ چھین لو، نہ بصیغہ خبر کہ خبر الہی میں تخلف محال بالذات ہے و تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا، لا مبدل لکلماتہ، و هو السميع العليم۔

ذیل المدعا ص ۱۲۹

والله تعالى اعلم

(۱۸۷) أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ط عَلِمَ اللَّهُ أَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْتَنَ بِأَشْرَوْهِنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ مَرُوا كَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا ۚ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لِنَاسٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ☆

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔ وہ تمہاری

۴۱۶۵ - عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت : ان رجلا قال لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو واقف على الباب وانا اسمع ، يا رسول الله ! انى أصبح جنبا وأنا أريد الصيام ، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : وأنا أصبح جنبا وأنا أريد الصيام فأغتسل وأصوم ، فقال الرجل : يا رسول الله ! انك لست مثلنا ، قد غفر الله لك ماتقدم وما تأخر ، فغضب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال : انى أرجو أن أخشاكم لله وأعلمكم بما أتقى -

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی : اور میں سن رہی تھی ، یا رسول اللہ ! میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : میں خود ایسا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی : حضور کی ہماری کیا برابری ، حضور کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا : بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

﴿ ۳۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا۔ ورنہ وہ صاحب سائل تھے ، محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا ، اور سکوت کیسا۔ ، اخیر کے ارشاد میں اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں ، نہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے ، اور پر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے۔ جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزہ میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی۔ اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی۔ لہذا ہمارے علماء کرام نے انہیں احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو

جس طرح فعل حرام حرام یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے۔ لہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اس کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی۔  
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵۱/۷)

طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں۔ اس آیت کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع و تائیس باجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشاد ہوا:

فالئن با شروهن وابتغوا ما کتب اللہ لکم۔ (البقرة - ۱۸۷)

اور ظاہر ہے کہ ہر جزو اخیر شب کو بھی لید۔ الصیام شامل اور وہ بھی اس۔ احل لکم۔ اور۔ با شروهن۔ کے امر میں داخل اور اسے بحالت جنابت صبح کرنا اور تمامی غسل روزے میں جب رہنا بدھتہ لازم تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی۔ پر حاکم اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرورتاً تنہ حصے کا استثناء فرمادیتا، پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اس کا بے خلل ہونا فرمادیا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۱۵/۳)

۴۱۶۴۔ عن أم المؤمنین عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها وعن أم المؤمنين ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالتا: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يدرکه الفجر وهو جنب من أهله ثم يغتسل ويصوم۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے۔ اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

۴۱۶۴۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب الصائم یصبح جنباً، ۲۵۸/۱

الصحيح لمسلم، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر، الخ، ۳۵۴/۱

السنن لابی داؤد، باب من اصح جنباً فی شهر رمضان، ۳۲۴/۲

السنن الكبرى للبيهقي، ۲۱۴/۴ ☆ الدر المنثور للسيوطي، ۱۹۹/۱

التفسير للقرطبي، ۳۲۶/۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۳۰۸/۶

مشكل الآثار للطحاوي،، ۲۲۹/۱ ☆ كنز العمال للمتفي، ۱۸۰۷۵، ۸۴/۷

بیشک کئی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین۔ اس میں سے چار ماہ حرام ہیں۔ (ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ، محرم، رجب) یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انہیں مہینوں میں ہیں۔ تو اہل اسلام کو انہیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انہیں پر مبنی ہیں۔

معالم میں ہے:

المراد منه الشهور الهلالية و هي الشهور التي تعتد بها المسلمون في صيامهم و حجهم و اعيادهم و سائر امورهم۔

نفسی میں ہے:

المراد بيان ان احكام الشرع تبتنى على الشهور القمرية المحسوبة بالاهلة دون الشمسية۔

ولہذا بحمد اللہ اب تک عامہ مسلمین اپنے عام امور میں انہیں شہور کو جانتے انہیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقہ مہینہ کا لفظ انہیں پر صادق۔ مہینہ منسوب بمہینہ ہے شہر شمس مہینہ نہیں، مہینہ ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمہ ہے:

ان اللہ تعالیٰ امرہم من وقت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام ببناء الامر على رعاية السنة القمرية فهم تركوا امر اللہ تعالیٰ فی رعاية السنة القمرية و اعتبروا السنة الشمسية رعاية لمصالح الدنيا۔

بلکہ اسی میں ہے:

قال اهل العلم الواجب على المسلمين يحكم هذه الاية ان يعتبروا في بيوعهم و ديونهم و احوال زكاتهم و سائر احكام السنة العربية بالاهلة و لا يجوز لهم اعتبار السنة العجمية و الرومية۔

اقول: فمن خلاف عندنا في تاجيل العين هل هو بالسنة القمرية هو المذهب، خزانه و غيرها و هو الصحيح، هدايه و غيرها و عليه اكثر اصحابنا، ايضاح الكرماني او بالسنة الشمسية و هي رواية الحسن عن امامنا الاعظم رضى الله

فتاویٰ رضویہ ۶۱۶/۴

تلك حدود الله - سے سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔  
معالم میں ہے:

تلك الاحکام التي ذكرها في الصيام و الاعتكاف -  
بیضاوی میں ہے:

ای الاحکام التي ذكرت - والله تعالى اعلم - (فتاویٰ رضویہ قدیم ۴/۶۱۸)

(۱۸۹) **يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاهْلَةِ اَقْلُ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ اُولَئِكَ الْبِرُّ بِان تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَاَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاَتَقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ**۔  
☆

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت (چھپلی دیوار) توڑ کر آؤ، ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیہ کریمہ شاہد ہے کہ اہل اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں۔ مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس الحج ای معالم یوقت بہا الناس مزارعہم ومستاجرہم ومحال دیونہم وصومہم وفطرہم وعدد نسا ئہم وایام حیضہن ومدة حملہن وغیر ذلک ومعالم للحج یعرف بہا وقتہ۔

عن علیہ القاضی وكفایة الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:-

اجیبوا بیان الغرض من هذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات و المعاملات وقال تبارك وتعالى ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات و الارض منها اربعة حرم۔

علم دین کی تعظیم و توقیر نہ کی جائے۔ اساتذہ و شیوخ علوم شرعیہ بلاشبہ آباء معنوی و آبائے روح ہیں جن کی حرمت و عظمت آباء جسم سے زائد ہے کہ وہ پدر آب و گل ہے اور یہ پدر جان و دل، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس داک خیر اب۔ دا ابوالروح لا ابوالنطف۔

یعنی استاذ کا مرتبہ باپ سے زیادہ کہ روح کا باپ ہے نہ نطفہ کا۔

علامہ حسن شر بنالی غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ دروغر میں فرماتے ہیں:

الوالد هو والد التربية ورتبته فائقة رتبة والد التبنية۔

یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استاذ مربی ہے۔ اس کا مرتبہ پدر نسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔

عین العلم شریف ہے:

یسر الوالدين فالعقوق من الكباثر و يقدم حق المعلم على حقهما فهو

سبب حياة الروح۔

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انہیں ناراض کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور استاذ

کے حق کو ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگی روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ما كتبت عن احد حديثا الا و كنت له عبدا ما احى۔

میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاویٰ بزازیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم على الجاهل و حق الاستاذ على التلميذ و احد على السواء و

هو ان لا يفتح بالكلام قبله و لا يجلس مكانه و ان غاب و لا يرد على كلامه

و لا يتقدم عليه في مشبه۔

عالم کا جاہل پر استاذ کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ

موجود نہ جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھنے۔ اس کی کوئی بات نہ اٹھنے۔ اس سے آگے نہ چلے۔

(قدیم ۱۳۶۸)

وبالله التوفيق۔

تعالیٰ عنہ و روایۃ ابن سماعۃ عن الامام محمد و اختارہ شمس الائمة السر  
حسی و الام فقیہ النفس قاضی خان و الامام ظہیر الدین المرغینانی "فتح"  
وقیل وبہ یفتی۔ در المختار۔ و علیہ اکثر المشائخ، محیط و علیہ الفتوی  
"خلاصۃ" اه۔ من رد المختار و جامع الرموز۔ نعم عدم الجواز فی العبادات  
و العدد الشرعی مقطوع بہ مجمع علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باجملہ اجارات وغیرہ معاملات میں مدار تعارف پر ہے۔ اور مسلمیں میں متعارف یہی  
مہینے۔ عند الاطلاق انہیں کی طرف انصراف۔  
رد المختار و فتح القدر میں ہے:

اهل الشرع انما يتعارفون الا شهر والسنين با لاهلة فاذا اطلقوا السنة  
انصرف الي ذلك ما لم يصر حوا بخلافه۔  
اگر بعض مسلمان با اتباع نصاریٰ شہور شمیہ پر حساب رکھنے لگیں تو اس کا اعتبار نہیں کہ  
معتبر عام و شائع ہے نہ قرار داد خاص بعض ناس۔  
الاشباہ والنظائر میں ہے:

انما تعتبر العادة اذا طردت او غلبت ولذا قالوا في البيع لو باع بدراهم او  
دنانير و كانا في بلد اختلف فيه النقود مع الاختلاف في المالية والرواج انصر  
ف البيع الي الا غلب قال في الهداية لانه هو المتعارف فينصرف المطلق اليه۔  
اور بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہاں کے مسلمانوں میں شہور شمیہ بھی بکثرت رواج  
پاگئے تاہم اس میں کلام نہیں کہ مدرسین علوم عربیہ دینیہ کا تقرر عام طور پر انہیں شہور ہلائیہ پر  
متعارف ہے کہ وہ خاص یہی کام ہے اور عام مسلمیں پر بحمد اللہ ہنوز اتباع نصاریٰ ایسا غالب نہ  
ہوا کہ اپنے دینی امور میں بھی ان کی تقلید کریں۔ تو اس تقرر میں قطعاً شہور ربانیہ معتبر ہوں گے  
نہ شہور نصرانیہ۔ کما لا ینحفی علی اولی النہی۔

تعلیم علوم دینیہ پر اجرت یعنی صد ہا سال سے بمذہب مفتی علماء نے نظر بفساد زمانہ  
فرمائی۔ یہ تحلیل اس لئے تھی کہ اہل علم ناشران علم دین کی خدمت ہوتی رہے، وہ تلاش معاش  
میں پریشان ہو کر اس وراثت انبیاء کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ استاذ

(۲۱۰) هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلْمٍ مِّنَ الْغَمَامِ  
وَالْمَلٰئِكَةِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ. ☆

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

﴿۳۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللہ بن سلام واصحابہ لما عزموا السبوت و کر ہوا  
الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم ای الاسلام کافہ ای فی جمیع شرائعہ۔  
یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادات قدیمہ کے باعث اونٹ کے  
گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں  
ہفتہ معظم تھا، اس پر حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آئیہ کریمہ نازل فرمائی۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹۱/۵)

(۲۱۷) یَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ط قُلْ قِتَالٌ  
فِيهِ كَبِيرٌ ط وَصَدُّ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط  
وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ط وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا  
يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنْ اسْتَطَاعُوا ط وَ  
مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ  
أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ط هُمْ فِيهَا  
خَالِدُونَ. ☆

تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی

(۲۰۰) فَأَذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ  
أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي  
الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ ☆

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے  
تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور  
آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں

ارید بہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلہا۔

اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو۔

(جدید ۸/۵۳۹)

کافر خواہ شرک یا نیر متشرک، جسے آج کل کے نام رافضی کہتے ہیں کہ مشران نہیں۔ یہ بات دین  
میں اسے ہرگز کسی طرح فعل خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ - سورۃ - ۲۰۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور انہیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا سے کہ نصوص قطعہ کو باطل  
ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں جو تبرائی نہیں۔ جیسے  
تفضیلی انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے۔ اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی مدعت  
کو بہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ۔ انکم اذا مثلہم۔ یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ واللہ اعلم۔  
(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۲۹۱-۲۹۲)

(۲۰۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً مِّنْ وَلَا

تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ☆

(۲۰۹) فَإِن زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاَعْلَمُوا

أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ☆

من ثمرته ولبنه وقصعته و هو یا کل من ثمرتك ولبنك وقصعتك والآية تدل علی جواز المخالطة فی السفر والحضر يجعلون النفقة علی السواء ثم لا یکره ان یا کل احد هما اکثر لانه لما جاز فی اموال الصغار فجوازه فی اموال الکبار اولی هذا لفظه فانه نافع حجة علی اکثر من المتعصبین فی زماننا اه

اورزا ہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ پھل کھائے اور تمہارا دودھ پئے اور تمہارے پیالہ میں کھائے۔ اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو برابر کار کھیں۔ پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولیٰ جائز ہے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں۔ اھ

اقول : فان ما فی جامع الصغار وعن فتاویٰ رشید الدین من باب دعوی الاب والوصی لو لم تکن الام محتاجة الی مالہ و لكن خلطت مالها بمال الولد و اشترت الطعام و اكلت مع الصغیر ان اكلت ما زاد علی حصتها لا یجوز لانها اكلت مال الیتیم۔ اھ۔ معناه الزیادة المتبينة فی الجامع الرموز عن الباب المذكور من الفتاویٰ المزبورة قبیل هذا، صبی یحصل المال و یدفع الی امه و الام تنفق علی الصبی و تا کل معه قليلا نحو لقمة او لقمتین من غیر زیادة لا یکره۔

میں کہتا ہوں تو جامع الصغار میں فتاویٰ رشید الدین سے (باب دعوی الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا اور بچہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا۔ اھ

اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو اسی فتاویٰ کے مذکور باب سے جامع الرموز میں اس سے کچھ ہی پہلے ہے، ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور ماں کو دیتا رہتا

راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

﴿ ۳۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انہیں دھوکا دینا فریب میں ڈالنا، ایسے افعال کر کے جن کے سبب لوگوں کی نماز ان کے پیچھے خراب ہو ان کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انہیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے۔ (اور آیت والفتنة اکبر من القتل طمیں اس کی مذمت ہے۔ مرتب) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل ناحق سے زیادہ سخت اور عذاب جہنم کا موجب۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۶۲۳)

﴿ ۲۲۰ ﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى ط قُلْ  
إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ ط أَنْ تَخَالِطُوهُمْ ط فَإِخْوَانُكُمْ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ  
حَكِيمٌ ☆

اور آخرت کے کام سوچ کر کرو اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے، اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

﴿ ۳۹ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت (ان تخالطوهم فاخوانکم ط) میں احد التفسیرین پر یتیم کے

ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے۔

”وفى الزاهدی قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما المخاطبة ان تاكل

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لوٹدی مشرک سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو، اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلا تے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

﴿ ۴۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح حرام ہے۔ (جیسا کہ "ولاتنکحوا المشرکات حتی یؤمنن" میں اس کا بیان ہے۔ مرتبہ ایہ حکم کافر ان اصلی کا ہے۔ مرتد اور مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ نہ مسلم سے نہ کافر سے۔ نہ اصلی سے نہ مرتد سے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا یحوز للمرتدة ان یتزوج مرتدة۔ ولا مسلمة ولا کافرة اصلية  
وکذلک لا یحوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳۲۲/۵)

﴿ ۲۲۶ ﴾ الَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ

فَاءُ وَإِنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿ ۴۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایلا کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے۔ اور یہ قسم تعلق یا مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم۔ یا موبد یعنی صراحتاً ہمیشہ کے لئے ہو۔ مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو۔ یا کسی خاص مدت کے لئے ہو۔ تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو، مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو رکعت نماز

ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس سے ہے:

قال كنت العب مع الصبيان فجاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فتواريت خلف باب فجاء فحطاني حطاة وقال اذهب ادع لي معاوية - (الصحيح لمسلم باب من لعنه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ۲ / ۵۲۵)

فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا، تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تپکی دی اور کہا کہ معہ یہ کو بلاؤ۔

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فيه جوار ارسال صبي غيره ممن يدل عليه في مثل هذا ولا يقال هذا تصرف في منفعة الصبي لان هذا قدر يسير ورد الشرع بالمسامة للحاجة واطرد به العرف وعمل المسلمين - (شرح مسلم للنووي ۲ / ۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچے کو اس جیسے کام کے لئے بھی بھیجا جاسکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲ / ۵۱۹ تا ۵۲۱)

(۲۲۱) وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا بِمَا مَلَائِكَةُ  
مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ  
حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ط  
أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ  
بِأَذْنِهِ ج وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ. ☆

جمعہما۔ پھر جب ایلا محقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا جس ناحق یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک پہنچ سکنا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا۔ مثلاً یوں نہ کہا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کیا یا اپنے کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلا باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑے گی جس سے وہ خود مختار ہوگی۔

فی الدر حکمہ وقوع طلاق بائنة ان برولم یطأ ولزم الکفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقر بان۔ فی رد المحتار۔ قوله۔ ولم یطأ عطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقة عند القدرة او ما يقوم مقامه کالقول عند العجز فالمراد ولم یف ای لم یرجع الی ما حلف علیہ اہ۔ و فی الدر عجز عجزاً حقیقاً لا حکماً کا حرام لکونہ باحتیارہ عن وطئها لمرض با حدھما او صغرھا او جبه او عنه او لمسافة لا یقدر علی قطعھا فی مدة الا یلاء او لحبسه لا بحق فقیہ نحو قوله بلسانہ فئت الیھا او راجعتک او ابطلت الا یلاء او رجعت عما قلت و نحوہ۔ اہ ملخصاً

مگر ایلا طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو۔ عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب تیسری ملکر تین طلاقیں ہو گئیں یہ جدا بات ہے۔ یا اگر وقت کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحتہ موبد تھا چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کر لیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کر لیا اور یونہی چار مہینے بے رجعت گزر گئے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا۔

فی التنویر فی الحلف باللہ و جب الکفارة و فی غیرہ و جب الجزاء و سقط الا یلاء والا بان ت بواحدة وسقط الحلف لو موقتا لولو کان موبدا فلو نکحھا ثانیاً و مضت المدتان بلا فئی بان ت باخرین والسدة من وقت الزوج فان نکحھا بعد زوج آخر لم تطلق وان وطئھا کف۔ لفاء الیمین۔ واللہ سبخنہ

لازم۔ اور تعلق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ جس امر کا لازم آتا کہے اس میں مشقت ہو جیسے اسلگہ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک۔

اور وہ شرعاً تعلق کہے سے بھی لازم آسکتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ وغیرہا۔ نہ مثل وضو و غسل و تلاوت قرآن و سجدہ تلاوت و اتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر تعلق سے لازم نہیں ہو جاتیں۔ اور یہ قسم و تعلق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً منفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس عورت سے جماع کرنے اور کچھ لازم نہ آئے۔ جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلا ہوگا، اور اگر ایک بھی کم ہوئی تو نہیں۔ مثلاً نہ قسم کھانی نہ تعلق۔ خالی عہد کر لیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا، یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا قسم و تعلق تو ذکر کی عمر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم۔ یہ ایلا نہ ہوا جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلق روزہ وغیرہ لازم جو کچھ آنا کہتا تھا خواہ مثل کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلق کا ہے، مگر مدت بے جماع گذر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلا ہے۔ یونہی اگر تعلق میں دو رکعت نماز لازم آئی کہی تو ایلا نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں۔ اور اگر تعلق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیاء غیر لازم ذکر کریں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑے گی اور نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطنی نہ کروں گا، یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو حج لازم، یہ بھی ایلا نہیں، کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے منفر موجود ہے جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لیجا کر جماع کر سکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا۔ بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے۔ علیٰ ہذا القیاس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے منفر ملتی ہو ایلا نہیں۔ ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل در مختار و رد المحتار میں ہے۔ من شاء فلیرا

کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو۔ لے اس وقت طلاق کی عدت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بر وجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہوگا یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا، بھائی، چچا وغیرہ ولی ہیں۔ لوگوں نے کسی غیر کفو سے اس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوا۔ غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طو پر واقع اور اس سے ہمبستری کر لے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ یا تین حیض ہوں اور نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگئی تو نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۴۴/۵)

خلع کا معاملہ رضا مندی پر ہے جب کہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس کر دے اور اس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے۔ قال تعالیٰ لا جناح علیہا فیما افتدت بہ۔

(۲۳۳) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَ ۖ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَالِدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۖ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تُسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۖ

اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا، پہننا ہے حسب دستور، کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اولاد والے کو اس

و تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۸۲۳۸۲۰)

(۲۲۹) الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ مَرًّا مَسَاكًا بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِأَحْسَنِ دَوْلَا يَعِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. ☆

(۲۳۰) فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِزُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ. ☆

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نمونی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندیوں کے لئے۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک ہی دی اور رجعت کر لی پھر دوسری اور رجعت کر لی اب تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔

حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا بچپن برس سے زائد عمر

قوله ولا باس بالتعريض في الخطبة اراد المتوفى عنها زوجها اذا التعريض لا يجوز في المطلقة بالاجماع -

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی وزانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اسے جائز بتائے اور قرآن عظیم میں تحریف کر کے - یتر بصرن - کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم - اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے ملامت اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے - واللہ تعالیٰ اعلم -

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹۷/۵)

(۲۳۸) حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُوا

لِللَّهِ قَتِيْنًا ☆

نگہبائی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے -  
 ﴿۲۳۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
 محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نماز عصر ہے۔ اس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظوا على الصلوات بالاداء لوقتها والمداومة عليها -

نمازوں کی محافظت کرو یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔

مدارک شریف میں ہے:

حافظوا على الصلوات داوموا عليها لمواقبتها -

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔

ارشاد العقل السليم میں ہے:

حافظوا على الصلوات اي داوموا على اداها لاوقاتها من غير اخلال

بشي منها -

لی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو، اور جو باپ کا قائم مقام ہو اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے، پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو دانیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا تو جسی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہراتھا بھلائی کے ساتھ اور انہیں ادا کر دو، واللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿ ۲۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا

ہے۔ و عسی نسبو دلہ۔ اس پر دال ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۵۹/۵)

( ۲۳۳ ) وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ  
بِانْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ  
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. ☆

تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اسے والیو تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿ ۲۳۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا۔ نکاح بعد عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا۔ صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادہ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہنا حرام ہے، تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا۔ پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹۷/۵)

فتح القدر میں ہے:

معالم التنزیل میں ہے۔ کان فیہ عصا موسیٰ و نعلاه و عمامة هرون و عصاه ،  
تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کا عمامہ اور عصا تھا۔ (تبرکات کے آداب ii ۱۲۳)

۴۱۶۶۔ عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہا اخرجت  
جبة طیالسیة کسروانیة ، لها لبنة دیباج ، و فرجیہا مکفوفین بالدیباج و قالت : هذه  
جبة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كانت عند عائشة رضی اللہ تعالیٰ  
عنها ، فلما قبضت قبضتها ، و كان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبسها ، فنحن  
نغسلها للمرضی نستشفى بها۔

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت  
نکالا، اس کی پلیٹ ریشمی تھی، دونوں چاکوں پر ریشمی کام تھا، فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کا جبہ مبارک ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، آپ کے  
انتقال کے بعد میں نے لے لیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے، اب  
ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا پاتے ہیں۔

۴۱۶۷۔ عن عثمان بن عبد اللہ بن مواہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : دخلت  
علی ام المؤمنین ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخضوبا۔

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن مواہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ام  
المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے حضور اقدس صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی، اس پر خضاب کا اثر تھا۔

۴۱۶۸۔ عن ابی بردة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : اخرجت الینا ام المؤمنین عائشة

۴۱۶۶۔ الصحيح لمسلم، باب تحريم استعمال اناء الذهب الخ، ۱۹۰/۲

۴۱۶۷۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب ما یذکرون فی الشیب، ۸۷۵/۲

۴۱۶۸۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب الاکسبة والخمائن، ۸۶۵/۲

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹۷/۵)

۹۹-

(۲۴۸) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ .

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ تبرکات کیا تھے۔ موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ عصاہ ورضاض الالواح۔ تابوت سکینے میں تبرکات موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکعب ابن الجراح سعید ابن منصور وعبدا بن حمید و ابن ابی حاتم و ابو صالح تلمیذ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے۔

قال کان فی التابوت عصا موسیٰ وعصا ہارون وثیاب موسیٰ وثیاب ہارون ولوحان من التورۃ والمن و کلمۃ الفرج لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم و سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم والحمد لله رب العالمین۔ تابوت میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور تورات کی دو تختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ چند احادیث صحیحین سے لکھ دیں، اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر شدت اور مسئلہ خود واضح، اور اسکا انکار جہل فاضح ہے۔ لہذا صرف ایک عبارت شفا شریف پر اقتصار کریں۔ فرماتے ہیں۔

ومن اعظامه واکباره صلى الله تعالى عليه وسلم اعظام جميع اسبابه وما لمسہ او عرف به، و كانت في قلنسوة خالد بن الوليد رضى الله تعالى عنه شعرات من شعره صلى الله تعالى عليه وسلم فسقطت قلنسوته في بعض حروب فشد عليها شدة انكر عليه اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كثرة من قتل فيها، فقال: لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنت من شعره صلى الله تعالى عليه وسلم لثلاث سلب بركتها وتقع في ايدي المشركين، ورأى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما واضعا يده على مقعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی تعظیم کا ایک جز یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، حضور کی طرف منسوب ہو، حضور نے اسے چھوا ہو، یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اس سب کی تعظیم کی جائے، حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا، اس لئے کہ اس شدید سخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا، بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگتیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے۔  
اللهم ارزقنا حب حبيبك وحسن الادب معه ومع اولياءك آمين، صلى الله تعالى عليه وبارك وعلیہم اجمعین۔

(بدر الانوار ص ۷)

الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا، فقالت: قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ہذین۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کبیل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا: وقت وصال اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ دو کپڑے تھے۔

۴۱۶۹۔ عن عیسیٰ بن ملہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اخرج البنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعلین لهما قبالاتان، فقال ثابت البنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: هذا نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت عیسیٰ بن ملہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے، ان کے شاگرد رشید حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

۴۱۷۰۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بالحلاق وناول الحلق شقہ الايمان فحلقه، ثم دعا ابا طلحة الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاعطاه اياه، ثم ناول الشق الايسر فقال: احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال: اقسمه بین الناس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال موٹڈ نے کا حکم فرمایا، پھر حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرمادیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کا حکم فرمایا اور وہ ابو طلحہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

فيه التبرك بآثار الصالحين واستعمال فضل طهورهم وطعامهم وشرابهم  
ولباسهم -

اس حدیث میں نیکوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل ہے، نیز ان کی  
طہارت کے بچے ہوئے پانی، اور ان کے بچے ہوئے کھانے اور پانی اور لباس کے استعمال  
کرنے کی عظمت کا ثبوت بھی ہے۔

اسی میں حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں۔

فيه التبرك بآثار الصالحين -

اس طرح کی صدہا عبارات ہیں جسکے حصر واستقصاء میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک  
طرف، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پر نور سید یوم النشور افضل  
صلوات اللہ تعالیٰ واجل تسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ وذریاتہ آثار مسلمیں سے تبرک فرماتے۔ وللہ الحجة  
البالغة۔

۴۱۷۲۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : كان النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم يبعث الى المطاهر فيوتى بالماء فيشربه يرجو به بركة ايدى  
المسلمين -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا  
کرتے، پانی منگا کر نوش فرماتے اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے، صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

﴿۲۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں، پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح  
جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: باسناد صحیح۔

علامہ محمد حنفی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:-

۴۱۷۱۔ عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال : كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بأنتهم فيها الماء ، فمأبوتى باناء الاغمس يده فيه ، ووربما جاءه فى الغداة الباردة فيغمس يده فيها ۔

حضرت انس بن مالك رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو مدینے شریف کے خدام برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہوتے ، ہر برتن میں حضور اپنا دست اقدس ڈبوتے ، بسا اوقات سردیوں کے زمانہ میں بھی ایسا ہوتا اور حضور ان ٹھنڈے پانیوں میں بھی اپنا مبارک ہاتھ ڈالتے ۔ ۱۲م

﴿ ۲۷ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آثار بزرگاں سے برکت کا انکار آفتاب روشن کا انکار ہے جب حضور کے آثار شریفہ سے تبرک تسلیم تو پر ظاہر کے اولیاء علماء حضور کے ورثہ ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں ۔

فقیر غفرلہ القدر چند عبارات ائمہ و علماء حاضر کرتا ہے ، امام اجل ابو زکریا نووی شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث عثمان بن مالک ۔

انى احب ان تاتينى وتصلى فى منزلى فاتخذہ مصلی ۔  
فرماتے ہیں :-

فى هذا الحديث انواع من العلم وفيه التبرك بآثار الصالحين ، وفيه زيارة العلماء والصلحاء الكبار واتباعهم وتبريكهم اياهم ۔  
اس حدیث میں بہت علوم پوشیدہ ہیں ، اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا جواز بھی ہے اور اس میں علماء صلحاء کی زیارت کو جانا اور ان سے برکت لینے کی ترغیب بھی ہے ۔

اسی میں زیر حدیث ابو حنیفہ رضى الله تعالى عنه :-

فخرج بلال بو ضوئه فمن نائل وناضح ، فرمایا :-

اسے ہاتھوں میں لیتے اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے۔

ابرمقال ۸

(۲۵۱) فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ لَا وَقَتَلَ دَاوُدَ جَالُوتَ وَآتَهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ط وَكَوَلَا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَا لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ. ☆

تو انھوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا وہ سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔

(۲۹) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔ (اس آیت ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لا لفسدت الارض ولكن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ ☆ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور مندرجہ ذیل احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ مرتب)

۴۱۷۴۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ تعالیٰ یقول: انی لاهم باہل الارض عذابا، فاذا نظرت الی عمار بیوتی و المتحاحبین فی والمستغفرین بالاسحار صرفت عذابی عنہم۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب العزت جل و علا فرماتا ہے: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں، لیکن جب میرے گھر آباد کرنے والے، اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔

۴۱۷۵۔ عن مسافع الدثلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

۴۱۷۴۔ شعب الایمان، للبیہقی، ۵۰۰/۶ ☆ جمع الحوامع للسیوطی، ۵۲۹۲

۴۱۷۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۳۰۹/۲۲ ☆ السنن الکبری للبیہقی، ۳۴۵/۳

یرجوبہ برکۃ الخ لانہم محبوبون لله تعالیٰ بدلیل ان الله یحب التوابین  
ویحب المتطہرین۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آب وضوئے مسلمین میں اس وجہ سے امید  
برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں، قرآن عظیم میں فرمایا: بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ  
کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اعلیٰ واجل واکبر، یہ حضور پر نور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم ہیں جنکی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لئے تبرک دل و جان و سرمہ چشم دین و ایمان  
ہے، وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک ٹھرائیں اور اسے منگا کر بغرض حصول  
برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ! مسلمانوں کے دست و زبان، دل و جان میں جو برکتیں ہیں  
سب انہیں نے عطا فرمائیں، انہیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیم  
امت و تنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لئے تھا کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ و آقا صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل شکر بیدار اور برکت آثار اولیاء و علماء کے طلبگار ہوں، پھر کیسا جاہل  
و محروم و نا فہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے،  
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد  
و آلہ و صحبہ اجمعین۔

بدر الانوار ۱۳

۴۱۷۳۔ عن عروۃ بن مسعود الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یتوضأ الا ابتداء روا ویوضوہ و کادوا یقتلون علیہ  
ولا یصق بصاقا ولا یتنخم نخامۃ الا تلقوها باکفہم فدلکوا بہا و جوهہم و  
اجسادہم۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابہ کرام آب وضو پر بے تابا نہ دوڑتے قریب تھا کہ آپس میں  
کٹ مریں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھارتے تو

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے۔

۴۱۷۹۔ عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان الله تعالى ينصر القوم باضعفهم۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمام قوم کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر کے سبب۔  
(۸) نیکیوں کی محبت میں رہنے والوں کے سبب رزق ملتا ہے

۴۱۸۰۔ عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان اخوان علي عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فكان احدهما ياتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والآخر يحترف، فشكا المحترف اخاه الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: لعلك ترزق به۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں دو بھائی تھے، ایک کسب کرتے، دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے، کمانے والے ان کے شاکی ہوئے، فرمایا: کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔

۴۱۸۱۔ عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الابدال في امتي ثلثون، بهم تقوم الارض، وبهم تمطرون وبهم تنصرون۔

- ☆ ۴۱۷۹۔ المسند للحارث،  
☆ ۴۱۸۰۔ المستدرک للحاکم، ۱۷۲/۱  
☆ ۴۱۸۱۔ الدر المنثور للسيوطی، ۳۲۰/۱  
☆ کنز العمال للمتقی ۳۴۵۹۳،  
☆ ۴۴۸/۱ التفسیر لابن کثیر،

تعالیٰ علیہ وسلم: لولا عباد الله رُكِعَ وصيبة رُضِعَ وبها ثم رُتِعَ لصب عليكم العذاب صبائهم رص رصاً۔

حضرت مسافع دہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نہ ہوتے اللہ تعالیٰ کے نمازی بندے، اور دودھ پیتے بچے، اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و مستحکم کر دیا جاتا۔

۴۱۷۶۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان الله ليدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بيت من جيرانه البلاء۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عز و جل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

۴۱۷۷۔ عن ابي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعاً وعشرين مرة كان من الذين يستجاب لهم ويرزق بهم اهل الارض۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جنکی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے۔

۴۱۷۸۔ عن سعد بن ابي وقاص رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم۔

۴۱۷۶۔ الكامل لابن عدی، ☆ الترغیب والترہیب للمنذری، ۳/۳۶۳

۴۱۷۷۔ کنز العمال لمستقی، ۲۰۶:۱، ۴۷۶/۱ ☆

۴۱۷۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب من استعان باضعفاء والصالحین فی الحرب، ۱/۴۰۵

تعالیٰ علیہ وسلم : الابدال فی اهل الشام ، وبہم ینصرون وبہم یرزقون ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال اہل شام میں ہیں، انہیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں انہیں کے ویلے سے رزق۔

الامن والعلی ۶۶

۴۱۸۵۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لن تخلوا الارض من اربعین رجلا ، مثل خلیل الرحمن ، فیہم تسقون وبہم تنصرون ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمیں ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء کرام سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو ہونگے، انہیں کے سبب تمہیں مینھ ملے گا، اور انہیں کے سبب مدد پاؤ گے۔

۴۱۸۶۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لن تخلوا الارض من ثلاثین مثل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہم تغاثون وبہم ترزقون وبہم تمطرون ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خوبو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمیں پر ضرور رہیں گے، انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائیگی، انہیں کی برکت سے میں ہدیے جاؤ گے۔

۴۱۸۷۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی

۴۱۸۵۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۲۴۷/۴ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ۶۳/۱۰

۴۱۸۶۔ اتحاف السادة للزبیدی، ۳۸۶/۸ ☆ الدر المنثور للسيوطی، ۳۳۰/۱

الحاوی للفتاوی، ۴۲۸/۲ ☆ الآلی المصنوعة للسيوطی، ۱۷۷/۲

۴۱۸۷۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ۶۳/۱۰ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۳۸۶/۸

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال میں تیس ہیں، انہیں سے زمیں قائم ہے، انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے، انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

۴۱۸۲ - عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : الابدال یكونون بالشام وهم اربعون رجلا، كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا یسقی بهم الغیث ، وینتصر بهم علی الاعداء ، ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب ۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ انہیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے

۴۱۸۳ - عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان الابدال بالشام یكونون وهم اربعون رجلا، بهم تسقون الغیث ، وبهم تنصرون علی اعدائکم ، ویصرف عن اهل الارض البلاء والغرق ۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، انہیں کے ذریعہ بارش ہوتی ہے، انہیں کے سبب دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہیں کے سبب اہل زمیں سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے۔

۴۱۸۴ - عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

☆ ۴۱۸۲ - کنز العمال للمتقی، ۳۴۶۰۷، ۱۸۹/۱۲

☆ ۴۱۸۳ - کنز العمال للمتقی، ۳۴۵۹۴، ۱۸۶/۱۲

☆ ۴۱۸۴ - المعجم الاوسط للطبرانی، ۲۴۷/۴، مجمع الزوائد للہبشمی، ۶۳/۱۰

و اذا مات من الثلاثمائة ابدل الله مكانه من العامة، فيهم يحيى ويميت ويمطر وينبت ويدفع البلاء۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سواولیا ہیں، کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلب موسیٰ پر، اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبرئیل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جب وہ ایک مرتبہ تین میں سے کوئی اسکا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اسکا بدل کیا جاتا ہے، اور پانچ والے کا عوض سات سے، اور سات کا چالیس سے، اور چالیس کا تین سو سے، اور تین سو کا عام مسلمین سے کیا جاتا ہے۔ انہیں تین سو چھپن اولیا کے ذریعہ سے خلق کی حیات، موت، میں ہکا برسنا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

الامن والعلی ۶۷

۴۱۹۰۔ عن بريدة الإسلامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قراء القرآن ثلث، رجل قرء القرآن فاتخذہ بضاعة فاستحرمہ المملوك واستمال به الناس، ورجل قرء القرآن فاقام حروفه وضيع حدوده، کثر هؤلاء من قراء القرآن لا کثرهم اللہ تعالیٰ، ورجل قرء القرآن فوضع دواء القرآن علی داء قلبه فاستهو به ليله واطمأ به نهاره وقاموا فی ماحذهم وحبوا به تحت برانسهم، فهؤلاء يدفع اللہ بهم البلاء ويزيل من الاعداء وينزل غيث السماء، فواللہ! لهؤلاء من القراء اعز من الکبريت الاحمر۔

حضرت بريدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن پڑھنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اس کے ذریعہ بادشاہوں کے یہاں عزت کا خواہاں ہوا اور لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے درپے رہا۔ دوسرا وہ جو قرآن عظیم کو اچھی آواز اور خوب ادائیگی کے ساتھ پڑھتا رہا لیکن اس کے احکام پر عمل

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا يزال اربعون رجلا من امتی، قلوبہم علی قلوب ابراہیم، یدفع اللہ بہم عن اهل الارض یقال لہم الابدال۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہینگے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہونگے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمیں والوں سے بلا دفع کرے گا۔ ان کا لقب ابدال ہوگا۔

۴۱۸۸۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا يزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بہم الارض، کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ آخر وہم فی الارض کلہا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ چالیس لوگ ایسے رہیں گے جن کے سبب اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھے گا جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو دوسرا اس کی جگہ قائم کیا جاتا رہے گا، یہ تمام روئے زمین میں ہوں گے۔

۴۱۸۹۔ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان لله فی الخلق ثلاث مائة قلوبہم علی قلب آدم، ولله فی الخلق اربعون قلوبہم علی قلب موسی، ولله فی الخلق سبعة قلوبہم علی قلب ابراہیم، ولله فی الخلق خمسة قلوبہم علی قلب جبرئیل، ولله فی الخلق ثلاثة قلوبہم علی قلب میکائیل، ولله فی الخلق واحد قلبہ علی قلب اسرافیل، فاذا مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلاثة، واذا مات من الثلاثة ابدل اللہ مکانہ من

الخمسۃ، واذا مات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہ من السبعة، واذا مات من السبعة ابدل اللہ مکانہ من الاربعین، واذا مات من الاربعین ابدل اللہ مکانہ، من الثلاثمائة

۴۱۸۸۔ کنز العمال للمتقی، ۳۴۲۱۴، ۱۹۱/۱۲ ☆

۴۱۸۹۔ کنز العمال للمتقی، ۳۴۶۲۹، ۱۹۴/۱۲ ☆

محبت جانتے ہیں کہ اس ابہام نام میں کیا لطف و مزہ ہے۔

ع۔ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

شعر۔ مزد ہاے دل کہ میجانفسے می آید کہ زانفاس خوشش بوئے کسے می آید

ع۔ کسی کا دو قدم چلنا یہاں پا مال ہو جانا۔

(تجلی الیقین - ۳۳)

۴۱۹۱۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم : فضلت علی الانبیاء بست ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا : میں چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت دیا گیا۔

۴۱۹۲۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اعطیت خمساً لم یعطهن احد من من قبلی ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : مجھے پانچ چیزیں وہ عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔

۴۱۹۳۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم : فضلت علی الانبیاء بخصلتین ۔

۴۱۹۱۔ المسند لا حمد بن حنبل، ۴۱۲/۲ ☆ مشکل الآثار للطحاوی، ۴۵۱/۱

السنن الکبری للبیہقی، ۴۳۲/۲ ☆ دلائل النبوة للبیہقی، ۴۷۲/۵

التفسیر للبغوی، ۲۶۶/۱ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ۲۶۹/۸

۴۱۹۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التیمم ۴۸/۱

الصحیح لمسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوة، ۱۹۹/۱

المسند لا حمد بن حنبل، ۳۰۴/۳ ☆ السنن الکبری للبیہقی، ۲۱۲/۱

الدر المنثور للسیوطی، ۲۳۷/۵ ☆ البداية والنهاية لابن کثیر، ۲۹۱/۶

۴۱۹۳۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ۲۲۵/۸ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۴۳۹/۱

نہ کیا۔ ان دونوں قسموں کے لوگ بہت ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو تعداد میں زیادہ نہ کرے۔  
تیسرے وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور اس کی دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج  
بنایا تو اس سے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں  
قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی زہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں  
روئے تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ بلادِ فتح فرماتا ہے، اور دشمنوں سے مال  
و دولت و غنیمت دلاتا ہے، اور آسمان سے میں ہر ساتا ہے، خدا کی قسم! قاریان قرآن میں  
ایسے لوگ گوگرد سرخ سے بھی کمیاب ہیں۔  
الامن والعلیٰ ۶۸

(۲۵۳) تَلُكَ الرَّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَنْ  
كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ ط وَآتَيْنَا عِيسَىٰ بِنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ  
وَإِيْدِنَاهُ بَرُوْحَ الْقُدُسِ ط وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ  
بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اٰخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ  
كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَقْتَتَلُوْا وَلَكِنْ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ نَم

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے  
کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں  
دییں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد  
اس کے انکے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر  
ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔

﴿ ۵۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ فرماتے ہیں: اس بعض سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کہ  
انہیں سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی۔ کما نص علیہ البغوی والبیضاوی والنسفی  
والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرہم، اقتصار الجلالین  
دلیل انہ اصحاحا اقوال لالتزام ذلك فی الجلالین۔ اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے  
ظہور افضلیت و شہرت سیدت کی طرف اشارہ تامہ ہے۔ یعنی یہ وہ نام ہیں کہ نام لویا نہ لوانہیں  
طرف ذہن جائے گا اور کوئی دوسرا خیال میں نہ آئے گا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقیر کہتا ہے ان

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمیں میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمیں اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

﴿۵۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول الہی: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ نے اس جانب اشارہ کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ماذون بالشفاعت ہیں، وہی اس کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ نہ کوئی اور ان کے سوا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو گویا پوچھنے والے نے ان دونوں کے ساتھ تخصیص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ بارگاہ الہی میں شفیع کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ وہ مطلع ہو اوپر ہر اس چیز کے کہ صادر ہوئی اور صادر ہوگی ان سے کہ جن سے شفاعت کرے اور ان کے ایمانی مراتب اور اعمال باطنہ و ظاہرہ پر آگاہی رکھے تاکہ ہر وہ شخص جو کہ شفاعت کئے جانے کا اہل ہوتا کہ جان لے کہ ہر اس شخص کو جو شفاعت کا سزاوار ہے اور یہ کون سی قسم شفاعت کافی نفسہ محتاج ہے اور کون سی شفاعت بارگاہ الہی میں اس کے لئے قابل امداد ہے۔ کیونکہ شفاعت کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے لئے مواقع اور مقامات ہیں، تو جو اسے نہ جانے اس کے کام کی بصیرت نہ ہوگی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس طرف اشارہ کر رہا ہے قول الہی۔ لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن و قال صوابا۔ کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے بڑے رحمن نے اذن دیا اور ٹھیک بولا،

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی احاطہ کئے ہوئے ہیں اس سب کو سارے جہانوں میں سے بلاشبہ وہ سارے عالم جانتے اور وہ چیز جس پر وہ اس آن میں پہنچے ہیں۔ بعلم ما بین ایدہم۔ اور جانتے ہیں اس کو جو ان کے سامنے ہیں۔ ما کان۔ سے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ ما یکون۔ سے آخر زمانہ تک اپنے رب غالب بڑے علم والے کے بتائے سے۔ کیونکہ۔ ما کان وما یکون۔ قبل اطلاع خاص تھیں ان کے ساتھ جیسا کہ ان پر گذشتہ حدیث نے روایت کی یعنی روشن کر دینا اللہ سے جس نے میرے لئے روشن کیا جیسا کہ مجھ سے پہلے تمام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں انبیاء پر دو باتوں میں فضیلت دیا گیا۔

۴۱۹۴۔ عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ان حيرئيل بشرني بعشر لم يفرقني عنى فلي -

حضرت عباده بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

﴿ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان سب احادیث میں نہ صرف عدد کہ معدود بھی مختلف ہیں، کسی میں کچھ فضائل شمار کئے گئے، کسی میں کچھ، کیا یہ حدیثیں معاذ اللہ باہم متعارض سمجھی جائیں گی، یادو یادس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلتیں منحصر، حاشا للہ، ان کے فضائل نامتصور اور خصائص نامحصور، بلکہ حقیقہ ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عموماً اطلاقاً نہیں تمام انبیاء و مرسلین و خلق اللہ جمعین پر تفصیل تام و عام مطلق ہے، کہ جو کسی کو ملا وہ سب انہیں سے ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

ع۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تہا دارى۔

بلکہ انصافاً جو کسی کو ملا آخر کس سے ملا؟ کس کے ہاتھ سے ملا؟ کس کے طفیل میں ملا؟ کس کے پر تو سے ملا؟ اسی اصل پر فضل و منبع ہر وجود و سرا ایجاد و تخم و وجود سے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۱۷/۹)

(۲۵۵) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ط لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ط وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ط وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ط وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ط وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ☆

کہ ملائکہ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو کہ بیت قلب اور ملائکہ تجلیات الہی اور کلب شہوت۔ اور حاشا انکار نہیں کرتے معنی ظاہر کا باطنیہ کی طرح۔ اور ان کا یہ کام محض ایمان و کمال عرفان ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں بسا اوقات ایسی شق لاتے ہیں جو بعید و غریب تر ہو اہل ظاہر میں۔ تو ان پر خطا و جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ یہ نہیں ہیں مگر از قبیل الخیار بدانتہین۔ (کلثمی کھیرا بعوض دودانگ) اور ایک شئی دوسری شئی کے ساتھ ذکر ہوتی اور قلب ایک حرف سے نصیحت پاتا ہے۔ بعض عارفین قدست اسرار ہم دوسرے۔ تراہ۔ پر رک گئے اس معنی پر کہ۔ انک لم تکر۔ یعنی تو فنا ہو جائے اپنے نفس سے۔ تو اب تو اسے دیکھے اور تو پہنچ جائے مقام مشاہدہ باری تعالیٰ تک کیوں کہ تیرا نفس وہی حجاب ہے تجھ میں اور شہود مولیٰ میں۔ اور اس پر امام ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراض کیا کہ اگر مراد وہ ہے جو انہوں نے کہا تو البتہ۔ تراہ۔ محذوف الالف ہوتا اور یقیناً قول۔ فانہ یراک۔ ضائع ہو جاتا کہ اس کو ما قبل سے کوئی ربط نہیں رہتا۔ پھر الفاظ حدیث کی روایات پے در پے لائے کہ محتمل اس کی تاویل کی نہیں جیسے روایت ہمس۔ انک ان لا تراہ فانہ یراک۔ کہ بلاشبہ تو اگر اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے تو اس کا جواب شیخ محقق علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لمعات المنہج فی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں یون دیا کہ الف مضارع مجزوم میں ایک مروجہ لعنت میں ہے اور اسی بنا پر ہے روایت قبل کی ابن کثیر سے قول الہی میں۔ ارسلہ معنا عدا یر تعی و یلعب۔ اور قول الہی۔ و من یتقی و یصبر۔

اور شاعر کا قول ہے: الم یاتیک و الانباء تسمى۔

علاوہ ازیں واجب نہیں جزم جزا کا جب شرط ماضی ہو اگرچہ معنی یعنی جیسا کہ یہاں استدلال کیا گیا ہے۔ کلام امکان دیدار الہی پر یعنی ہمارا اس کو دیکھنا بغیر جہت و مکان اور خروج شعاع وغیرہا کے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارا استدلال یہاں تفسیر آیہ کریمہ سے نہیں بلکہ تاویل مفسر اور ان کے معنی پر ان کے اعتقاد سے ہے یہاں تک کہ اس نے جائز رکھا آیہ کریمہ کا اس کی جانب اشارہ تو وہ اب تمہارے نزدیک کفر کے زائد لائق والعیاذ باللہ تعالیٰ اور مقصود اس بات کا بیان ہے کہ تم معرفت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبوب ہو اور اتنی معرفت بھی نہیں جتنی علمائے ظاہر کو ہے کجا

انبیاء کے لئے روشن فرمایا، تو اس طرح جواب دیا گیا کہ انہوں نے اگرچہ جانا مگر بے ان کے سکھائے اور ان کی امداد کے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور باوجود اس کے کہ انہوں نے احاطہ نہ کیا مثل ان کے احاطہ کے اور انہیں ادراک ہوا مثل ان کے ادراک کے اور بلاشبہ باوجود اس کے ان کے لئے فضل و کمال ہے۔ لا یحیطون بشئی من علمہ۔ اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے۔ الا بما شاء۔ مگر جتنا وہ چاہے۔

(ترجمہ شعر) وہ بزرگی کا آفتاب ہے یہ اس کے ستارے کہ لوگوں کے لئے اپنے انوار ظاہر کرتے ہیں تاریکیوں میں۔

بہ سبب ان کے اصل اول ہونے کے اور اس میں انہیں پر اعتماد اور وہی اتم و اکمل ہیں۔ تو وہی اس کے ساتھ خاص کئے گئے نہ ان کا غیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو گویا کہا گیا مشفوع لہم میں اولین و آخرین سے وہ کثرت ہے کہ عدد اسکے حصر سے تھک رہے، تو اگر ان کے لئے نہ ہوں مگر ایک ہی شفیع اور وہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بشر ہیں، تو شاید ان کا سینہ کبھی تنگی فرمائے اور حاصل ہو اس سے ایک نوع جدائی۔ باقی ہلاک ہو جائیں تو جواب دیا گیا کہ اس کا سینہ کیسے تنگی کرے گا حالانکہ۔ وسیع کر سبب السموات والارض۔ اور یعنی وسعت رکھتی ہے اس کی کرسی سارے آسمان وز میں کو۔ تو تمہارا کیا گمان ہے ان کے قلب کریم کے ساتھ جس میں عرش کا گنبد ایک چھتر کی طرح کہ اڑ رہا ہو فضا میں آسمان وز میں کے درمیان۔ تو گویا کہا گیا ہاں لیکن ہم ڈرتے ہیں شاید بھول جائیں کوئی اس عظیم کثرت کو کہ جو ان کے لئے ہو جائے بھولنے والا۔ تو جواب دیا کیونکر بھول جائے گا کوئی ان میں سے اور وہ وہ ہے کہ ”ولا یؤدہ حفظہما“ اس پر گراں نہیں ان دونوں آسمان وز میں کی حفاظت مع اس کے جو ان دونوں میں ہے مخلوقات سے اور فضل فرمایا، شفا ریش کے گٹوں پر ایسا ایسا دوہرا کہ جس کا احصاء نہ فرمائے مگر اللہ برتر۔

یہاں تک کہ انتہائے کلام اور ازالہ اوہام اور پوری فرحت حاصل ہوئی اسے جو ان کا وابستہ کنارہ دامن ہے ان پر اور ان کی آل پر سب سے افضل صلاۃ و سلام۔

جان لو کہ میں اس کا مدعی نہیں کہ یہ معنی آ یہ کریمہ کے ہیں نہ اس کا دعویٰ علامہ مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن وہ درحقیقت ان اشارات کے قسم سے ہے جو اہل زمانہ اہل باطن کے لئے معروف ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے منتفع کرے مثل ان کے قول کے زیر حدیث صحیح

اور اس تصدق پر اگر چہ ثواب و صدقہ نہیں مگر اس امتثال حکم کا ثواب بیشک ہے بلکہ یہ فعل اس کے توبہ کا تمہ ہے اور توبہ قطعاً موجب رضائے الہی و ثواب اخروی ہے، پھر آدمی خود ثواب پائے اس ثواب کو دوسرے مسلمانوں کی بھی پہنچا سکتا ہے۔

لعموم قولہم ان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره۔

تو اس توبہ و بجا آوری حکم کا ثواب اگر نذر بزرگاں کریں کچھ مضائقہ نہیں۔ ہذا ہو

التحقیق و اللہ تعالیٰ ولی التوفیق اتقن هذا فلعلک لا تجدہ فی غیر هذه السطور اور اس مال سے حج کرنا بھی جائز نہیں کہ اسے حکم تو یہ تھا کہ جن سے لیا نہیں واپس دے وہ نہ معلوم ہوں تو تصدق کر دے، اس کے سوا جس میں صرف کیا جائے گا خلاف حکم شرع و موجب گناہ ہوگا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حج کر لیا تو فرض ذمہ سے اتر گیا۔ جیسے چوری اور غصب کے کپڑے سے نماز پڑھنا۔ فان الخبث انما هو فی المجاور فلا يمنع الضحۃ پھر بھی امید اس پر ثواب کا محل نہیں بلکہ اسے کہا جائے گا۔ لا لیک و لا سعدیک و حجک مردود علیک حتی ترد ما فی یدیک۔

نہ تیرے لیک قبول نہ خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا یہاں تک کہ تویہ نا پاک مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس کر دے۔

نسال اللہ العفو و العافیۃ هذا ما جزمت به لظہورہ ثم اتفق مراجعہ رد المحتار فرأیت فیہ التصریح بذلک کله حیث قال فی بیان الحج بمال الحرام۔ الحج نفسه لیس حراما بل حرام هو انفاق المال الحرام و لا تلازم بینہما کما ان الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ تقع فرضاً و انما الحرام شغل المکان المغصوب و قال فی البحر یجتهد فی تحصیل نفقۃ حلال فانہ لا یقبل بالنفقۃ الحرام کما ورد فی الحدیث مع انہ یسقط الفرض عنہا و لا تنافی بین سقوطہ و عدم قبولہ فلا یناب لعدم القبول و لا یعاقب عقاب تارک الحج اہ مختصراً۔

اور تبدیل اس طرح سے کہ کسی سے قرض لے کر اپنے خرچ میں لائے خواہ حج و تصدق و نذر نیاز و تعمیر مساجد وغیرہا میں اٹھائے اور قرض اس نا پاک مال سے ادا کر دے اگرچہ یہ صورت

وہ کہ اولیائے کرام کو مرحمت ہوئی تو تم مسلمان کی تکفیر کرتے ہو اور بے علمی سے انکار کرتے اور اس انکار کو اچھا! کرتے جس کا ارشاد الہی ہے: **لَا تَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْهُ سِرًّا وَنَجْوٰیً ۚ اُولٰٓئِكَ سَيُعَذِّبُ اللّٰهُ ۗ** ہے ان کا مبلغ **سَبْعُ مِائَاتٍ مِّنْ سَبْعِ مِائَاتٍ** سے زور نہیں میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں غنوو عافیت احمدہ جدیدہ۔

(الدولۃ المکیہ ۳۲۵-۳۲۹)

(۲۶۷) **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ صٰ و لَا تَيْمَمُوْا الْخَبِيْثٰتِ مِنْهُ تَنْفِقُوْنَ و لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تَغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ** ☆

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمیں سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تم اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا و سرابا گیا ہے۔

﴿ ۵۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علم فرماتے ہیں جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر نہ ہو۔  
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (اس کا ثبوت اس آیت **و لَا تَيْمَمُوْا الْخَبِيْثٰتِ مِنْهُ تَنْفِقُوْنَ و لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تَغْمِضُوْا فِيْهِ ط** میں ہے۔ مرتب)

تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر اس نے مال حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع تصدق کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت نفل و تطوع تبرعاً بان اللہ صدقہ کرتا اور اسی پر اپنے رب کریم سے امید و ثواب رکھتا ہے کہ بے ایجاب شرع اس نے اپنی خوشی سے اپنے پاک مال کا حصہ اپنے رب کو رضا کے لئے صرف کیا۔ جب تو یہ تصرف حکم شرع سے جدا اور خیال شرع مطہرہ کے خلاف ہے اور اس پر ہرگز اس کے لئے ثواب نہیں۔ اس کی بعض صورتوں میں فقہاء نے حکم تکفیر کیا۔ اور اگر یوں نہ تھا بلکہ اس مال کو خبیث و ناپاک ہی جانا اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر تائب ہوا اور بحکم شرع اپنے تصرف میں لانا ناجائز سمجھا اور اپنے نفس کو اس میں تصرف سے روکا اور ازاں جا کہ اس کے ارباب معلوم نہ رہے بجا آوری حکم شرع کے لئے اسے تصدق کیا اور اسی بجا آوری فرمان پر امید و ثواب ہو تو بیشک اس میں اصلاح حرج نہیں بلکہ اسی کا اسے شرعاً حکم تھا

جبریل نے عرض کیا: سو دکھانے والے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۱۴)

(اس آیت الذین یا کلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس ط میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جب یہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ مزید وضاحت کے لئے ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔ مرتب)

۴۱۹۵۔ عن أمير المؤمنين علي المرتضى كرم الله تعالى وجهه الكريم قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: كَلُّ قَرْضٍ جَرٌّ مَنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبْوًا۔  
حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر قرض جو منفعت کمائے سود ہے۔

فتاویٰ رضویہ ۵/۷

۴۱۹۶۔ عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اكل الربوا و ماكله و شاهد به و كاتبه۔  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو دکھانے والے، کھلانے والے، اور اسکے گواہ و کاتب پر لعنت فرمائی۔

فتاویٰ رضویہ ۷/۷۵

۴۱۹۷۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اكل الربوا و مؤكله و كاتبه و شاهد به و قال: هم سواء۔

۲۳۸/۶، ۱۵۵۱۶	☆	کنز العمال للمتقی،	۳۵۰/۵	☆	الدر المشور لسیوطی،
۱۳۷۳	☆	المطالب العالیة لابن حجر،	۲۳۵/۵	☆	ارواء العلیل لابانی،
۱۴۵/۱		باب ما جاء فی اکل الربوا			۴۱۹۶۔ الجامع للترمذی،
۱۶۵/۱		باب التغلیظ فی الربا،			السنن لابن ماجه،
۴۷۳/۲		باب فی اکل الربوا،			سنن لابی داؤد،
		باب الربوا، ۲۷/۲			۴۱۹۷۔ الصحیح لمسلم،
۴۴۶/۵		اتحاف السادة للزبیدی،	۱۱۸/۴	☆	مجمع الروايات للذہبی،

تصرفات کے جائز ہونے میں بکار آمد ہے کہ اب یہ روپیہ جوان کاموں میں اٹھا رہا ہے ناپاک نہیں۔

فی الہندیۃ عن الملتقط اکل الربا او کما سب حرام اهدی الیہ او اضافہ و غالب مالہ حرام لا یقبل و لا یاکل مالہ ینخبرہ ان ذالک المال اصلہ حلال ورتہ او استقرضہ او مثله عن الینا بیع۔

مگر اس حیلہ سے نہ وہ گناہ اس سے زائل ہو۔ نہ اس ناپاک مال کا وبال سر سے اترے۔ نہ اس سے قرض ادا کرنا روا۔ بلکہ یہ دوسرا گناہ ہوا کہ حکم شرع اصحاب حقوق کو واپس دینا یا تصدق کرنا تھا۔ اس نے کچھ نہ کیا بلکہ اپنی ادائے قرض میں لگا دیا تو ثابت ہوا کہ خبیث مال والوں کو یہ حیلہ نافع نہیں بلکہ موجب گناہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۸/۲۳۶ تا ۲۳۷)

(۲۷۵) الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ط ذَلِكَ يَأْنَهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ط فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ ط وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ط وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. ☆

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر منجھوٹ بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

﴿۵۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھول کر مکانون کے برابر ہو گئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں، سانپ بچھوان میں بھرے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں؟

ہوگی نہ ضرورت قوت۔ رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہو تو قرض خواہ قید کرائے گا۔ جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا۔ اور ذلت و خواری علاوہ اور فی الحال اسکے سوا کوئی شکل ادا کی نہیں تو رخصت دی جائیگی کہ ضرورت متحقق ہوگی۔ حفظ اور تحصیل قوت کی ضرورت ہو تو خود ظاہر۔ اور ذلت و مطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے کہ جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اسکے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا۔

مثلاً شریر شاعر جو امراء کے پاس قصائد مدح لکھ کر لے جاتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں۔ انہیں اگرچہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں۔ پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت دینا صریح حرام ہے۔ بایں ہمہ شرع نے حفظ آبرو کے لئے انہیں دینا دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگرچہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۸۳/۷)

۴۱۹۹۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَكَلَ دِرْهَمًا مِنْ رَبِّوَا فَهُوَ مِثْلُ ثَلَاثِ وَتَلَاثِينَ زَنِيَّةً، وَمَنْ نَبَتَ لَحْمَهُ مِنْ سُحْتِ فَالنَّارُ أَوْلَىٰ بِهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سود کھانا تینتیس بار زنا کے برابر ہے، اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نار جہنم اسکی زیادہ مستحق ہے۔

۴۲۰۰۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَدِرْهَمٍ بُصِيْبَةُ الرَّجُلِ مِنَ الرَّبِّوَا أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ ثَلَاثِ وَتَلَاثِينَ زَنِيَّةً يَزْنِيهَا فِي الْإِسْلَامِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ عزوجل کے نزدیک سخت

۴۱۹۹۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۲۱۱/۳ ☆ تذکرۃ الموضوعات لابن القيسراني، ۷۲۴

۴۲۰۰۔ الدر المنثور للسيوطي، ۳۶۶/۱ ☆ الترغيب والترهيب للمندري، ۶۳

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اور اسکے کاتب و گواہ سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا: وہ سب برابر گنہگار ہوں گے۔۔۔ فتاویٰ رضویہ ۷/۷۵

۴۱۹۸۔ عن کعب الأحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لان ازنی ثلث وثلثین زنیۃ احب الی من ان آکل درهما ربا یعلم اللہ انی اکلته من ربا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درم کھاؤں۔ جسے اللہ عزوجل جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔

﴿ ۵۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ مگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورة تبیح المحظورات، اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرعاً رہتا ہو کہ اسکے بغیر چارہ ہو، نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یا را۔ ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا۔ جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی۔ سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا تو سودی نکلوائے، یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا۔ سودی قرض لے کر بنایا یا دوسو کی تجارت کرتے ہیں۔ قوت اہل و عیال بقدر کفایت ملتا ہے۔ نفس نے بڑا سودا کرنا چاہا۔ پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگوا دئے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا و علی هذا القیاس۔ صد ہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورت نہیں۔ تو ان میں حکم جواز نہیں ہو سکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔ ولہذا قوت اہل و عیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اسکے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، نہ نوکری ملی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر اوقات کے لائق مل سکے۔ ورنہ اس قدر پاسکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تو نگری کی ہوس

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کا ایک درہم اللہ عزوجل کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر ہے۔

۴۲۰۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلْرَبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا كَالَّذِي يَنْكَحُ أُمَّهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کا گناہ ستر درجہ ہے۔ جس میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے۔

۴۲۰۵۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلْرَبَا سَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا كَالَّذِي يَقَعُ عَلَى أُمِّهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کا گناہ ستر درجہ ہے۔ جس میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے۔

۴۲۰۶۔ عن الأسود بن وهب بن عبد مناف بن زهرة الزهري القرشي قال قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلْرَبَا سَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا كَالَّذِي يَقَعُ عَلَى أُمِّهِ۔

۴۲۰۴۔ المسنن لابن ماجة، باب التغليظ في الربا، ۱۶۵/۲

الجامع الصغير للمسبوضي، ۲۷۶/۲ ☆ اتحاف السادة للزبيدي، ۵۳۷/۷

الترغيب والترهيب للمعذري، ۸/۳ ☆ كشف الخفاء للمعجلوني، ۵۰۸/۱

۴۲۰۵۔ المسنن لابن ماجة، باب التغليظ في الربا، ۱۶۵/۲

الترغيب والترهيب للمعذري، ۶/۳ ☆

۴۲۰۶۔ الجامع الكبير للخطابي، ۲۵۴/۲ ☆

ترے تینتیس بار زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔

۴۲۰۱۔ عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: دِرْهَمٌ رَبًّا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ سِتِّ وَثَلَاثِينَ زَنِيَةً۔

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سو دہا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۰۲۔ عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إِنَّ الدِّرْهَمَ يُصِيبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرَّبِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ فِي الْخَطِيئَةِ مِنْ سِتِّ وَ ثَلَاثِينَ زَنِيَةً يَزْنِيهَا الرَّجُلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک درہم کہ آدمی سر سے پائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے۔

۴۲۰۳۔ عن أم المؤمنين عائشة الـمديقة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لِدِرْهَمٍ رَبًّا أَشَدُّ جُرْمًا عِنْدَ اللَّهِ مِنْ سَبْعِ وَ ثَلَاثِينَ زَنِيَةً۔

۴۲۰۱۔ الترغيب والترهيب للمندري، ۷/۳ ☆ اتحاف السادة للريدي، ۴۴۶/۵

مشکوۃ المصابيح للتبريزي، ۲۸۲۵ ☆ الدر المنثور للسيوطي، ۳۶۷/۱

المسند لاحمد بن حنبل، ۲۲۵/۵ ☆ السنن للدارقطني، ۱۶/۳

۴۲۰۲۔ اتحاف السادة للريدي، ۷۳۵/۷ ☆ جمع الجوامع للسيوطي، ۵۴۷۵

الترغيب و الترهيب للمندري، ۷/۳ ☆ الدر المنثور لسبوطي، ۳۶۴/۱

المغني للعراقي، ۱۳۹/۳ ☆ الكامل لابن عدي،

۴۲۰۳۔ كنز العمال للمتقي، ۹۷۸۰، ۱۰۹/۴ ☆

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کے دروازے بہتر گناہ ہیں۔ سب میں کمتر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا۔

۴۲۰۹۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكَحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے تہتر دروازے ہیں، سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے۔

۴۲۱۰۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ الرِّبَا نِيفٌ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَهْوَنُهُنَّ مِثْلَ مَنْ أَتَى أُمَّهُ فِي الْإِسْلَامِ، وَدِرْهَمٌ مِنْ رَبَا أَشَدُّ مِنْ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ زِنِيَةً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں۔ ان میں سب سے ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور سود کا درہم پینتیس زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۱۱۔ عن امیر المؤمنین عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: الربا سبعون بابا۔ أهونها مثل نكاح الرجل أمه۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سود کے ستر دروازے ہیں، ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے۔

۴۲۰۹۔ المستدرک للحاکم، ۳۷/۲ ☆ الجامع الصغیر للسيوطی، ۲۶۶/۱

اتحاف السادة للزبيدي، ۳۲۷/۸ ☆ الجامع الصغیر للسيوطی، ۲۷۶/۱

۴۲۲۱۰۔ الترغيب والترهيب للمنذرى، ۸/۳ ☆ الدر المنثور للسيوطی، ۹۶/۶

۴۲۱۱۔ كنز المعال للمتقى، ۱۰۱۰۳ ☆ ۱۹۰/۴

حضرت اسود بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماموں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کے کئی دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ برابر ستر گناہ کے ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا۔

۴۲۰۶۔ عن رجل من الأنصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلْرَبَا أَحَدٌ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَوْ قَالَ: ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ حُوبًا، أَهْوَنُهَا مِثْلَ أَيْتَانِ الرَّجُلِ أُمَّةً۔

ایک انصاری صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود اکہتر دروازے ہیں۔ یا فرمایا: تہتر گناہ جن میں سب سے ہلکا ایسا جیسے آدمی کا اپنی ماں سے جماع کرنا۔

۴۲۰۷۔ عن البراء بن - ارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلْرَبَا أَحَدٌ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَوْ قَالَ: ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ حُوبًا، أَهْوَنُهَا مِثْلَ أَيْتَانِ الرَّجُلِ أُمَّةً۔

حضرت براء بن ارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے بہتر دروازے ہیں۔ ان میں سب سے کم ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا۔

۴۲۰۸۔ عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ أَبْوَابَ الرَّبَا إِنْسَانٌ وَسَبْعُونَ حُوبًا، أَوْ قَالَ: ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ حُوبًا، أَهْوَنُهَا كَالَّذِي يَأْتِي أُمَّةً فِي الْإِسْلَامِ۔

۴۲۰۶۔ المصنف لعبد الرزاق، ۳۱۴/۸ ☆ اتحاف السادة للزبيدي، ۳۲۷/۸

۴۲۰۷۔ مجمع الروايد للهيثمي، ۱۱۷/۴ ☆ السلسلة الصحيحة للالباني، ۱۸۷۱

الترغيب والترهيب للمنزوي، ۸/۳ ☆ اللآلئ المصنوعة للسيوطي، ۸۴/۲

كنز العمال للمنتقى، ۹۷۵۹، ۱۰۵/۴ ☆ المطالب العلية لابن حج، ۲۷۰۵

۴۲۰۸۔ جمع الحوامع للسيوطي، ۶۰۷۶ ☆ كنز العمال للمنتقى، ۹۷۵۶، ۱۰۵/۴

دیا کہ زہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہو گیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ (اور "ویربی الصدقات" اس پر دال ہے۔ مرتب)

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ پیڑ سے اتنا کم ہو جائیگا۔ پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوٰۃ مال کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۴/۳۳۳)

۴۲۱۴۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ أَوْ مَالُ الزَّكَاةِ مَا لَا إِلَّا أَفْسَدَتْهُ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کر دے گا۔

۴۲۱۵۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَا تَلَفَ مَالٌ فِي بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا بِحَبْسِ الزَّكَاةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔

۴۲۴۱ مجمع الزوائد للهيثمى، ۶۴/۳ ☆ الترغيب و الترهيب للسندري، ۵۴۳/۱

التفسير لابن كثير، ۱۹۳/۲ ☆ الجامع الصغير للسيوطي، ۴۸۲/۲

۴۲۵۱۔ مجمع الزوائد للهيثمى، ۶۳/۳ ☆ الترغيب و الترهيب للسندري، ۵۴۲/۱

كبر العمال للمتفي، ۱۵۸۰۷، ۳۰۶/۶ ☆ كشف الحفاء للعجلوني، ۴۱۶/۲

۴۲۱۲۔ عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الربا اثنان وسبعون حوبا، أصغرها كمن أتى أمه في الإسلام ودرهم من الربا اشد من بضع وثلثين زنية۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سود بہتر گناہ ہے، سب میں چھوٹا بحالت اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے۔ اور سود کا ایک درم کئی اوپر میں زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۱۳۔ عن عبد الله بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الربا ثلثة وسبعون حوبا، ادناها كمن أتى أمه في الإسلام ودرهم من الربا كبضع وثلثين زنية۔  
حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سود میں تہتر گناہ ہیں، سب میں کم ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے جماع کرنا، اور سود کا ایک درم چند اوپر میں زنا کے مانند ہے۔

(۲۷۶) يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ  
كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ  
وَاتُوا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
يَحْزَنُونَ۔ ☆

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیک (انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہونہ کچھ غم۔

﴿۵۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زکوٰۃ اعظم فروض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے۔ ولہذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرما

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ! کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا ہے اور اسے زمیں میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو اس نے اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے۔ کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان ہی نہیں کہ اپنے مال بڑھائے۔ اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج ڈالے وہ فماتا ہے۔ زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل سے اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے۔ ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ۴۳۴/۴

(۲۷۸-۲۷۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبِّ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔ ☆

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہونچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

﴿ ۵۷ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب تحریم ربو کی آیت نازل ہوئی بہت سے مسلمانوں نے کہا: جو سود ہمارا نازل آیت سے پہلے کارہ گیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے۔ حکم آیا کہ اگر نہیں مانتے تو اعلان کر دو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۱۴/۱۱۴)

(۲۸۰) وَإِن كَانَ ذُو عُسْبَةٍ فَنَنْظِرْهُ إِلَىٰ مَيْسِرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ ☆

اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے اگر جانو۔

۴۲۱۶۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ أَذْهَبَ اللَّهُ شَرَّهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور فرما دیا۔  
فتاویٰ رضویہ ۴۳۴/۴

۴۲۱۷۔ عن الحسن البصرى رضى الله تعالى عنه مرسلًا قال: قال رسول الله لى الله تعالى عليه وسلم: حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَدَاوُوا أَمْرَضَكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

۴۲۱۸۔ عن جماعة من الصحابة رضى الله تعالى عنهم قالوا: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَدَاوُوا أَمْرَضَكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

﴿۵۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

۴۲۱۶۔ المستدرک للحاکم،	☆	۳۹۰/۱	الترغیب والترہیب للمنذرى، ۵۱۹/۱
مجمع الزوائد للہیثمی،	☆	۶۳/۳	کنز العمال للمتقی، ۱۵۷۷۸، ۳۸۲/۶
۴۲۱۷۔ المراسیل لابی داؤد،	☆	۸	السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳۸۲/۳
مجمع الزوائد للہیثمی،	☆	۶۳/۳	المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۵۸/۱۰
الترغیب و الترہیب للمنذرى،	☆	۵۲۰/۱	کنز العمال للمتقی، ۱۵۷۵۹، ۲۹۲/۶
۴۲۱۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی،	☆	۵۸/۱۰	السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳۸۲/۳
الجامع الصغیر للسبوطی،	☆	۲۲۷/۱	

۴۲۲۱۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَنْ حَمَلَ مِنْ أُمَّتِي دِينًا ثُمَّ جَهَدَ فِي قَضَائِهِ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَقْضِيَهُ فَأَنَا وَوَلِيَّتُهُ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرا امتی دین کا بار اٹھائے پھر اسکے ادا میں کوشش کرے پھر بے ادا کئے مر جائے تو میں اس کا ولی و ولیّہ ہوں۔

۴۲۲۲۔ عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَفِي نَفْسِهِ وَفَاءٌ لَهُ ثُمَّ مَاتَ تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضِي غَرِيمَهُ بِمَا شَاءَ۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی دین کا معاملہ کرے اور دل میں اسکے ادا کا ارادہ رکھے پھر مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا اور اسکے قرض خواہ کو جیسے چاہے گا راضی کر دیگا۔

(فتاویٰ رضویہ ۸۳/۷)

(۲۸۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ، وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ، وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ، وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا، ☆

اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے باز نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور

۴۲۲۱۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۷۴/۶ ☆ السنن الكبرى للبيهقي، ۲۲/۷

الترغيب و الترهيب للمندري، ۵۹۸/۲ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ۱۳۲/۴

۴۲۲۲۔ المستدرک للحاکم، ۲۳/۲ ☆ الترغيب و الترهيب للمندري، ۵۹۷/۲

(۵۸) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں قرض دار جب مفلس ہو تو شرع قرض خواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو مہلت دے۔ اور قرض دار کو حکم دیتی ہے کہ حتی الامکان ادا میں کوشش کرے اور ہر وقت سچے دل سے ادا کی نیت رکھے مفلسی کو پروا نہ معافی نہ ٹھہرا لے کہ اب ہم سے کوئی کیا لے گا، جب ایسی سچی نیت رکھے گا اور اپنی چلتی فکر ادا میں جو بروجہ شرعی ہوگی نہ کرے گا تو اس سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتی۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا، پھر اگر اسی حال میں مر گیا اور ادا نہ کر سکا تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین جل جلالہ درگزر فرما کر قرض خواہ کے مطالبہ سے نجات بخشنے گا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۷/۸۳)

۴۲۱۹۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَخَذَ أَمْرًا سَاسَ يُرِيدُ أَدَاءَهُ مَا أَدَى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کے مال بہ نیت ادا لے اللہ تعالیٰ اسکی طرف سے ادا فرما دیتا ہے۔ اور جو تلف کر دینے کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

۴۲۲۰۔ عن میمون الکروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَدَانَ دَيْنًا يَنْوِي قَضَاءَهُ أَدَاهُ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت میمون کروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی دین لے کر ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکی طرف سے ادا فرما دیگا۔

۴۲۱۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب من اخذ امان الناس، ۳۲۱/۱

۴۲۲۰۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳۵۴/۵ ☆ اتحاف السادة للزہدی، ۵۰۲/۵

المستاجر لا يستحق شيئاً من الاجر ولو مضى بعد العقد مدة سلم فلا اجر له  
فيما مضى لعدم التسليم فيه -

رہن قبضہ مرتہن چاہتا ہے کہ اس کا مقتضی جس ہے اور جس بے قبضہ ناممکن اور اجارہ  
قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے، بے قبضہ نامتصور اور شئی واحد کا وقت واحد  
میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال ولہذا اگر رہن بہ اجازت مرتہن باجارت راہن شے  
مرہون تخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرتہن کو اجارہ دے تینوں صورتوں میں رہن  
باطل ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۳۱۴)

اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے۔

﴿۵۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں دین مطلقاً ہے جو ہر طرح کے دین کو شامل، لہذا ان کی وضاحت میں

امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا: مرتب)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک دین آسان ہے۔

(الجامع الصحیح للبخاری کتاب الايمان ۱۰۱۱۔ نسبی لسانی کتاب الايمان ۲/۲۳۳)

اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔

(الصحیح للبخاری باب الاموال الخ ۲/۱۰۶۳)

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۴۴۱)

تفسیری احمدی میں ہے:

فی الزاہدی ان الآیة عامة فی المسلم و حل دین یصح فیہ الاجل۔

مدارک التنزیل میں ہے: الامر للندب۔

لباب التاویل میں ہے: و هو قول جمهور العلماء۔

اور مضمون میں وہی طریقہ معبودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں ابن

فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلاں بنت فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں

بعد قرار پائی ہے کہ مہر مذکور میعاد مذکور پر ادا کروں گا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۷/۵۱۱)

رہن اور یہ اجارہ دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر، رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ

بے قبضہ نفاذ سے عاقل۔

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

القبض شرط جواز الرهن لقوله تعالى و سبخنه فرهن مقبوضة و صف

سبخنه و تعالى الرهن بكونه المنفعة فكان في حق الحكم مضافا الى حين حد

و ث المنفعة فيثبت حكمه عند ذلك حتى لو انقضت المدة من غير تسليم

اور دوسری متشابہات جن کے معنی میں اشکال ہے یا ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا ہے جیسے حروف مقطعات۔ الم۔ وغیرہا۔ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے۔ جیسے۔  
 - الر حمٰن علی العرش استوی۔ (طہ - ۵) یا۔ ثم استوی علی العرش۔ (یونس - ۳) پھر جن لوگوں میں کجی اور گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ۔ قرآن میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر بیٹھا ہے۔ عرش پر چڑھا ہوا ہے۔ عرش پر ٹھہر گیا۔ اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں ان کے ارشاد دل سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو ”استواء“ آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہونا کچھ ضروری نہیں۔ تو یہ تمہاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو۔

ما انزل اللہ بہا من سلطن۔ (الاعراف - ۷۱)

اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا یا ٹھہرنا۔ آتے تو قرآن مجید ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے ظاہری معنی پر جم گئے انہیں کے لئے قرآن مجید نے فرمایا: الذین فی قلوبہم زیغ۔ (آل عمران - ۷)

وہ لوگ کہ جن کے دل پھرے ہوئے ہیں

اور جو لوگ علم میں پکے ہیں اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و اعراض سے پاک ہے۔ بیٹھنے اور چڑھنے، ٹھہرنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان انشاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے۔ اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ان میں اللہ عزوجل۔ نے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں۔ پھر آخر معنی کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دوروش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں۔ یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑ دیں ہمیں ہمارے رب نے آیت متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی لعین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا ہے تو ہم حد سے باہر کیوں قدم رکھیں۔ اسی قرآن کے بتائے

## سورۃ آل عمران (۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۷) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ط فَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ه وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ه وَالرَّسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ه كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ه وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ه ☆ ه

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہے اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو، اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو

جانچنے و آزمانے کو۔

يُضِلُّ بِنَدِّ كَثِيرٍ أَوْ يَهْدِي بِنَدِّ كَثِيرٍ - (البقرة ۲۶)

اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتوں کو راہ دکھائے۔ اس ہدایت و ضلالت

کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے۔

محکمات جن کے معنی صاف بے وقت ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے

مثلی کی آیتیں۔

دوم: استواء بمعنی علو ہے اور اللہ عزوجل کی صفت ہے کہ علوم مکان مالکیت و سلطان یہ دونوں معنی امام بیہمتی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارت عنقریب آتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوم: استواء بمعنی قصد و ارادہ۔ ثم استوی علی العرش۔ یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی آفرینش کا ارادہ فرمایا، یعنی اس کی تخلیق شروع کی۔ یہ تاویل امام اہل سنت امام ابو الحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسماعیل ضریر نے فرمایا: انہ صواب۔ یہی ٹھیک ہے۔ نقلہ الامام جلال الدین السیوطی فی الاتقان۔

چہارم: استواء بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ بنائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو، استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فلما بلغ اشدہ و استوی۔ (القصص - ۱۴)

جب اپنی قوت کے زمانہ کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح۔ قوله کزرع اخرج شطاءہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سو

قہ۔ (الفتح - ۲۹)

میں استواء حالت کمال سے عبارت ہے۔ یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت میں منقول ہے۔  
اقول: اور اس کے سوا یہ کہ قرآن عظیم میں یہ استواسات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان وز میں کے اور بلا فصل اس کے بعد ہے۔

سورہ اعراف و سورہ یونس علیہ السلام میں فرمایا:

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی

علی العرش۔ (یونس - ۳)

سورہ رعد میں فرمایا: اللہ الذی رفع السموات بغير عمد تر و نہا ثم استوی

علی العرش۔ (الرعد - ۲)



اللہ تعالیٰ بلا کیف یجب علی الرجل الا یمان بہ و یکل العلم فیہ الی اللہ عز وجل۔

یعنی اہل سنت وہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عز وجل کی ایک صفت ہے چونی و چگونگی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے معنی کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سوجھے کہ اسی کی مستند کتاب خاص مسئلہ استواء میں اہل سنت کا مذہب کیا لکھا ہے۔ شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہل سنت کرے۔

(۳) اسی میں ہے۔ ذہب الا کثرون الی ان الواو فی قولہ والراسخون واوالاستیناف و تم الکلام عند قولہ و ما یعلم تاویلہ الالہ و هو قول ابی بن کعب و عائشہ و عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و روایۃ طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و بہ قال الحسن و اکثر التابعین و اختارہ الکسائی و الفراء و الاخفش الی ان قال و لما یصدق ذلک قرأ عبد اللہ ان تاویلہ الا عند اللہ و الراسخون فی العلم یقولون آمنوا و فی جرف ابی یقول الراسخون فی العلم بتاویل القرآن الی ان قالوا امنابہ کل من عند ربنا و هذا القول اقیس فی العربیۃ و اشبه بظاہر الآیۃ۔

یعنی جمہور ائمہ دین و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ۔ والراسخون فی العلم۔ سے جدا بات شروع ہوئی۔ پہلا کلام وہ ہیں پورا ہو گیا کہ متشابہات کے معنی اللہ عز وجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہی قول حضرت سید قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور یہی مذہب امام حسن بصری و اکثر تابعین کا ہے اور اسی کو امام کسائی و فراء و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قرأت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عز وجل کے سوا کسی کے پاس نہیں اور یکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور یہ قول عربیت کی رو سے ز

سورہ طہ میں فرمایا: تنزیل ممن خلق الارض والسفوات العلیٰ، الرحمن علی العرش استوی۔)

سورہ فرقان میں فرمایا: الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش۔

سورہ حدید میں فرمایا: هو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش۔ (الحدید - ۴)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے صد ہائے دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیلہ ہیں۔ انہیں نقل کیجئے تو عظیم دفتر ہو اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گنم نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رد میں انہیں کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہ اپنی صاحب کس قدر بیجا بیباک مکار چالاک بددین نام پاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں ان کی گمراہیوں کے صریح رد لکھے ہیں انہیں کے نام اپنی سند میں لکھ دئے ہیں۔

چہ دلا درست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

مباحث آئندہ میں جو عبارات ان کتابوں کی منقول ہوں گی انہیں سے انشاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہو جائیں گے۔ یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیہ کریمہ۔ الرحمن علی العرش استوی۔ آیات متشابہات سے ہے اور یہ بھی کہ کس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالفت اہل سنت ہے۔

(۱) اجمالاً اس آیت کے معنی جاننے پر مخالف سلف صالحین و جمہور ائمہ اہل سنت و جما

عت ہے۔

(۲) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۳) معالم ومدارک و کتاب الاسماء والصفات و جامع البیان کے بیان یہاں سنئے کہ

یہ پانچوں کتابیں بھی انہیں کتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔

معالم التنزیل میں ہے۔ اما اہل السنۃ بقولون الا ستواء علی العرش صفة

کے حق معنی کیا ہیں جن پر ان کا تارنا واجب ہے اتنی۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر، یہ آیت و تفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رد واضح و منیر ہے۔ والحمد لله رب العالمین۔

((۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں۔ اما لا استواء فالمتقد

مؤن من اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا لا یفسرونہ ولا یتکلمونہ فیہ  
نحو مدہبہم فی امثال ذلک۔

ہمارے اصحاب متقد میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے تھے نہ اس میں  
اصلا زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں ان کا یہی مذہب ہے۔

((۶) اسی میں ہے۔ حکینا عن المتقد میں من اصحابنا ترک الکلام فی

امثال ذلک ہذا مع اعتقادہم نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحنہ و  
تعالیٰ۔

ہم اپنے اصحاب متقد میں کا مذہب لکھ چکے ہیں کہ ایسے نصوص میں اصلا لب نہ کھولتے  
اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالیٰ محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں مشابہ و مانند  
ہونے سے پاک ہے۔

((۷) اسی میں یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کی۔ نحن عند مالک ابن نس فجاء

رجل فقال یا ابا عبد اللہ "الرحمن علی العرش استوی" فکیف استوی قال  
فاطرق مالک رأسه حتی عرق ثم قال الاستواء غیر مجہول والکیف غیر معقول  
والایمان بہ واجب والمسئول عنہ بدعة و ما اراک الا مبتدعا فامرہ بہ ان  
یخرج۔

ہم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر  
عرض کی اے ابو عبد اللہ "رحمن نے عرش پر استواء فرمایا" یہ استواء کس طرح ہے، اس کے سنتے ہی  
امام نے سر مبارک جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہو گیا پھر فرمایا استواء مجہول نہیں  
اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض ہے اور اس سے استفسار بدعت اور میرے خیال  
میں تو ضرور بد مذہب ہے، پھر حکم دیا کہ اس کو نکال دو۔

یادہ دلنشین اور بظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التزیل میں ہے۔ منہ آیات محکمات احکمت عبارتہا بان حفظت من الاحتمال و الاشتباہ من ام الكتاب تحمل المتشابهات علیہا و ترد الیہا و اخر متشابهات مشتبهات محتملات و مثال ذلك "الرحمن علی العرش استوی" الاستواء یکون بمعنی الجلو س و بمعنی القدرۃ والا استیلاء و لا یجوز الاول علی اللہ تعالیٰ بدلیل المحکم و هو قوله تعالیٰ "لیس کمثلہ شئی" فاما الذین فی قلوبہم زیغ میال عن الحق و ہم اهل البدع فیتبعون ما تشابه منه فیتعلقون بالمتشابه الذی یحتمل ما یدہب الیہ المبتدع مما لا یطابق المحکم و یحتمل ما یطابقہ من قول اهل الحق ابتغاء الفتنة طلب ان یفتنوا الناس و یضلوا ہم عن دینہم و ابتغاء تاویلہ و طلب ان یاولوا التاویل الذی یشتہونہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ لا ینتدی الی تاویلہ الحق الذی یجب ان یحمل علیہ الا باللہ او مختصرا۔

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنی صاف ہیں احتمال و اشتباہ کو ان میں گزر نہیں، یہ آیات تو کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات انہیں پر حمل کیجائیں گی اور ان کے معنی انہیں کی طرف پھیر دئے جائیں گے۔ اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے آیہ کریمہ۔ الرحمن علی العرش استوی۔ استوا بیٹھنے کے معنی پر بھی آتا ہے اور قدرت و غلبہ کے معنی پر بھی، اور پہلے معنی اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالیٰ کو بیٹھنے سے پاک و منزہ بتا رہی ہیں، ان محکمات سے ایک یہ آیت ہے "لیس کمثلہ شئی" اللہ عزوجل کے مثل کوئی چیز نہیں۔ پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بد مذہب لوگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بد مذہبی کے معنی کا احتمال ہو سکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں۔ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہل سنت کا مذہب ہے۔ وہ بد مذہب ان آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں، لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں، ان کے وہ معنی بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں۔ اور ان کے معنی تو کوئی نہیں چاہتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان

(۱۲) اسی میں امام خطابی سے ہے۔

ونحن احری بان لا نتقدم فیما تأخر عنه من هو اکثر علما و اقدم  
 زمانا و لکن الزمان الذی نحن فیہ قد حصل امله حز بین منکر لما یروی من نوع  
 هذه الاحادیث رأسا و مکذب به اصلا و فی ذلك تکذیب العلماء الذین  
 رووا هذه الاحادیث و هم ائمة الدین و نقلة السنن و الواسطة بیننا و بین رسول  
 الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و الطائفة الاخری مسلمة لا دانية فیها ذاهبة فی  
 تحقیق الظاهر منها مذہبا یکاد یغضی بهم الی القول بالتشبیہ و نحن نرغب  
 عن الامرین معا و لا نرضی بواحد منها مذہبا فیحوق علینا ان نطلب لما یرد من  
 هذه الاحادیث اذ صحت من طریق النقل و السند تاویلا یخرج علی معانی  
 اصول الدین و مذہب العلماء و لا تبطل الروایة فیها اصلا اذا كانت طرفها مر  
 ضیة و نقلتها عدو لا۔

یعنی جب ائمہ کرام نے جو ہم سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے  
 تھے مشابہات میں سکوت فرمایا۔ ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنی کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر  
 ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے۔ ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رد کرتا اور جھوٹ  
 بتاتا ہے۔ اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں  
 اور سنتوں کے ناقل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ہمارے وسائط و مسائل۔

اور دوسرا گروہ ان روایتوں کو مان کر ان کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا  
 کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں  
 ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں جو صحیح  
 حدیثیں آئیں ان کی تاویل کر دیں جس سے ان کے معنی اصول عقائد و آیات محکمات کے مطاب  
 بق ہو جائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لاکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرماتے ہیں۔

اتفق الفقهاء کلہم من المشرق الی المغرب علی الایمان بالقرآن و با

اسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی۔ سنن ربیعۃ الرائی عن قول اللہ تبارک وتعالیٰ "الرحمن علی العرش استوی" کیف استوی قال کیف محمول والاستواء غیر معقول ووجب علی وعلیک الایمان بذلك کله۔

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمن استاذ امام مالک سے جنہیں بوجہ قوت عقل و کثرت قیاس ربیعۃ الرائی لکھا جاتا یہی سوال ہوا فرمایا کیفیت مجہول ہے اور اللہ تعالیٰ کا استواء معقول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفین بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے ہیں: کل ما وصف اللہ تعالیٰ من نفسه فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ۔ یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں، ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے بطریق اسحاق بن موسیٰ انصاری زائد کیا لیس لا حد ان یفسره بالعربیة ولا بالفارسیة۔ کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

(۱۰) اسی میں حاکم سے روایت کہ انہوں نے امام ابو بکر احمد بن اسحاق بن یوب کا عقائد نامہ دکھایا، جس میں مذہب اہلسنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے: الرحمن علی العرش استوی بلا کیف۔ رحمن کا استوائیچوں و نیچوں ہے۔

(۱۱) اسی میں ہے، والآثار عن السلف فی مثل هذا كثيرة و علی هذه الطريقة یدل مذهب الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وینبذ مذهب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتأخرین ابو سلیمان الخطابی،

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اس طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک امام احمد بن حنبل و امام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابو سلیمان خطابی کا ہے۔

الحمد للہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے ائمہ ثلاثہ سے یہ موجود ہیں ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں، اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام، یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

ء معلوم و کیفیة مجهولة۔

(۱۸) سورہ طہ میں لکھا۔ سئل عن الشافعی عن اٰستواء فاجاب امننت بلا تشبیه و اتهمت نفسی فی الادراک فامسکت عن الخوض فیہ کل الامساک۔ یعنی امام شافعی سے استواء کے معنی پوچھے گئے فرمایا میں استواء پر ایمان لایا اور وہ معنی نہیں ہو سکتے جن میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اس کے معنی سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان ان نہیں کہ اس کے صحیح معنی سمجھ سکوں، لہذا میں نے اس میں فکر کرنے سے اس میں یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورہ اعراف میں لکھا۔ اجمع السلف علی ان استواء ہ علی العرش صفة له بلا کیف نو من به و کل العلم الی اللہ تعالیٰ۔

سلف صالح کا اجماع۔ کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بیچون و بے چگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا نام خدا کو سونپتے ہیں۔

(۲۰) طرفہ یہ کہ سو، اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنی ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور سورہ فرقان میں لکھا۔

قدر فی سورۃ الاعراف تفصیل معناه۔ اس کے معنی کی تفصیل سورہ اعراف میں گزری۔

یونہی سورہ سجدہ میں لکھا۔ قدر فی سورۃ الاعراف۔

یونہی سورہ حدید میں۔ قدر تفصیلہ فی سورۃ الاعراف و غیرہا۔

دیکھو صاف بتا دیا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اب تو کھلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دنیا کیسی سخت بے حیائی تھا۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

## وہابیہ مجسمہ کی بددینی

صفات متشابہات کے باب میں اہل سنت کا عقیدہ تو معلوم ہو لیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنی ہماری

لا حادِث التی جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في صفة الرب من غير تشبيه ولا تفسير فمن فسر شيئاً من ذلك فقد خرج عما كان عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و فارق الجماعة فانهم لم يصفوا و لم يفسروا و لكن آمنوا بما في الكتاب و السنة ثم سكتوا۔

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں جو صفات الہیہ آئیں ان پر ایمان لائیں بلاشبہ و بلا تفسیر، تو جو ان میں کسی کے معنی بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعت علماء سے جدا ہوا، اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا، نہ ان کے معنی کہے بلکہ قرآن و حدیث پر ایمان لا کر چپ رہے، طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لاکلانی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اسے نقل کر گیا۔ ولله الحمد و له الجحۃ السامیۃ۔

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورہ طہ ہے۔ المذہب قول علی رضی اللہ عنہ

الاستواء غیر مجہول و التکلیف غیر معقول و الا یمان بہ واجب و السؤال عنہ بدعۃ لانه تعالیٰ کان و لا مکان قبل خلق المکان ثم لم یتغیر عما کان۔

مذہب وہ ہے جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی۔ اسپر ایمان واجب ہے۔ اس کے معنی سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہ تھا۔ پھر وہ اپنی اس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے، گمراہ اپنی ہی مستند اس عبارت کو سو جھٹھے اور اپنا ایمان ٹھیک کر لے۔

(۱۵) اسی میں زیر آیت سورہ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام

اعظم ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالیٰ تمہم سے نقل فرمایا۔

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورہ یونس میں ہے۔ الاستواء معلوم و الکفیۃ

مجہول و السؤال عنہ بدعۃ۔

(۱۷) مضمون سورہ رعد میں سلف صالحین سے نقل کیا کہ۔ قال السلف الاستواء

کافر ہو جاتا ہے۔ اور فتاویٰ امام اجل قاضی خان کی یہ عبارت۔

رجل قال خدائے بر آسمان می داند کہ من چیزے نہ دارم کیون کفر الان اللہ تعالیٰ منزہ عن المكان۔ یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ اور فتاویٰ حکامہ کی یہ عبارت ہے۔

لو قال نرد بان بنہ وآسمان بر آئے و با خدا جنگ کن یکفر لانه اثبت المكان للہ تعالیٰ۔

یعنی یہ کہنے والا کافر ہو گیا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان مانا۔

(دیکھو کوب الشہابیہ ص ۱۳)

انہیں مجسمہ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہوانی بکاسہ لیسے گمراہ ہزاری غلام نواب بھوپال قنوجی آنجہانی از سر نو اس فتنہ خواہیدہ کے بادی بانی اور اس سبوح و قدوس جل جلالہ کی شان میں مدعی عیوب جسمی و مکانی ہوئے۔ چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ھ ہجریہ قدسیہ کو اس بارے میں اور انہیں صاحب کے متعلق؛ مردیگر میں حضرت تاج المحدثین عالم اہل سنت دامت ظلہم العالی سے استفتا ہوا۔ حضرت نے نفس حکم نہایت اجمال ارشاد فرمایا۔ پونے دو مہینے کے بعد بست و ششم صفر کو ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی و جہالت و سفاہت و ضلالت کی بولتی تصویر آئی، ایسے ہدیانات کیا قابل التفات، مگر حفظ عقائد عوام و نصرت سنت و اسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور محض لوجہ اللہ مستور اہل حق بنگا: انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں۔ و ما تو فیقی الا باللہ علیہ تو کلب و الیہ انیب۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۲۲۱ تا ۲۳۰)

(۲۷) تَوَلَّجُ اللَّيْلِ فِي النَّهَارِ وَتَوَلَّجُ النَّهَارِ فِي اللَّيْلِ  
وَتَخْرُجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتَخْرُجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ  
تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆

تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے

اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق۔ افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے

کچھ میں آتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ یقیناً پاک ہے اور مراد الہی پر ہمیں اطلاع نہیں ولہذا ہم ان کے معنی کچھ نہیں کہہ سکتے، یا بطور تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شان قدسی کے لائق اور آیات محکمات کے مطابق ہو۔ اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلو پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گناہیاں ہیں اسی لئے اکثر مسائل میں اہل سنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں۔ جیسے رافضی، ناصبی۔ خارجی، مرجی۔ قدری، جبری، یا باطنی، ظاہری، یا ورنی بدعتی۔ یا اسماعیل پرست گور پرست و علی ہذا القیاس۔ یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے۔ معطلہ۔ مشبہ۔ معطلہ جنہیں جسمیہ بھی کہتے ہیں، صفات متشابہات سے یکسر منکر ہو گئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا، نہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا۔ یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث ”امسا بہ کل من عذر بنا“ سے بے بہرہ ہوئے۔ ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشو یہ مجسمہ بھی کہتے ہیں، ان خبیثوں نے صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ہے، جسم جہت ہے اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا، اترنا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا، سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنہیں قرآن عظیم نے ”فسی قلوبہم زینع“ فرمایا اور گمراہ فتنہ پرواز بتایا تھا۔ وہابیہ نا پاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں، مختلف بدنہ بیوں سے کچھ کچھ عقائد ضلالت لے کر اپنا بھرت پورا کیا ہے۔ یہاں بھی نہ چو کے اور ان کے پیشوا اسماعیل نے صراط مستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالیٰ سے دوستانہ ملاقات اور ہاتھ ملا کر گڈ مارنگ ثابت کی تھی۔ (دیکھو کتاب مستطاب اللوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ ص ۷۱) لہذا اس کے واضح ثبوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب ممقوت مان گئے اور اس کی جز بھی وہی ان کا پیشوائے قبیح اپنے رسالہ ایذاء الحق الصریح میں جما گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو مکان و جہت سے پاک جاننا بدعت و ضلالت ہے جس کے رد میں کوکبہ شہابیہ نے تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان نہیں ہے، نہ اس کے لئے فوق یا تحت کوئی جہت ہو سکتی۔ اور بحر الرلق و عالمگیری کی یہ عبارت۔

یکفر با ثبات المكان اللہ تعالیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ماننے سے آدمی

لیل سے مراد عرفی لیجائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف اشارہ ہوا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں حتیٰ کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی سورج کی روشنی ماننے پر راضی نہیں ہیں جیسا کہ سورہ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ ”فالق الاصباح“ کے تحت انہوں اس موقع پر لمبی گفتگو کی ہے۔ حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح انہوں نے سمجھا۔ ان کی گفتگو سے علامہ زرقانی کو دھوکا ہوا اور انہوں نے رازی کی رائے کو مذہب منقول سمجھ کر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ ان توسیعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے جو نہ تمام ہے نہ واضح۔ اور یہ سب کے لئے بدیہہ ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام بن حوشب سے تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے مجاہد سے پوچھا، شفق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا شفق سورج ہے یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ”فلا اقسام بالشفق“ کے تحت مذکور ہے بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی اپنی دلیل تو اس کو عبدضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ جو تفسیر کبیر کے حاشیہ پر مرقوم ہے وباللہ التوفیق۔

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا اقبل الليل من ههنا و ادبر النهار من ههنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم۔ جب ادھر سے رات آئے اور ادھر دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔ لیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود ضواء۔ فان الاقبال من ههنا والادبار من ههنا انما يكون لهما۔ (کیوں کہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر سے جاتی ہیں)

تیسیر میں ہے:

بہت پہلے ہوتا ہے، سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ جس طرح قرص شمسی کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے، آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اس وقت تک صاف مرئی رہتا ہے۔ اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس الخبر كالمعاينة۔ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔

جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنتل میں جا کر جہاں دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔ کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں: کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیت کریمہ ”تر ليج الليل في النهار و تولج النهار في الليل۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ کے مطالعہ رفیعہ سے اس کی شعائیں صاف چمک رہی ہیں، رات یعنی سایہ زمیں کی سیاہی کو حکیم قدری عز و جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خادر نے نقاب اٹھائی۔

کیوں کہ ایک چیز دوسری میں جھپی داخل کی جاسکتی ہے کہ جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے اور لیل و نہار بمعنی رات دن آپس میں متضاد ہیں اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندہ نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے یعنی نہار سے مراد سورج کی شعائیں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو، اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے، اور اگر

المنہاج قال العلماء کل واحد من هذه الثلاثۃ يتضمن الاخرین ویلازمہما۔

یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی، علماء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک باقی دو کو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ ”انما قال غربت الشمس مع الاستغناء عنہ لبيان كمال الغروب كيلا يظن انه يجوز الافطار بغروب بعضها۔

آپ نے اور سورج ڈوب جائے فرمایا حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی تاکہ مکمل غروب کا بیان ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی وغیرہ نے بھی ان کی تبعیت کی ہے۔  
تیسیر شرح جامع الصغیر میں ہے۔

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبله كاف اشارة الى اشتراط تحقق

كمال الغروب۔

آپ نے ”اور سورج ڈوب جائے“ فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔

اقول: یہ توجیہ صراحتہ ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدبر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل و نہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات جب بھی آئے گی تو سورج ڈوب چکے گا مگر سواد و ضیاء پران کا حمل بعید نہیں۔ خصوصاً جب کہ اقبال من ہہنا واد بار من ہہنا اس پر قرینہ ظاہر ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی تو احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد واد بار ضیاء پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل در کنار ہنوز بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیاء بھی معدوم ہو جاتی ہے لہذا ”وغربت الشمس“ اور سورج ڈوب جائے، زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پر ظاہر کہ یہ اقبال واد بار اسی وقت ہوتے جب پورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال و ظن کا کیا محل تھا، ذکر غروب سے استغناء بدستور باقی رہتا ہے اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے، علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حسن قبول سے تلقی فرمایا۔

اذا قبل الليل یعنی ظلمتہ وادبر النهار ای ضوء ۵۔ جب کہ رات آئے یعنی اس کی تاریکی اور دن واپس جائے یعنی اس کی روشنی۔ عالم ماکان وما یكون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اسی طرح ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلیل جبال و اعالیٰ اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے، پھر قرص چھپنے پر آیات کاشف بخروہ افاقہ و کثرت بعد عن الابصار و طول مرور شعاع البحر فی تخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے صاف افق مرئی ترعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا ہے اور وقت افطار و نماز آتا ہے۔ اس صاف و نفیس و بے تکلف معنی پر بحمد اللہ تعالیٰ انتظام کلام اسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کوشایاں و بجا ہے۔ کلمات علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے۔

امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای وقد یقبل اللیل و لا تكون غربت حقیقته ولا بد من حقیقته الغروب

یعنی رات آ جاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں ہوا ہوتا ہے اس لئے حقیقی غروب

ضروری ہے۔

حظنی علی الجامع الصغیر میں ہے۔ قوله وغربت الشمس لم یکنف بما قبلہ ان ذلک اشارۃ الی انہ قد یوجد احوال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اور سورج ڈوب جائے، آپ نے سیاہی کے آنے اور جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی، کیونکہ کبھی سیاہی آ جاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر حدیث میں لیل و نہار معنی حقیقی پر رکھتے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا

لما علمت ان اسناد الاقبال و الادبار من ہننا و ہننا لیس البہما علی الحقیقۃ۔ کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ادھر سے آنے اور ادھر سے جانے کی نسبت لیل و نہار کی طرف حقیقۃً نہیں ہے۔ مگر اب تین الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا کہ شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلاثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے معنی، و ہذا ما قالہ الامام النووی فی

تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں افق نظروں سے دور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے۔ کلمات علماء مثل قول ابن زکریا:

قال بعد ما نقلنا ما بقا و الساجم بینما لا ینقاد یكون فی واد و نحو  
و بحیت لا یتساهد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام و ادبار الضیاء۔

ابو زکریا نے بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہا کہ اقبال لیل اور غروب و جمع اس لئے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتقاد کرنا پڑتا ہے۔  
وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم،

قد لا یتفق مشاہدۃ عین الغروب و یشاہد وجود الظلمۃ حتی یتبین  
الغروب بدلتک فیحل الافطار۔

کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی پہچان جانے کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جس غروب ہونے کا یقین ہو جاتا ہے تو اس وقت افطار جائز ہے۔

ثم بین ما یعتبرہ من رؤیۃ جرم الشمس و هو اقبال الظلمۃ  
من المشرق فانہا لا تقبل منہ الا قد سقط القرص۔

پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کے لئے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے جب سورج کی ٹکیہ غروب ہو چکی ہوتی ہے۔

وقول جامع الرموز

ای وقت غیبہ جرم الشمس کلہ اذا ظهر الغروب و الافالی وقت اقبال  
الظلمۃ من المشرق کما فی التحفة۔

یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پوری ٹکیہ غائب ہو جائے، اگر غروب اس

حيث قال بعد نقله، و قال بعض العلماء انما ذ كر هذين ليبين ان غرو بها عن العيون لا يكفى لانه قد تغيب و لا تكون غربت حقيقة فلا بد من اقبال الليل اهـ۔ ثم رده بقوله 'فيه ان القيد الثانى مستغن عنه حينئذ و انما كان يتم كلامهم لو كان غربت مقدما اهـ۔ اى انما كان يحتاج اذ ذاك الى دفع ذلك الوهم بذ كر اقبال الليل، اما اذا ذ كر او لا ما هو القاطع للوهم فائى حاجة بعده الى ذكر الغروب الموهوم، ثم قال: فيرجع الحكم الى ما حققه الطيبى اهـ۔ فقد رجع الى ما يفيد تحقيق كلام الامام ابن حجر كما علمت۔ غير ان المولى الفاضل رحمه الله تعالى شديد الايلاع بالرد عليه فى شرحه للمشكوة والشمائل، حتى فى الواضحات الجلائل مع انه من تلامذته رحمة الله تعالى عليهما وعلى سائر العلماء الكرام۔

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے، بعض علماء نے کہا ہے آپ نے اقبال لیل اور ادبار نہار کا اسلئے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کر دیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہو جانا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر حقیقتہً ڈوبا نہیں ہوتا پھر علی قاری نے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دوسری قید یعنی غربت الشمس کی کوئی ضرورت نہیں، علماء کی یہ بات تو تب تام ہو سکتی ہے جب "غربت" اقبال و ادبار سے پہلے مذکور ہوتا یعنی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لئے اس توہم کو دور کرنے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب توہم کو قطع کرنے والی چیز یعنی اقبال لیل کا ذکر پہلے ہی ہو چکا تھا تو پھر اس کے بعد توہم پیدا کرنے والی چیز یعنی غروب کو لا نے کیا ضرورت تھی۔ پھر علی قاری نے کہا: کہ آخر بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طیبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ تم جان چکے ہو، لیکن علی قاری مشکوة اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں حتی کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی ابن حجر کی تردید کرتے ہیں حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں، اللہ

سہی تو انہیں مواضع سے متعلق مجھی جاتی۔ بالجملہ خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہتے۔ نہ کہ ایسا کہ جس کے سبب مشاہدات و حیات کو باطل کر دیتے کہ ان کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شراعی ہے۔ تلمیحی کتاب و روایت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع و بصر ہی ہونگے۔ فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادہ تائید و تشہید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئے گی، نیز اس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب ”زیج الاوقات للصوم والصلوة“ کی طرف رجوع کرے۔ و باللہ التوفیق و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴۰/۵ تا ۱۴۸)

(۲۸) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ  
وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰتَهُ ۗ  
وَيَحْذَرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۚ

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرتا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر ارشاد العقل، تفسیر فتوحات الہیہ میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے۔ نہوا عن الاستعانة بهم في الامور الدينية“ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یوں ہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتداء سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیہ زمین برسر زمین، ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمانوں کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے۔ اور اگر مسلمان کی زمین کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستہ میں پڑھے مگر کافر کی زمین میں نہ پڑھے، اگرچہ راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی

کے لئے ظاہر ہو جائے، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آجائے تو افطار کر لے۔ جیسا کہ تحفہ میں ہے۔

وامثال ذلک کہ صراحۃً انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق اور رویت متقد ورنہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمول ورنہ جب باجماع امت اور خود انہیں علماء اور ان کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار کشہ نزدیک جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سواد بشہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث موطاء:

مسائل عن ابن شہاب عن حمید ابن عبد الرحمن عن عمر ابن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ ان یصلیان الشمس حین ینظر الی اللیل الا سواد قبل ان یفصر، ثم یفصران بعد الصبح ذوالک فی رمضان۔

مالک ابن شہاب سے، وہ حمید ابن عبد الرحمن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما رمضان میں اس وقت غروب کی نماز پڑھتے جب سیاہ رات کو دیکھ لیا کرتے تھے پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔

تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نختان و ملک کوہستان، پھر امام جلیلین رضی اللہ تعالیٰ کا حسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر ہے کہ "حین ینظران الی اللیل الا سواد" مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکید صفت اسو و بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اس وقت نماز پڑھتے۔ حدیث صحیحین "اذا رائتکم اللیل قد اقبل من ہننا فقد افطر الصائم" جب رات کو دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کر لے، میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معہود، خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف۔ اذا غابت الشمس من ہننا فقد افطر الصائم۔ جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ تیسرے میں ہے "اذا غابت الشمس من ہننا و جاء اللیل من ہننا فقد افطر الصائم"۔ جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ کلتا ہما فی صحیح مسلم وغیرہ۔

اور اگر نا بھی ہوتا تو بعد ارادہ لیل حقیقی اصل منید متوہم نہ رہتی اور علی التزیل یہ بھی نہ

مومن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوہم لقرابۃ بینہم او محبۃ او معاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان۔

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے، غزوہ احزاب میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ساتھ پانچ سو یہودی ہیں، میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو منع ہے کہ رشتے خواہ یا رانے خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا ان سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۹۲-۲۹۳)

(۳۵) اِذْ قَالَتْ اِمْرَةٌ عِمْرَانُ رَبِّ اِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۗ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ☆

جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا شیخ عبدالحق محقق دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنتہ میں لکھتے ہیں:

لا یخفی ان الذکر والتسبیح والتہلیل والدعاء لا باس بہ لا نہا مشروعۃ فی کل امکنۃ و الا زمان۔

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ (اور آیت کریمہ اس پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔ مرتب)

اللہ اللہ کیا تم اور کتنے جبری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخو ابی بندگان خدا کو یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۵۳۸)

(۳۸) هُنَالِكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ ۗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ

رِيَّةً طَيِّبَةً ۗ اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ☆

زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔

حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم و کافر یصلی فی ارض المسلم اذلم تکن مز  
روعة اول کافر یصلی فی الطریق۔

اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان میں اضطراب آ گیا تو مسلمان کی زمین میں  
نماز ادا کی جائے گی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو۔ اگر وہ زیر کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو  
راستہ میں نماز ادا کر لی جائے۔

ہاں ظاہر اچھا اس کا فرمالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق  
دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے  
الہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگان الہی کو مسجد الہی سے رو  
کنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں  
نماز قائم کرنی، کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خو  
شی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی ز  
میں خوش خوش نماز کے لئے دی۔ اول کا مقصود رضائے الہی ہے اور کافر کہاں سے غیظ و نفرت،  
اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے نہ مرضی خدا، اور کافر کو اس سے سرور و فرحت۔ فاعتر وایا  
اولی الابصار۔ اے اہل بصارت عبرت حاصل کرو۔ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں  
کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذا مسلمین کے لئے مشرکین کے آلے اور ان کے  
مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۶۳ - ۱۶۵)

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادہ بن الصامت کان له حلفاء من الیہود فقال یوم الاحزاب یا  
رسول اللہ معی خمس مائة من الیہود وقد رأیت ان استظهر بهم علی العدو فنزلت  
ہذہ الآیة۔ (لا یتخذ المؤمنین الکافرین اولیاء) یعنی انصارا و اعوانا (من دون  
المؤمنین) یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لا یجعل المؤمن ولا یتہ لمن ہو غیر

مستفاد ہے۔ علی قاری شرح میں فرماتے ہیں۔

ثم كل ما يبكون الاجتماع فيه اكثر كالجماعة والعیدین و عرفة و يتوقع فيه رجاء الاجابة اظهر۔

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے، جمعہ، عیدین اور عرفات میں اسی قدر امید اجابت ظاہر ہوگی۔ فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ دعاء نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے اختلاف کی طلب ثابت، خود حدیث میں ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھاٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز کو ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قرب الہی کا ہے یعنی سجود جس میں بالخصوص حکم دعا تھا، حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اقرب ما یبکون العبد من ربه و هو ساجد فاكثر و الدعاء رواہ مسلم و

النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

سب سے زیادہ قرب بندے کو رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے اور اس میں دعا کی کثرت کرو۔ اسے مسلم و ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زوایت کیا۔ بلکہ اگر سوال نہ بھی ہو تو تسبیح کہ سجود میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

کنل الذکر دعا۔ ہر ذکر دعا ہے، امام حافظ الدین النسفی کافی شرح وافی کی فصل فی

تکبیر التشریق میں فرماتے ہیں: قال اللہ تعالیٰ: **ادع ربکم تضرعاً و خفیۃ۔**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تم اپنے رب کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ۔

کل الذکر الدعاء، کے معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ”ایذان الا جرفی اذان القبر“

دفن کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام فقیر

کے رسالہ ”نسیم الصبا فی ان الاذان بحول الوباء“ (صبح کی ہوا اس کے بارے میں

کہ اذان سے و بائٹل جاتی ہے) میں ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں

”باب الدعاء اذا هبط و ادیا“ جب کسی نیچی جگہ اترے تو دعا کرے، وضع کیا اور اس میں فرما

یا ”فی حدیث جابر رضی اللہ عنہ“ اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی



شریعتہم، قیل بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلہا و لیس الواو للترتیب بل للجمع۔

کہا گیا کہ یہاں سجدہ کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدہ سے پہلے تھا اور واو ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کے لئے ہے۔

اقول۔ یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شب معراج۔

ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین ما بین قائم و راکع و ساجد رواہ الحسن بن عرفہ و ابو نعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پھر مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں۔ یہ نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل

ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے

”کچھ قیام میں کچھ رکوع میں“ کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے یعنی اس طرح خشوع کرنے

والے جس طرح رکوع کرنے والا رکوع کرتا ہے کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے، آخر

تک جیسا کہ پہلے ہم زرقانی سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ

پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کر چکے

ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے اور یہاں شرعی حقیقت مراد لینا

ممکن ہے اور باقی امتوں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں

ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد خصوصاً نبی الانبیاء کی

تشریف آوری سے شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد، اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود

کیساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد بھی

ہے۔ ارشاد الساری میں ہے۔

فیہ ای فی الباب حدیث جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ السابق فی باب التسیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبرنا واذنزلنا سبحنا هذا آخر الحدیث بحذف السند۔

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جو کتاب الجہاد کے ”باب التسیح اذا هبط الوادی“ میں گزری ہے، لفاظ یہ ہیں۔ جب ہم بلند جگہ چلتے تو تکبیر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کے آخری الفاظ ہیں۔ سند محذوف ہے۔

دیکھئے: امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور ”التسیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا“ جب نیچے اترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اترے تو دعا کرے، کا ایک مصداق بتایا تو بآنکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی، علاوہ ازیں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعائیں مانگ سکتا۔ کما بسط الاثمة فی کتب الفقہیہ۔ جیسا کہ ائمہ کرام نے کتب فقہیہ میں اس کی تفصیل بیان کی۔ اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگنا چاہیے اور طلب میں مظنہ اجابت کی تحریر کا حکم، اور یہ وقت بحکم حدیث اعلیٰ مظان اجابت سے تو بلاشبہ مجمع عیدین میں دعا بعد نماز خاص اذن حدیث وارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم ”فتعر ضوا لها“ کی تاویل ٹھہری وھو المقصود۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵۲۲/۸ تا ۵۲۵)

(۴۳) يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ

الرَّاكِعِينَ. ☆

اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم میں ہے۔ انما قدم السجود علی الرکوع لانھا کذلک کان فی

تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھوک مارتا ہوں تو فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴿ ۷۷ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحان اللہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جو فرما رہے ہیں۔ میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مردے جلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا۔ یعنی ہرگز شرک نہیں۔ (الا من والعلی ۸۰)

﴿ ۵۵ ﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعْکَ اِلَیَّ  
وَمَطِّہِرْکَ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الذِّیْنِ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الذِّیْنِ  
کَفَرُوْا اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۗ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمْ بَیْنِکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ  
فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ ☆

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرما دوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

﴿ ۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی فی الا نفس حین موتھا و التی لم تمت فی منا

مہا۔ (الزمر - ۴۲)

ایک لفظ 'توفی' کا دونوں کے واسطے فرمایا گیا تو 'فی منام' کو بھی شامل ہے اور موت کو بھی، تو اب معنی یہ ہونگے کہ اے عیسیٰ میں تم کو سلا دینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تم کو کافروں سے۔ اور فرض کیا جائے 'توفی' کے معنی اگر موت ہی کے ہیں تو یہ کہاں سے نکلا کہ تم کو وفات دینے والا ہوں پھر تم کو اٹھانے والا ہوں اپنی

کیسے ہو سکتا ہے جب کہ انبیاء کے لئے تین قسم کی عبادتیں مذکور ہیں، یعنی قیام و رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے، میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔

ثم اقول: پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت علی والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں، تو ملت ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریق اولی دال ہوگی، کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیمی ہی ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور عہد کیا ہم نے ابراہیم و اسماعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے پاک رکھو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ٹھکانہ بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے۔

بالجملہ مدار کا صحت حدیث مذکور طبرانی و بزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق لاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔ هذا كله ما ظهر و العلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۹۳ تا ۹۷)

(۴۹) وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَأِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلَقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخُرُونَ لِأَفِي بَيْوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ لَأَنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ☆

اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ کہتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں

کوئی رسول رسالت سے معزول نہیں کیا جاتا ہے، نہ سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت سے معزول ہوں گے نہ حضور کا امتی ہونا رسالت کے خلاف، وہ قبل نزول اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی تھے اور بعد رفع بھی امتی ہو کر اتریں گے۔ تمام انبیاء و مرسلین بھی اپنے عہد میں حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں۔ جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: لتؤمنن بہ و لتنصرنہ - (آل عمران - ۸۱)

ہاں اس وقت وہ اپنی شریعت پر حکم فرماتے تھے اب کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگلی شریعتیں منسوخ فرمادیں۔ ایک حضرت مسیح نہیں جو کوئی رسول بھی اب ظاہر ہو شریعت محمدیہ پر ہی حکم کرے گا کہ منسوخ پر حکم باطل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر موسیٰ میرا زمانہ پاتے تو میرے اتباع کے سوا انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی۔ اور اس کا کہنا کہ ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی اس کی سخت جہالت پر دلیل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو اس کی نصرانیت، کیا اب نصرانی امت مسیح ہیں؟ کیا اب وہ ان کے دین پر ہیں؟ حاشا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ (الکہف - ۵)

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۳۶۶)

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

۴۲۲۳۔ عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: لم یبعث اللہ عزوجل نبیا آدم فمن بعده الا اخذ علیہ العہد فی محمد، لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ و لینصرنہ، و یامرہ فیاخذ العہد علی قومہ۔

امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے۔ اور اپنی امت سے اس مضمون کا

طرف نہیں، نہ نہیں، واو، ہے اور وہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا ہے صرف جمع کے لئے آتا ہے، اور کاف خطاب جو ”رافعک“ میں ہے وہ نہ صرف روح سے خطاب نہ صرف جسم سے بلکہ روح مع الجسد مخاطب ہے، اگر صرف روح مراد ہوتی تو ”رافعک“ نہ فرمایا جاتا بلکہ ”رافع روحک“ اسی طرح علمائے کرام نے معراج جسدی کو فرمایا کہ فرمایا گیا ہے ”اسری بعدہ۔ (الاسراء - ۱) عبدروح مع الجسد کا نام ہے اور معراج روحی ہوتی تو ”اسری بروح عبدہ“ فرمایا جاتا۔ (الملفوظ ۳/۵۱-۵۲)

(۸۰) وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيًّا مَرُّكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ. ☆

اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوئے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت خاص سجدہ تحیت کے بارے میں نازل ہوئی کما اخرج عبد الرزاق فی تفسیرہ۔ ایسا ہی تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابوالسعود، تفسیر مدارک میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیمہ ۲۹-۱۷۹)

(۸۱) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا آتَيْتَكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ بِمَا قَالَ أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا مَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ. ☆

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وما برأ نفسا اكرم عليه من محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ، ما سمعت الله اقسَمَ بحياة احد غيره ، قال الله تعالى ذكره ” لعمر ك انهم لفي سكرتهم يعمهون “  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے تیری جان کی قسم۔ الآیہ۔

تجلی الیقین ص ۳۲

۴۲۲۶۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا صلیتم فاسئلوا اللہ لی الوسیلة، قیل: یا رسول اللہ! ما الوسیلة؟ قال: اعلیٰ درجۃ فی الجنة، لا ینالہا الا رجل واحد، ارجو ان اكون انا هو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ پر درود پاک پڑھو تو میرے لئے وسیلہ کی دعا بھی کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا: بلند ترین درجات جنت ہے جسے نہ پائے گا مگر ایک مرد، امید کرتا ہوں کہ وہ مرد میں ہوں۔

ابن عساکر سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

۴۲۲۷ عن عبد اللہ ابن عباس ما لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ادم فمن بعده ولم تزل الامم تتبا شر به وتستفتح به حتی اخرجہ اللہ فی خیر امة وفي خیر قرن وفي خیر اصحاب وفي خیر بلد۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشین گوئی فرماتا رہا۔ اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں۔ اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ فلما جاء ہم ما عرفوا

کفروا بہ۔ فلعنة اللہ علی الکفرین۔

عہد لے۔

۴۲۲۴۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ثم ذکر ما اخذ علیہم ، یعنی علی اہل الكتاب ، و علی انبیائہم من الميثاق بتصدیقہ یعنی بتصدیق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جائہم و اقرارہم بہ علی انفسہم ، فقال : و اذا اخذ اللہ ميثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ، الی آخر الآیۃ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نہد ميثاق کا ذکر فرمایا جو اہل کتاب اور ان کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا گیا تھا کہ جب نبی آخر الزماں حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوں اور وہ ان کے زمانہ میں موجود ہوں تو سب ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کریں اور اقرار کریں، لہذا اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے و اذا اخذ الآیۃ ۱۲۔

تجلی الیقین ص ۱۵

﴿۱۱﴾ امام حمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلکہ امام زرکشی و حافظ عماد بن کثیر و امام الحافظ و علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح

بخاری کی طرف نسبت کیا، واللہ تعالیٰ اعلم

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء نشر مناقب و ذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم و علیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے، اور اپنی پاک مبارک مجالس و محافل ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے، یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ ”مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“ کہتا تشریف لایا، اور جب سب ستارے روشن مہ پارے ممکن غیب میں گئے آفتاب عالم تاب ختمیت نے باہزاراں ہزار جاہ و جلال طلوع اجلال فرمایا: صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین و بارک و سلم دہر الداہرین۔

تجلی الیقین ص ۱۶

۴۲۲۵۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ما خلق اللہ و ما ذرأ

کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تائبش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی المملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ”التعظیم والمنہ فی لتو منن بہ ولتنصر نہ لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام و شامل ہے۔ اور حضور کا ارشاد ”و کنت نبیا و آدم بین الروح و انجسد“ اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے، اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔ اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسرا تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لو آدم و من سوا کا فہ رسل و انبیاء ہوں گے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ۔ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیفہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمیٰ و مواہب کبریٰ ”جہا“ من شاء التفصیل فلیرجع الی کلما تمم رحمة اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔“

باجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیت کریمہ کے منادات عظیمہ پر غور کرے۔ صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل الانسول ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو سبست انبیاء و رسل سے ہے۔ وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے۔ امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں۔ باقی تم سب تابع و طفلی۔ مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل۔

اقول وباللہ التوفیق۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتمم با

لشان ٹھہرایا۔ اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔ اولاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ و النشاء معصومیں ہیں۔ زنبہار

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا  
پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔  
علماء فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے لڑتے دعا کرتے۔

اللهم انصرنا عليهم يا انسى السموات في اخر الزمان الذى نحد صفته فى  
التوراة۔

الہی ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزماں کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے  
ہیں، اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔

اسی بیان الہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا:

والذى نفسى بيده - ما منى كل حين اليوم - وسعد لان يشعبي -  
قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موتی دنیا میں ہوتے تو میری  
پیروی کے سوا ان کو چھو گناہش نہ ہوتی۔

اخرجه الامام احمد - وادرسى و سبنتى فى شعب الايمان عن جابر بن  
عبد الله رضى الله تعالى عنه - وادرسى فى مناقب النبوة و مناقب امير المؤمنين  
عمر الشاروق رضى الله تعالى عنه۔

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزماں میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام  
نزول فرمائیں گے۔ بانگہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے۔ حضور پر نور سید  
المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے۔ حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔  
حضور کے ایک امتی و نائب یعنی امام مہدی کے چھپے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم و امامكم منكم۔

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

خرجه الشيخان عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه

ور اس عہد واثق کی پوری تائید و توثیق عزوجل نے تورات مقدس میں فرمائی جس

اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔ **وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهٌ مِنْ دُوْنِكَ فَذَلِكْ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ**۔ جو ان میں سے کہے گا: میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔ گویا اشارہ فرماتے ہیں۔ جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے۔ یونہی جز دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہاں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ نبی و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرے میں داخل ہوئے **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ**۔ **وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اٰجْمَعِيْنَ**۔ **اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِيْکَ لَہٗ وَاَنْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَہٗ وَرَسُوْلَہٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاٰکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَاٰخِرِیْنَ صَلَوَاتِ اللّٰہِ وَسَلَامَہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اٰجْمَعِيْنَ**۔

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامہ و فضیلت تامہ پر کوئی دلیل درکار ہے۔ واللہ الحجة

(تجلی الیقین ۱۶ تا ۲۳)

البالغۃ۔

(۹۶) **اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةٍ مُّبْرَکًا**

**وَهَدٰی لِلْعٰلَمِیْنَ۔** ☆

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ یہ برکت والا

اور سارے جہان کا رہنما۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اجلہ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ارزقی نے امام اجل مجاہد

تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کی: قال اشر

قدمہ فی المقام اية بينة۔ فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا

اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عز و جل آیات بیانات فرما رہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الفضیلة الثانية لهذا البيت مقام ابراهيم وهو الحجر الذي وضع ابراهيم

حکم الہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد۔ عہد الست بر کلم کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ تا کہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالت محمد یہ پر ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک و شرف و کجل و عظیم۔

ثانیاً: اس عہد کو لام قسم سے منو کد فرمایا۔ لیکن یہ بہ و لتشر نہ، جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ شاید سو گند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً: نوان تاکید۔

رابعاً: وہ بھی ثقیلہ لاکر نقل تاکید و اور دو بالا فرمایا۔

خامساً: یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء انجی جو اب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں واقراً تم کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں؟ یعنی کمال جمیل و کجیل مقصود ہے

سادساً: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ و احد تم علی ذلکم اصری، خالی اقرار ہی نہیں بعد اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً: طیبہ یا علی ہذا ان جبکہ ہی ذمہ فرمایا کہ بعد اشارت دلیل عظمت ہو۔

ثامناً: اور ترقی ہوئی کہ فاشہد و الیک دوسرے پر واہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ۔ اقرار کر کے مگر جاننا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً: کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی۔ بلکہ ارشاد فرمایا۔ وانسا معکم من السنہین۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

ناشر: سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد با آنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی۔ یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ "فمن تولی بعد ذلك فاولئك هم الفسقون۔ اب جو اس اقرار سے پھرے گا۔ فاسق ٹھیرے گا۔ اللہ۔ اللہ۔ یہ وہی

نَکْمَ خَبَا لًا ۖ وَذُوَا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا  
تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۖ ☆

اے ایمان والوں غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی  
آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے پیران کی باتوں سے جھٹک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور  
بڑا ہے، ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت کریمہ اپنے ایک ایک جملہ سے اس طوفان بد تمیزی کو جو آج مشرکین ہند سے  
لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے۔

(الف) حالات کی کمزوری و عاجزی میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجائی  
جائے ضرور ہے کہ اسے اپنا راز دار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے۔ کسی کافر کو اپنا راز  
دار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

(ب) ظاہر ہے کہ اسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا اور  
رب عزوجل فرماتا ہے۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ کی تکذیب ہوئی۔

(ج) مصیبت میں التجا و استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے  
بچائے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے: ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا۔ یہ دوہری  
تکذیب ہوئی۔

(د) چھپا دشمن جس سے اثر عداوت کبھی ظاہر نہ ہو آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا  
ہے اور جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزوجل نے فرمادیا  
تھا: کہ دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی۔ پھر بھی ان کی محبت نے وہ اندھا بہرا کر دیا کہ نہ اللہ  
تعالیٰ کی سنی اور نہ ان کے منہ سے چھلکی یاد رہی۔

(ه) اگر ایک خفیف حد کی مخالفت و رنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ اس سے  
زائد شائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں سا  
تھ نہ دے، اس خیال ارزل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رد فرمایا کہ وہ کوئی ہلکے  
مخالف نہیں تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ گمان نہ کرنا کہ وہ کسی سخت سے سخت مصیبت

قدمه علیہ فجعل اللہ ما تحت قدم ابراهیم علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذلك الحجر دون سائر اجزائه كالطين حتى غاض فيه قدم ابراهیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وهذا فما لا يقدر علیہ الا اللہ تعالیٰ ولا ینظرہ الا علی انبیاء ثم لما رفع ابراهیم علیہ الصلوٰۃ والسلام قدمه عنه خلق فیہ الصلابۃ الحجریة مرة اخرى ثم انه تعالیٰ ابقی ذلك الحجر علی سبیل الاستمرار واللدوام فهذا انواع من الایات العجیبۃ والمعجزات الباهرة اظهر اللہ تعالیٰ فی ذلك الحجر۔

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا ترمٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ قاضی قدرت البیہ و معجزۃ انبیاء ہے، پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی تختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا، پھر اسے حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے مدتہا مدت باقی رکھا، تو اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے

ارشاد لعقل السلیم میں ہے:

ان كل واحد من اثر قدمیه فی صحرة صماء، وغوصه فیہا الی النکعین والانه بعض دون بعض وابقائه دون سائر آیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وحفظه مع كثرة الاعداء الوف سنة ایه مستقلة۔

یعنی اسی ایک پتھر کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا، اس لئے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان قدم ہو جانا ایک، اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا دو، اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے حال پر باقی رہنا تین، اور معجزات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرت اعداء ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ۔ یہ ہر بجائے خود ایک آیت و معجزہ ہے۔

(تبرکات کے آداب ۱۰۲۹)

(۱۱۸) **اِنَّا اِيَّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا نَتَّخِذُ وِبٰطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يٰۤا**

اسے ترک کر دیا۔ اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ترک کا سبب نزول آیت کریمہ:

ليس لك من الا مرشي او يتوب عليهم او يعذ بنهم فانهم ظالمون -

(آل عمران - ۱۲۸)

آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں، چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے۔ کیونکہ یہ ظالم ہیں۔

یہاں نظر دو طرف جاتی ہے، اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا بنا کر ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت خاص لوگوں کے دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بارے میں ہونہ مطلقاً، تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی۔ یہ ہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں۔ ان دونوں کتابوں اور مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابو جعفر رازی یا اس کے مثل دیگر روایات مثلاً دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے، یا غلطی پر محمول کیا جائے گا، کیوں کہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے، یا اسے قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا، یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا ہا اختصاراً۔ اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے۔

نیز کتابین مذکورین میں ہے:

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملہ کو اجتہادی قرار دینا واجب

ہے، کیوں کہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو طریقوں سے مروی ہے، جما

میں تم پر کچھ ترس کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ کوئی خفیف ربخش ان کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بغض اور پوری دشمنی، بیر اور عداوت۔ اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس پر بس نہ جانو کہ ان کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے۔ مگر انہوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۳۹۱)

(۱۲۸) اَلَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يَعَذِّبَهُمْ

فَاِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ☆

یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کر یکہ وہ ظالم ہیں۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، و لہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کی اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں۔ اس قدر پر تو کلمات علماء متفق ہیں، ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں نمودار ہو گیا۔ اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموم قنوت کا پڑھا جانا منسوخ ہو اور صرف بحالت نازلہ باقی رہا۔ نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ و جلیلہ ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں افادہ فرمائی۔ اور مسند امام احمد صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شہرا یدعو علی احباء العرب ثم تر کہ زاد ابن ماجہ فی صلوة الصبح و هو عند البخاری فی مغازی بزید  
ة بعد الرکوع ثم تر کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح میں ایک مہینے تک دعائے قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی، ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے، بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی پھر

ہے، اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق و عدل ہے۔ کہ ہم بھی اس کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت و غیرہ کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہونچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا، یونہی اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے، ہمیں کیا مجال عذر ہے، مگر اس کریم کریم جل و علا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا، بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے میں اپنی داد کونہ پہونچا۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدو او بن ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیئا و دیوان لا یعبأ اللہ بہ شیئا و دیوان لا یترک اللہ منہ شیئا، فاما الادیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ و اما الادیوان الذی لا یعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسه فیما بینہ و بین ربہ من صوم یوم ترکہ او صلاة ترکہا فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء و یتجاوز و اما الادیوان الذی لا یترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینہم القصاص لامحالة۔

(قدیم ۹/۲۸)

۴۲۲۸۔ عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان للمسلم علی اخیہ ست خصال واجبة، ان ترک شیئا منها فقد ترک حقا واجبا علیہ لایحیہ، یسلم علیہ اذا لقیہ، و یجیبہ اذا دعاه، و یشمتہ اذا عطس و یعودہ اذا مرض، و یحضرہ اذا مات، و ینصحہ اذا استنصحہ۔  
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز چھوڑے تو اپنے بھائی کا حق ترک کرے گا جو اس کے لئے اس پر واجب تھا۔ ملاقات کے وقت اسے سلام کرے، جب وہ دعوت کرے تو قبول کرے، یا جب وہ

دین ابی سلیمان و ابو ہزہ قصاب نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرما دیا۔ اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں بھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم بھی منقول نہیں ہوا۔ لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی۔ لہذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہ ہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے، یا بایں طور پر کہ غالب گمان ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قول: لیس لك من الامر شئی۔ نازل ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (مزید یاد)۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۳۹۹-۵۰۱)

(۱۳۵) وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ  
ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ مِمَّا ظَلَمُوا وَاللَّهُ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ مِمَّا  
يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ☆

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سو اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حق کسی قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہیں کرتا معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں

تو ظاہر ہے کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون۔

الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ میں ہے والکریم لایاتی منہ الا الکریم۔

حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزوجل نے اپنے دارالعدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ

بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال سب کا مالک

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ بیمار پڑے تو، تو اس کو پوچھنے کو جائے، اور مرے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے، اور وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے، اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے، اور اسے کوئی بھلائی پہنچے تو اسے مبارک باد دے۔ اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلا سادے، اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوار کے اور اپنی دیپچی کی خوش بو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی حصہ دے۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب، اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے پکاتے ہیں، خوشبو اسے پہنچے گی، وہ ان پر قادر نہیں تو اس سے ایذا پائے گا، لہذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے۔  
احکام شریعت، ۱۴۱

۴۲۳۱۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من كانت له مظلمة لاجیه من عرضه، او شیء فلیتحللہ منه الیوم قبل ان لا یكون دینار ولا درہم، ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة، وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات صاحبه محمل تلبيہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہے قبل اس وقت کے آنے کے، کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا، نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لیکر اسے دے دی جائے گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ، حصہ دوم، ۹/۱۶۷)

۴۲۳۲۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

پکارے تو جواب دے، جب اسے چھینک آئے (اور وہ حمد الہی بجا لائے) تو یہ اسے یرحمک اللہ کہے۔ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جائے۔ اس کی موت میں حاضر ہو۔ اگر نصیحت چاہے تو نصیحت کرے۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

محقق علی الاطلاق نے فرمایا: ضرور ہے کہ اس حدیث میں وجوب کو ایسے معنی پر حمل کریں جو وجوب کے اس معنی سے کہ فقہ کی اصطلاح میں حادث ہے عام ہو۔ اس لئے کہ ظاہر حدیث یہ ہے کہ ابتدا بالسلام واجب ہو اور نماز جنازہ فرض عین ہو۔ تو حدیث کی مراد یہ ہے کہ یہ حقوق مسلمان پر ثابت ہیں خواہ مستحب ہوں یا واجب فقہی۔

فتاویٰ رضویہ ۷/۱۸۱

۴۲۲۹۔ عن ام المؤمنین عائشة الصديقة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ما زال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انه يورثه۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل مجھ سے پڑوسی کے حق بیان کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث بنا دیں گے۔

۴۲۳۰۔ عن معاوية بن حيدة القشيري رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: حق الجار على جاره ان مرض عدته، وان مات شيعته، وان استقر ضلك اقرضته، وان اعور سترته، وان اصابه خبير هنأته، وان اصابته مصيبة غرته، ولا ترفع بناك فوق بنائه فتسد عليه الريح، ولا تؤذيه بريح قدرك الا ان تغرف له منها۔

۴۲۲۹۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء في حق الجوار، ۱۶/۲

۴۲۳۰۔ كنز العمال للمتقى، ۲۵۹۷، ۵۲/۹ ☆ انحاف السادة للزبيدي، ۳۰۸/۶

الجامع الصغير للسيوطی، ۲۲۸/۱ ☆ المعجم الكبير للطبرانی، ]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو، فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے، اور دوسرا یوں آئے کہ اسے گالی دی، اسے زنا کی تہمت لگائی، اس کا مال کھایا، اس کا خون گرایا، اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں، پھر اگر نیکیاں ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لیکر اس پر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ سبحانہ، (فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۴۹/۹)

۴۲۳۵۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول: انه يكون للوالدين على ولد هما دين فاذا كان يوم القيامة يتعلقان به، فيقول: انا ولد كما، فيودان، او يتمنيان لو كان اكثر من ذلك۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا، ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا، تو قیامت کے دن وہ اسے لپٹیں گے کہ ہمارا دین دے، وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

### ﴿ ۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولیٰ جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا تصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کر دے گا، ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا۔ نہ اس کی حسنت اس کو دی جائیں گی، نہ اس کا حق ضائع ہوگا، بلکہ حق سے ہزاروں درجہ بہتر و افضل پائے گا۔ حق کی بندہ نوازی، ظالم ناجی، مظلوم راضی، فللہ الحمد حمدا کثیرا طیباً

۴۲۳۵۔ المعجم الكبير للطبرانی، ۲۷۰/۱۰ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ۳۵۵/۱۰

حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم، ۲۰۲/۴ ☆ الترغیب والترہیب للمنذری، ۴۰۵/۴

عليه وسلم : لتؤذن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء تنطحها۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے۔ یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔

۴۲۳۳۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حتی للذرة من الذرة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہاں تک کہ چیونٹی کا عوض چیونٹی سے لیا جائے گا۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں، طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں، اگر ادا ہو گیا غنیمت، ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائینگے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو، احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد۔  
(فتاویٰ رضویہ حصہ اول، ۹/۳۹)

۴۲۳۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اتدرون من المفلس؟ قالوا: المفلس فینا من لا درہم له ولا متاع، فقال: ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلاة و صیام و زکاة، و یاتی قد شتم هذا، و قد قذف هذا، و اکل مال هذا، و سفک دم هذا و ضرب هذا، فیعطی هذا من حسناتہ و هذا من حسناتہ، فان فیت حسناتہ قبل ان یقضى ما علیہ اخذ من خطایاہم فطرح علیہ ثم طرح فی النار۔

۴۲۳۳۔ المسند ل احمد بن حنبل، ☆

وتعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کریگا؟ اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں۔ مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے، یہ فرما کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہوگا، لوگ اس چیز کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اٹھا کر دیکھ! اس نے نگاہ اٹھائی، کہا: اے رب میرے! میں کچھ شہرہ دیکھتا ہوں سونے کے، اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے۔ یہ کسی نبی کے ہیں، یا کسی صدیق، یا کسی شہید کے؟ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے، کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے، فرمایا: تو، عرض کی: کیونکر، فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا، مولیٰ جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیان کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس میں صلح کر لو کہ مولیٰ عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائیگا۔ (فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۵۰/۹)

۴۲۳۷۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا التقى الخلائق يوم القيامة نادى مناد يا اهل الجمع! قد تداركوا المظالم بينكم و ثوابكم على۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا، اے مجمع والو! آپس کے مظلموں کا تدارک کر لو، اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔

۴۲۳۸۔ عن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ یجمع الاولین و الآخرین یوم القيامة فی صعيد و احد، ثم ینادی مناد من تحت العرش، يا اهل التوحید! ان اللہ عزوجل قد عفا عنکم فیقوم

مبارک کافیه کما یحب ربنا و یرضی -

(فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۳۹/۹)

۴۲۳۶۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناه ضحک حتی بدت ثناہ، فقال له عمر: ما اضحکک؟ یا رسول اللہ بأبی انت و امی، قال: رجلا ن من امتی جثیابین یدی رب العزیز، فقال احدہما: یا رب! خذلی مظلمتی من اخی، فقال اللہ: کیف تصنع باخیک و لم یبق من حسناتہ شیء، قال: یا رب! فیحمل من او زاری و فاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبکاء ثم قال: ان ذلك لیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنهم من او زارهم، فقال اللہ للطالب: ارفع بصرک فانظر فرفع فقال: یا ربی اری مداہن من ذهب و قصور امن ذهب مکللة باللؤلؤ، لا ی بنی هذا، او لا ی صدیق هذا، او لا ی شهید هذا؟ قال: لمن اعطی الثمن، قال: یا رب! و من یملك ذلك؟ قال: انت تملکہ، قال: بماذا؟ قال بعفوک عن اخیک، قال: یا رب! فانی قد عفوت عنه، قال اللہ تعالیٰ: فخذ بید اخیک و ادخله الجنة، فقال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذلك: اتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم، فان اللہ یصلح بین المسلمین یوم القیامة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، کھن بات پر حضور کو ہنسی آئی؟ ارشاد فرمایا: دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے، رب تبارک

گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرق براءت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی تدبیر ہوگئی، اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔ ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے، کہ حقوق تو خود باقی تھے ان کی ادا میں پھرتا خیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے از اللہ کو کافی نہ ہوگا۔ کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بے قیدی نہیں ہوتا۔ بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔ فاناللہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر لہ القدر نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب، واحاطۃ اطراف وجوانب اختیار کیا۔ جس سے اقوال ائمہ کرام میں توفیق، اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے۔ اس معرکہ الآراء بحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۴۲۳۹۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات، وقد کادت الشمس ان تغرب، فقال: یا بلال! انصت لی الناس، فقام بلال فقال: انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فانصت الناس۔ فقال: یا معشر الناس! اتانی جبرئیل آنفا فآقرآنی من ربی السلام و قال: ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات و اهل المشعر و ضمن عنهم التبعات، فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال: یا رسول اللہ! هذا لنا خاصة؟ قال: هذا لکم و لمن اتی من بعدکم الی یوم القیامة، فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کثر خیر اللہ و طاب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا، اس وقت ارشاد ہوا، اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو، لوگ ساکت ہو

الناس فيتعلق بعضهم ببعض في ظلمات ، فينادى مناد ، يا اهل التوحيد ! ليعف بعضكم عن بعض و على الثواب۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب انگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا، پھر زیر عرش سے ایک منادی ندا کریگا، اے توحید والو! مولیٰ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے، لوگ کھڑے ہو کر آپس کے مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے، منادی پکارے گا، اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے اس ذلیل روسیہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے،  
ع کہ مستحق کرامت گناہ گار اند

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ، جمیل مژدہ صاف سرت با التصریح یا کا التصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا۔

اول۔ حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے۔ اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ، جماع اور ہر قسم کے گناہوں کو فراموشی سے بچے۔ اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرط قبول سب معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا۔ اتنی مہلت نہ ملی کہ جو حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے، یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہا فرائض کو بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قسم غنیمت پھر جائے۔ اور حقوق العباد و دیون و مظالم، مثلاً، کسی کا قرض آتا ہے، مال چھینا ہو، برا کہا ہو، ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشنے۔ یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بتدریج قدرت تدارک حقوق کر لیا، یعنی زکوٰۃ دیدی، نماز روزہ کی قضا ادا کی، جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا، جسے آزار پہونچایا تھا معاف کر لیا، جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا، بوجہ قلت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ

تھا، بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے۔ اس کی بے کسی و بے دست پائی زیادہ باعث رحمت الہی ہوتی ہے، کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴۲۴۱۔ عن ام المؤمنین عائشة الصديقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قتل الصبر لا یمر بذنب الا محاہ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

۴۲۴۲۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قتل الرجل صبراً کفارة لما قبله من الذنوب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام منادی تیسیر میں فرماتے ہیں: ظاہر حدیث اس بات پر دلالت ہے کہ اگرچہ شہید گناہ گار ہو اور بغیر توبہ مر گیا ہو۔ لہذا اس حدیث میں خوارج و معتزلہ کا رد ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مخلد فی النار مانتے ہیں۔

اقول۔ بلکہ اس حدیث کا مصداق مرتکب کبیرہ گناہ ہی ہے کہ اگر گنہگار نہ ہوگا تو قتل و

شہادت کا گزر رہی کسی گناہ پر نہ ہوا۔ اور اگر توبہ کر لی تو پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ، کا مصداق ہو کر خود ہی بے گناہ ہو گیا۔ پھر شہادت کا گزر کس گناہ پر ہوا۔ ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے۔

۴۲۴۱۔ مجمع الزوائد للنہیسی، ۲۶۶/۶ ☆ التفسیر لابن کثیر، ۸۱/۳

زاد المسیر، ۳۳۶/۲ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۳۳۷۰، ۳۸۹/۵

تاریخ اصفہان لأبی نعیم، ۱۹۱/۲ ☆ الاسرار المرفوعة للقاری، ۳۰۴

کشف الخفاء للعجلونی، ۲۵۸/۲ ☆ الدر المنثور للمسبوطی، ۱۳۸

۴۲۴۲۔ مجمع الزوائد للنہیسی، ۲۶۶/۶ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۳۳۶۹، ۳۸۹/۵

گئے، حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا: اے لوگو! ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا: تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے۔ والحمد لله رب العالمین

فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۵۱/۹

دوم۔ شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا، اور اپنے تمام حقوق معاف فرماتا، اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

۴۲۴۰۔ عن ابي امامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يغفر لشهيد البر الذنوب كلها الا الدين، و يغفر لشهيد البحر الذنوب كلها و الدين۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد، اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔

اللهم! ارزقنا بحاهه عندك صلى الله تعالى عليه وسلم آمين۔

سوم۔ شہید صبر، یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بیکسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی، کہ یہ بوجہ اسیری قتال و بدافعت پر قادر نہ

لله تعالى عليه وسلم : من تداين بدين و في نفسه و فاءه ثم مات تجاوز الله عنه و ارضى غرمة بما شاء۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی معاملہ دین کا کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کر دے گا۔

۴۲۴۶۔ عن عبد الله بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان الله تعالى مع الدائن حتى يقضى دينه ما لم يكن فيما يكره الله۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

۴۲۴۷۔ عن عبد الرحمن بن أبي بكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : يدعو الله بصاحب الدين يوم القيامة حتى يوقف بين يديه ، فقال : يا ابن آدم! فيم اخذت هذا الدين ؟ و فيم ضيعت حقوق الناس ؟ فيقول : يا رب! انك تعلم اني اخذته فلم اكل ، ولم اشرب ، ولم البس ، ولم اضيع ، ولكن اتى على يدي اما حرق ، واما سرق و اما وضيعة ، فيقول الله عزوجل : صدق عبدی ، انا احق من قضى عنك اليوم ، فيدعو الله عزوجل بشئ فيضعه في كفة ميزانه فترجح حسناته على سيئاته فيدخل الجنة بفضل رحمته۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب العزت جل و علا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا، تو نے

۴۲۴۳۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لو ان صاحب بدعة مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ينظر الله فی شیء من امره حتی یدخله جہنم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی بد مذہب، تقدیر ہر خیر و شر کا منکر خاص حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الہی ملنے کی نیت بھی رکھے، اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

چہارم۔ مدیون جس نے بجا جت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی، نہ کبھی تاخیر ناروا روا رکھی، بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بہ مجبوری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دیگا، اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے لئے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

۴۲۴۴۔ عن ام المؤمنین میمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من ادا ان دینا بنوی قضاء وادی اللہ عنہ یوم القیامۃ۔  
ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی دین کا معاملہ کر لے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمادے گا۔

۴۲۴۵۔ عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی

۴۲۴۳۔ العلل المتنامیۃ لابن الجوزی، ۱/۱۴۰ ☆ نزیہ الشریعۃ لابن عراق، ۱/۳۲۰

۴۲۴۴۔ السنن لابن ماجہ، باب من ادا ان دینا بنوی قضاء وادی اللہ عنہ یوم القیامۃ۔ ۱۷۳/۲

☆ ۴۳۲/۲۳ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱

☆ ۲۳/۳ المستدرک للحاکم، الترغیب و الترہیب للمدری، ۲/۵۹۷

ارشاد ہوتا ہے۔

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔

جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔

انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا۔

ما علی عثمان مافعل بعد ہذہ ، ما علی عثمان مافعل بعد ہذہ۔

آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ حدیث،

۴۲۴۸۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم : اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو کوئی گناہ اسے نقصان نہیں دیتا۔ ۱۲م

اس حدیث کا عمدہ محمل یہ ہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے نہیں۔

ع ، ان المحب لمن یحب مطیع۔

محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا اطاعت شعار بنتا ہے۔

یہ توجیہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کی پسندیدہ ہے۔

اور احیانا کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ و زاجر الہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق

انا بت دیتا ہے۔ پھر ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“ اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔ یہ

علامہ مناوی کا مسلک ہے۔

اور بالفرض ارادۃ الہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت، اور اظہار مکان

کا ہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا؟ عرض کریگا: اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے، ضائع کر دینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ آگ لگ گئی، یا چوری ہو گئی، یا تجارت میں ٹوٹا پڑا، یوں رہ گیا۔ مولیٰ عزوجل فرمائے گا: میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔ پھر مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دیگا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آ جائیں گی اور وہ بندہ رحمت الہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

پہنچم۔ اولیاء کرام، صوفیہ صدق، ارباب معرفت قدست اسرارہم و نفعنا اللہ بامرکاتہم فی الدنیا و الآخرة کہ بعض قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف و غم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

قال تعالیٰ: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ تو ان میں بعض سے اگر براہ تقاضائے بشریت بعض حقوق الہیہ میں اپنے مقام و منصب کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف فرما چکا۔ کہ

قد اعطیتکم من قبل ان تسئلونی، وقد حبستکم من قبل ان تدعونی، وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی۔  
یونہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاہرات، کہ

ستکون لا صحابی زلة یغفرہا اللہ لہم لسا بقتہم معی،  
میرے صحابہ سے کچھ لغزشیں واقع ہوں گی تو اللہ تعالیٰ انکو معاف فرمادے گا کہ میری صحبت میں رہے۔

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لیکر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا۔ کہ

ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔  
اس مبارک قوم کے سرور و سردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں

فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ۵۳/۹

(۱۴۵) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا  
ط وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ  
الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ. ☆

اور کوئی جان بے حکم خدا نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعون سے بھاگنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون كالفار من الزحف۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دیکر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من الله وما وه جهنم وبئس المصير۔ (الانفال - ۱۶)

وہ بیشک اللہ کی غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے اور بہت ہی بری جگہ

پھرنے کی۔

جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں

اسی کی تفصیل ہمارے رسالہ ”تیسرے الماعون“ میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں

بے موت مر جاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآن عظیم کا انکار ہے ان پر تو بہ فرض ہے اور تجدید

اسلام اور تجدید نکاح چاہئے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا۔

(آل عمران - ۱۴۰)

کوئی جان بے حکم خدا نہیں مر سکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا ہے۔

پہڑ سے ایک آدھ پھل پکتا رہتا ہے اس کا ٹپکنا لکھا تھا، اور ایک آندھی آتی ہے کہ

قبول و محبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق و ارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح مفقود، والحمد لله الکریم الودود، و هذا ما زدته بفضل المنحمود۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ینادی منادی تحت السماء الخ، میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں۔ کہ توحید خالص تام کامل، ہر گونہ شرک خفی و اخی سے پاک و منزہ انہیں کا حصہ ہے۔ بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار، عبدالدرہم، عبدطمع، عبدہوی، عبدرغب، فرمایا گیا۔ وقال تعالیٰ: افرأیت من اتخذ اللہہ ہواہ۔ اور بیشک بے حصول معرفت الہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب و ارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جلیل جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کے معنی عوام کے نزدیک لا معبود الا اللہ، خواص کے نزدیک "لا مقصود الا اللہ" اہل ہدایت کے نزدیک "لا مشہود الا اللہ" اور اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک "لا موحود الا اللہ"۔

تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، ولہذا ان کے علم کو علم توحید کہتے ہیں،۔ جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامہم و تراب اقدامہم فی الدنیا و الآخرة۔ غفر لنا بحاہنہ عندہ، الہ اہل التقوی و اہل المغفرة۔ آمین۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل، تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن و اجود ہو۔ وباللہ التوفیق۔

پھر ان سب صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہ ہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دیکر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ، حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ "غرض معاملہ نازک ہے، اور امر شدید، اور عمل تباہ، اور اہل بعید، اور کرم عظیم، اور رحم عظیم، اور ایمان خوف و رجاء کے درمیان۔ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین، نجات اللہ الیکین، مرتجی البائسین، محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم، و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

﴿ ۲۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت حقیقہ صفت بدن ہے نہ کہ وصف روح، ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابی سعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد لعقل السلیم میں اس آیت کے تحت فرمایا:

فیه دلالة علی ان روح الانسان جسم لطیف لا یفنی بخراب البدن ولا یتوقف علیہ ادراکہ و تالمہ و لا التذاذہ۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک و الم پانا بدن پر موقوف نہیں۔  
پھر مجازاً ارواح مفارق علی البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

اللہم رب الارواح الفانیة و الاجساد البالیة الحدیث۔ و لفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الجبانة یقول: السلام علیکم ایتها الارواح الفانیة و الابدان البالیة و العظام النخرة التي خرجت من الدنيا و هی باللہ المؤمنة اللہم ادخل علیہم روحاً منک و سلاماً منا۔

اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیوں جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے۔ اے اللہ ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہنچا۔

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں:

(ارواح الفانیة) ای الفانی اجسادہا۔ ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن

کے جسم فانی ہیں۔

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں ان کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و كل صغير و كبير مستطر۔ (القمر - ۵۳)

ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲/۹۲۲/۱۳۲)

(۱۳۶) **وَ كَآئِنٍ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتِلٍ لَّمَعَهُ رَبِّيُونَ كَثِيرٌ ج  
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا  
وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ** ☆

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ ست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور نہ ہروالے اللہ کو محبوب ہیں۔

﴿۲۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت سے ثابت کہ) جہاد پہلی امتوں میں بھی تھا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۵۲)

(۱۳۹) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُرَدُّوكُمْ**

**عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خُسِرِينَ** ☆

اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں اٹنے پاؤں لوٹا دیں گے پھر

ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس رو بننا جو کہیں وہی کرنا خصوصاً جسے امر دینی سمجھا ہو

اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے، سخت مخالفت ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی

اور کفر اس کا انجام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۱۳۲)

(۱۶۹) **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ**

**أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ** ☆

نوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں۔

اسی میں ہے۔

آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو، یعنی تمہاری جان و روح کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے ابدی اور جاودانی ہے، کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں، اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو بلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے، موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی و محافظ کو خود دینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے، ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں۔ عالم برزخ اور امکان حشر و نشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مھمل و معتل و معرض فساد ملحق بالجملہ کر دے، موت مجازی کہ روح کے لئے ان سب آفات سے پاک و مبرہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸۴۳/۹ تا ۸۴۷)

(۱۷۸) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّمَا نُمَلِّئُهُمْ خَيْرًا لَّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمَلِّئُهُمْ لِيُزَكِّدُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مَّهِينٌ. ☆

(۱۷۹) مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَاتِ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَأَنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ. ☆

اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں، اور ان کے لئے ذلت کا

یعنی الارواح اللتی اجسادها فانیة و الا فالارواح لا تفسی -  
یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔  
علامہ ہفنی حاشیہ جامع الصغیر میں فرماتے ہیں:

قوله الفانیة ای الفانیة اجسادها اذا لا روح لا تفسی ولذا اتی بالحملہ  
بعدها مفسرة لذلك اعنی ولا بدان البالیة ای فی غیر نحو الشہداء -  
اس کا قول الفانیة یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتیں اسی  
لئے اس کی تفسیر کرنے والا جملہ بعد میں لائے، میری مراد الا بدان البالیة (بوسیدہ اجسام)  
یعنی شہداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں۔

ان سب عبارات کا محصل یہ ہے کہ روح پر اطلاق باعتبار جسم واقع ہوا۔ یعنی اے وہ  
روح جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لئے ہرگز فنا نہیں و لہذا دوسرے  
فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لئے شہداء اور ان کے  
مثل خواص کے جسم سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے و سمران المینر دونوں میں ہے۔

فیہ ان الاموات یسمعون اذا لا یحاطب لا من یسمع - یعنی اس حدیث  
سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں کہ خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیز فی میں فرمایا:

موت کا یہ معنی کہ حس و حرکت ختم ہو جائے اور ادراک و شعور منقود ہو جائے صرف جسم  
کے لئے ہوتا ہے اور ارواح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے،  
پہلے جو شعور و ادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی ہے، بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے تو اس  
معنی کر روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا کافر و فاسق کی روح۔ موت بدن  
کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور و ادراک اور حرکات و تصرفات بدن سے ظاہر  
ہوتے تھے اب نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ بدن سے  
جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کھانے پینے کی جیسی لذتیں اس کے  
قبضہ سے نکل جاتی ہیں۔ اسی لئے شریعت میں اس کے لئے بھی موت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ بھی  
صرف زندہ ہیں ان باتوں میں۔ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے حقیقت میں یہ دو

علیہ وسلم جن کا علم و حلم سارے جہان کو وسیع ہے ” اور اللہ نے انہیں سکھادیا جو کچھ وہ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل ان پر بہت بڑا ہے۔ تو انہوں نے سب انگلوں پچھلوں کا علم جان لیا اور جو کچھ ہو گزرا ہے اور آنے والا ہے سب ان کے علم میں آ گیا، اور جو کچھ آسمانوں زمیں میں ہے سب انہیں معلوم ہو گیا اور مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہے سب سے خبردار ہو گئے اور ہر چیز ان پر روشن ہو گئی اور انہوں نے پہچان لی، اور ان پر قرآن اترا ہر چیز کا روشن بیان اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہر چیز خوب مفصل بیان فرمادی۔ لیکن مردود (تھانوی) نے ان کے علم کو زید و عمر بلکہ ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کے علم سے برابر کر دیا اور بد بخت نے نہ جانا کہ بعض میں تو بڑی چوڑی وسعت ہے جو ایک چھوٹی سی بوند کی خوار بے مقدار سے لے کر لاکھوں کروڑوں چھلکے سمندروں تک کو شامل ہے جن کا گہراؤ نہ جانا جائے اور نہ ان کا کوئی کنارہ نہ انتہاء۔ تو یہ سب کا سب نہیں مگر اللہ کے علموں میں سے بعض اور وہ اس کے علموں سے احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے تو اگر فقط لفظ بعض کو صادق آنا برابری اور مماثلت اور نفسی خصوصیت کے لئے کافی ہو جیسا اس مردود و مطرود نے گمان کیا تو یہ بھی حکم لگا دے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت زید و عمر بلکہ ہر بچے و پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کی قدرت کے برابر ہے کہ تمام حیوانات کسی نہ کسی فعل و حرکت پر قدرت رکھتے ہیں! اگرچہ ان کی قدرت پیدا کرنے والی نہیں تو بعض صادق آیا اور اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ اپنی ذات قدیم اور صفات قدیم پر قدرت رکھے ورنہ تحت قدرت ہو گا تو ممکن ہو جائے گا تو خدا نہ ہو گا اور اس کی صفت مخلوق ناپیدا ٹھہریں گی۔ اس لئے کہ جو قدرت سے موجود ہو وہ پیدا کرنے والے سے موجود ہوتا ہے، وہ پہلے ناپیدا ہوتا ہے تو یہاں بھی بعض کا لفظ صادق آیا کہ تمام اشیاء کا احاطہ یہاں بھی نہیں تو برابری اور ساری برائیاں لازم آئیں۔ تو میں تجھے ایک مثال بیان کروں۔ ایک بادشاہ جبار تمام و کمال دنیا کا مالک ہو اور ہر چھوٹا بڑا خزانہ سب اسی کے ملک میں تھا اور اس کے نواب سردار تھے جنہیں ایک ایک ضلع کے خزانے پر مسلط کیا تاکہ محتاجوں کی اعانت کریں اور مسکینوں کو خیرات دیں، اور سب پر ایک نائب اعظم کو سردار کیا جس کے اوپر سب سے زیادہ عزت والے بادشاہ کے سوا کوئی نہیں۔ تو بادشاہ نے اپنے تمام خزانے اس کے ہاتھ اختیار میں دیدیئے اور خواص اپنی ذات کے سوا سب کے معاملات اس کے سپرد کردیئے تو وہ نائب اعظم سب نوابوں اور سرداروں میں تقسیم کرتا ہے

عذاب ہے۔

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو سترے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ عام لوگوں کو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

### ﴿ ۲۵ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صدر اسلام میں ایسا تھا کہ منافق مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے، مجالس میں ساتھ بیٹھتے، جب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص جمعہ کے دن علی رؤس الاشهاد نام بنام ایک ایک کو فرمایا: اخرج بافلاں فانک منافق۔ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ نماز سے پہلے سب کو نکال دیا۔ یہ برتاؤ ان کا ہے جن کو رب العزت رحمۃ اللعالمین فرماتا ہے۔ طبرانی و ابن ابی حاتم۔ (المملو ظ ۱/۳۶)

تو ان کے غیر جو علم حاصل ہوگا انہیں کے فیض و مدد اور فائدہ عطا فرمانے اور راہ دکھانے سے ملے گا۔ تو برابری کیسی؟ علاوہ بریں عوام انبیاء میں سے ان کے غیر نہیں جانتے مگر تمہارا قلیل کہ انبیاء کے علوم غیب کے سمندر چھلک رہے ہیں، ان کے سامنے کسی گنتی و شمار میں نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام روز ازل سے روز آخر تک تمام ماکان و مایکون کو جانتے بلکہ دیکھ رہے ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو ساری سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

طبرانی و معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب النتن اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بیشک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

یہ ایک روشنی ہے اللہ کی طرف سے جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے چمکائی جس طرح اگلے انبیاء کیلئے چمکائی تھی، تو مردود نے کل اور بعض دو شقیں رکھیں۔ اور جب کہ پہلی شق موجود نہیں اور ان سے دوسری شق سب کے لئے شامل خیال کیا، تو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

یادہ ذلیل و خوار تر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کہ وہ سارے جہان سے بدتر ہیں۔ اس وقت کم و بیش کے فرق پر ایمان لائے گا چہ جا  
یکہ اصلی اور طفیلی، بخلاف تمام جہان کے علم والوں کے کہ ان کو جو کچھ ملا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کی امداد سے ملا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تاکہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو کچھ ان کی  
طرف اتارا گیا ہے۔ اور قصیدہ بردہ شریف میں امام بوسیری کا ارشاد سن چکے۔ رسول اللہ تجھ سے  
مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

## نظر چہارم

خدا کے مخذول و ہابہ جب عاجز و ناپید ہوتے ہیں تو اپنے لئے بچاؤ ڈھونڈتے ہیں  
، حالانکہ بچاؤ کا وقت کہاں۔ تو یوں کہتے ہیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو  
بعض وقت بعض غیوب کا علم معجزے کے طور پر دیا مگر ہے یہ کہ وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا سکھائے  
گئے۔ اور کہتے ہیں کہ تم بھی تو اسی کے قائل ہو تو اختلاف۔ اٹھ گیا اور اتفاق حاصل ہوا۔ اور اپنی با  
توں سے یہ چاہتے ہیں کہ جاہل کو دھوکہ اور غافل کو شکر کر لیں لیکن وہ جس نے ان کی باتیں  
دیکھیں اور ان کی گالیوں اس پر پوشیدہ نہیں کہ سب بہوؤں میں بری بہو وہ ہے جو جھانکے اور  
دبک جائے، کیا دلی کے وہابی نے نہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ نہ جانتے تھے یہاں  
تک کہ خود اپنے خاتمہ کا حال۔ اس ذلیل کو چھوڑو اور اس جیسے نیچے والے کو دھکا دے، کیا ان  
کے دہلوی پیشوا نے تقویۃ الایمان میں نہ کہا؟ جو کسی نبی کے لئے غیب کی بات جاننے کا دعویٰ کر  
ے اگر چہ ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی، اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، چاہے یوں مانے کہ وہ اپنی  
ذات سے جانتے ہیں یا خدا کے بتائے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ کیا ان کے بڑے  
گنگوہی نے اپنی براہین میں نہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوار کے پیچھے۔ رال نہ جانتے  
تھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کر کے اسے خود حضور کا قول ٹھہرا دیا اور با کماز اے حیا  
ئی اس کا روایت کرنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف نسبت کیا حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
نے تو اس کو اشکال کے طور پر ذکر کیا اور اس کا یہ جواب دیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کی روا  
یت صحیح نہیں جیسا کہ مدارج النبوة میں تصریح فرمائی۔ تو کہاں یہ قول اور کہاں وہ جس پر قرآن

اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں پر بانٹتے ہیں، یہاں تک کہ وہ تقسیم فقیروں تک پہنچتی ہے تو ہر ایک کو اس کا نصیب ملتا ہے۔ اور ان محتاجوں میں ایک بد بخت مطرود گنہگار مردود ہے جو بادشاہ اور اس کے نوابوں سے جھگڑتا ہے۔ تو نہ ان کی عقیدت رکھے اور نہ ان کی تعظیم کرے اور نہ انہیں اپنے سے کچھ بڑھ کر سمجھے اور وہ نان شبینہ کو محتاج ہے فقیر آفت زدہ مسکین مفلس ہے، اسے امیروں کی تقسیم سے ایک پیسہ پہونچا ملت کھوٹا اور وہ کہتا ہے میں اور نائب اعظم دونوں مال و ملک میں برابر ہیں، اس لئے کہ اگر تمام اموال کی ملک مراد لی جائے تو وہ خلیفہ کو بھی حاصل نہیں اور اگر بعض کی ملک مراد ہے تو اس میں خلیفہ کی خصوصیت کیا ہے کہ بعض کا میں بھی مالک ہوں۔ کیا یہ کالا کھوٹا پیسہ میری ملک میں نہیں۔ تو اس بد بخت بڑے ناشکرے محتاج مغرور، بدکنے والے نے نہ تو عطاء خلیفہ کا حکم مانا نہ منصب خلافت کی تعظیم کی، اور ایک کھوٹے پیسے اور معمولی خزانوں میں جو شرق سے غرب تک زمین کو بھرے ہوئے ہیں کچھ فرق نہ کیا بلکہ اس بادشاہ جبار کی قدر جیسی چاہی نہ پہچانی اور اس کی خلافت اور حکم کی عظمت شان بھلی جانی، تو بڑے وبال والے عذاب اور سخت مار اور لمبی سزا کا مستحق ہوا۔ تو بادشاہ تو اللہ عزوجل ہے۔ اور اس کے خلیفہ اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نواب و امیر انبیاء اولیاء عیہم الصلاۃ والسلام اور ہم فقیر ہیں۔ ان سے بھیک مانگنے والے اور وہ گالی دینے والا مردود و گنگال ہے راندہ گیا بہت دہرم جھگڑا لوو سرکش۔ ہم اللہ سے غنوو عافیت مانگتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے مسلمان اللہ تیری حمایت کرے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ وہ ذلیل کمین و اس بڑے فرق کو جانتا نہیں حاشا اللہ، بلکہ خوب جانتا ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت سے انکار کرنے کے لئے اسے دفع کر رہا ہے۔ اگر تو اس کی حقیقت دیکھنا چاہے تو اس کے پاس جا اور اس سے یوں خطاب کر کہ اے علم و عزت میں کتے اور سور کے برابر! ابھی تو اسی کو دیکھ لے گا کہ غیض میں جل جائے گا اور غصہ میں مرنے کے قریب ہو جائے گا۔ تو اب اس سے پوچھ کیا تیرا علم اللہ تعالیٰ کی طرح ہر شئی کو محیط ہے؟ اگر کہے ہاں جب آپ ہی کافر ہے۔ اور اگر کہے نہیں تو اس سے کہہ کے علم میں تیری خصوصیت کیا ہے کہ بعض کا علم تو ہر کتے اور سور کو حاصل ہے، تو کیا سبب کہ تجھے عالم کہا جاتا ہے، نہ تیرے ان مانندوں کتوں اور سوروں کو۔ اور عزت کا بھی یہی حال ہے کہ جمیع عزت تو تیرے لئے ہے نہیں اور کتے اور سور بھی اس کے بعض سے خالی نہیں، اس لئے کہ کافر ان سے ز

اقول: اس آیت کریمہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں بتا دیا اور اس احسان جتانے کو ایسی بات سے ختم فرمایا جو اس عظیم منت کی عظمت اور اس بڑی نعمت کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا: اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے کہ ماکان وما یکون بمعنی مذکور جسکا ہر ہر فرد بہ تفصیل تام لوح محفوظ میں ثبت ہے یہ نہیں مگر دنیا۔ اس لئے کہ آخرت تو قیامت کے بعد آئے گی اور دنیا و آخرت دونوں سے باہر اللہ عز و جل کی ذات و صفات ہیں جو نہ لوح محفوظ میں آسکیں نہ قلم میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں فرمایا تم کہدو کہ دنیا کی پونجی تھوڑی ہے۔ تو وہ جسے اللہ تعالیٰ قلیل بتا رہا ہے اس چیز سے کیا نسبت رکھے جسے اللہ نے عظیم بتایا اور اس کی شان کی بڑائی کی۔ معہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم روز آخر سے بعد کی اشیاء تک بڑھا جیسا کہ حشر و نشر، حساب و کتاب جنت و دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پہنچیں اور اس کے بعد کی باتیں جتنی خدائے تعالیٰ نے بتانی چاہی اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عز و جل کی ذات و صفات سے پہچانا جس کی قدر خدا ہی جانے جس نے یہ بخششیں اپنے مصطفیٰ کو عطا کیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو ثابت ہوا کہ تمام گزشتہ و آئندہ کا علم جو لوح محفوظ میں لکھا ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم سے نہ ہو مگر ایک قطرہ۔ اسی لئے امام اجل بوعیری کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکتوں سے نفع دے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے:

تمہارے جو دے دنیا اور اس کی سوت ایک حصہ تمہارے علم سے لوحِ قلم کا علم ایک ٹکڑا تو امام من کا لفظ لائے جو بعض پر دلالت کرتا ہے اور ہر بیمار دل پر غم و غصہ کے پہاڑ ڈھائے اس سے کہو کہ اپنے غصہ میں مرجائے، اللہ خوب جانتا ہے سینے کی بات۔

علامہ علی قاری زبدہ شرح بردہ میں شعر مذکور کے تحت میں فرماتے ہیں:

اس مطلب کا ایضاح یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقش اور غیبی صورتیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا اور یہ اضافت ادنی علاقہ کے سبب ہے اور لوح و قلم کے علوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوموں میں بہت اقسام ہیں۔ کلیات و جزئیات، حقائق و دقائق اور عوارف و معارف کہ ذات صفات الہیہ سے متعلق ہیں، اور لوح و

عظیم ناطق ہے اور جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں نسیں فرما رہی ہیں اور ائمہ دین سے اگلوں پچھلوں کا قول کہ وہ جانتے ہیں اور تمام گزشتہ و آئندہ سے آگاہ ہیں اور ہر چیز ان کے لئے روشن ہو گئی اور انہوں نے پہچان لی۔ رہا ان کا کہنا کہ وہ نہیں جانتے مگر جتنا بتائے گئے، یہ حق بات ہے جس سے انہوں نے باطل کا ارادہ کیا۔ اور ایسا ہی انکا کہنا کہ بعض مغیبات اور بعض اوقات، اس لئے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ کر لیا، یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے اور غنقریب ہم تم سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا، اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتر اور ہر وقت نہیں اترتا تھا تو اوقات اور معلومات، دونوں میں بخش ہونا ثابت ہوا مگر یہ ہے کہ وہاں یہ اس بات سے قبیل و ختیر و اندک مانتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کمین و نفسوں پر قیاس کرتے ہیں جیسے کہ یہ مشرکین کے تہذیب زمانہ سے عادت ہے جب کہ وہ رسولوں سے کہا کرتے تھے تم تو نہیں ہو مگر ہم جیسے آدمی۔ ہمدہ وہاں یہ ان مشرکوں سے بھی بڑھ کر کو دن و گمراہ ہیں۔ اس لئے کہ مشرک جو رسولوں کو اپنے جیسے، بقاتے تھے وہ ان کے اس قول کی بنا پر تھا کہ رمن نے کچھ نہیں اتارا تو جب وہ نزول کتاب و حصول رسالت کا انکار کر چکے تو اب نہ رہی مگر بشریت جو ان کے زعم میں شرک تھی اور یہ تو رسالت سے، قائل ہیں اور پھر بھی رسولوں کو اپنے مرتبہ میں رکھتے ہیں، تو پاکی سے اسے جو دلوں اور آنکھوں، امت دیتا ہے اور یہ بیماری انہیں یوں پیدا ہوئی کہ، کان و ما یون جس معنی پر ہم ذکر کر آئے ہیں انہیں بہت گتا ہے اور ان کی بودی غصوں کے اندازہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کا حق ہو نا نہیں آتا چہ جائیکہ دیگر انبیائے کرام اور اولیائے عظیم مہم الصلوٰۃ والسلام اور یہ انہیں اس لئے بہت لگا کہ انہوں نے اللہ کی قدر جیسی چاہئے نہ پہچانی۔ اس کے حکم و قدرت کی وسعت نہ جانی اور رسولوں کو اپنی عقل کی ترازو میں تولاتو جس بات کا عزم ان کے وہم میں نہ آیا اسے جھٹلا بیٹھے۔ اور ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ ہو گزرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی وہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی سی چیز، اور اس پر دلیل رب عزوجل کا ارشاد ہے کہ اس نے بتایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے ابتدائے آفرینش سے یہاں تک کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے سب کے احوال کی ہمیں خبر دیدی۔ اور صحیح مسلم کی حدیث عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صبح سے غروب تک خطبہ فرمانا مذکور ہے، اس میں یہ لفظ ہیں: تو جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی ہمیں خبر دیدی۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا: ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے اس وقت سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرمادیا۔

اور ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں نے رب عزوجل کو دیکھا جس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ بخاری و ترمذی اور ابن خزیمہ اور ان کے بعد کے ائمہ نے اس حدیث کی تصریح فرمائی۔

نیز ترمذی کی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمیںوں میں ہے سب کچھ جان لیا۔ اور دوسری روایت میں جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے سب مجھے معلوم ہو گیا۔

اور مسند امام حمد اور طبقات ابن سعد اور معجم کبیر طبرانی کی حدیث بسند صحیح ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا نہیں جس کا علم حضور نے ہم سے ذکر نہ فرمایا ہو۔

اور صحیحین سورج کی گرہن کی حدیث میں ہے جو کوئی چیز میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی وہ سب میں نے اس مقام میں دیکھ لیا۔ یا حدیث کہ جس طرح لفظ ہوں۔

اور ہم یہ حدیث تم سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو

قلم کا علم مکتوب نہیں مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ایک سطر، اور علم حضور کے سمندر و  
سے ایک نہر، پھر بایں ہمہ ان کا علم مکتوب حضور والا ہی کی برکتوں سے ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اتمی۔

اب کھل گیا حق اور دفع ہوا جھوٹ اور یہاں ٹوٹے میں رہے باطل والحمد للہ رب  
العالمین۔

## نظر بنجم

اگر کہے کہ اللہ تجھ پر رحمت فرمائے جو تو نے ارشاد و اشارے کئے میں نے اس سے  
مسئلہ کو قرار واقعی سمجھ لیا اور میں نے جان لیا کہ یہاں نہ شرک کی گنجائش ہے، نہ گمراہی کی۔ اس  
لئے کہ نہ تو ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم سے برابر ہی مانتے ہیں، نہ غیر خدا کے لئے خود بخود حاصل  
ہونا جانتے ہیں، اور خدا کے دیئے سے بھی بعض ہی ثابت کرتے ہیں، مگر بعض اور بعض میں  
روشن فرق ہے جیسا کہ آسمان و زمیں میں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ، اللہ بہت بڑا ہے۔ تو  
وہابیہ کا بعض عداوت و تحقیر کا بعض ہے اور ہمارا بعض عزت و تمکین کا بعض ہے۔ اس کی قدر کوئی  
نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ جس کو اس نے عطا کیا۔ اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ قرآن و حدیث اور  
اقوال ائمہ سلف و خلف سے اس پر کچھ دلیلیں سناؤں جیسا کہ گزری ہوئی تقریروں میں تو نے اس  
کا مجھے مشتاق بنا دیا۔

میں کہوں گا اے برادر! اللہ ہم پر اور تجھ پر رحم فرمائے، میں نے تو تجھے ان باتوں کی  
طرف ایما کر دیا جو اہل عقل کو بس ہیں، اور اگر تو چھلکتے دریا اور چمکتے چاند کو چاہے تو میری کتاب  
”مالی الحبیب بعلوم الغیب“ اور ”اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما  
یکون“ دیکھ۔ اور تیری آنکھوں کے سامنے موجود ہے میرا رسالہ ”انباء المصطفی بحال  
سر و اخفی“

اور اگر تو اپنی تمنا پوری کئے بغیر نہ مانے تو تجھے کافی ہے صحیح بخاری کی حدیث،  
امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے فرمایا: ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

الی علیہم میں فرمایا: پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں کہ جیسا سامنے ہو رہا ہو۔

اور امام ابن حاج مکی نے مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرمایا: بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حاجتوں اور نیوتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں کچھ پوشیدگی نہیں۔ انتہی۔

اور بیشک رب العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

شفاء شریف میں جو یہ مسئلہ لکھا کہ جب خالی گھروں میں جاؤ جن میں کوئی نہ ہو تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ قاری اس کی شرح میں اس مسئلہ کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:

دنیا میں آدم علیہ السلام سے لے کر صور پھونکنے تک جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا۔

نیز اسی میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اشیاء کو جانتے ہیں، اللہ کے کام اور احکام اور صفات اور اسماء اور افعال اور آثار تمام علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمایا اور حضور اس آیت کہ مصداق ہوئے کہ ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے، ان پر سب سے افضل درود اور سب سے تام و کامل تر سلام انتہی۔

یہ آیت عام ہے جس میں کسی شی کی تخصیص نہیں۔ تو اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا تمام جہان میں جس طرف نظر کرے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر علم والے سے بلند و بالا علم والے ہیں، اور جب تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نظر کرے تو اللہ وہ علم والا ہے جس سے لو پر کوئی علم والا نہیں۔ اور ذی علم کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا کہ

اٹھالیا تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔

اور ان کے سوا اور حدیثیں جنکا شمار کثیر ہے اور ان کے بیان کا سلسلہ طویل۔ اور سرداروں اور اماموں اور پیشوا عالموں کے اقوال سے تجھے کافی ہے قصیدہ بردہ شریف کا وہ قول۔

تمہارے علم سے لوح و قلم کا علم ایک نمونہ۔

معہذا اس توضیح کے جو علامہ علی قاری سے گزری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر کہ آسمانوں اور زمیں میں جو کچھ ہے سب میں نے جان لیا۔ فرماتے ہیں: یہ ارشاد عبارت ہے تمام علوم کلی اور جزئی کے حاصل ہونے سے اور ان کو احاطہ فرما لینے سے۔ اور علامہ قاضی نسیم الریاض شرح ہشفا امام قاضی عیاض نے اور علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں شرح حدیث ابو ذر اور ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں ذکر تھا کہ زمیں آسمان کے درمیان جو پرندہ پر مارتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حال سے خبر دیدی، فرماتے ہیں: یہ اس بات کی تمثیل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شئی بیان فرمادی بسببی منسئل اور بسببی مجمل۔

امام احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس سے زیادہ پر اطلاع بخشی اور حضور پر تمام انگلوں پچھلوں کے علوم التقا فرمائے۔ اور امام بو صیری فرماتے ہیں: محیط جملہ عالم علم و حلم مصطفائی ہے۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل التقری القراء ام التقری میں فرماتے ہیں:

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سارے جہان کا علم دیا تو حضور نے تمام انگلوں پچھلوں کا علم جو کچھ گذرا ہے سب جان لیا۔

اور نسیم الریاض میں ہے کہ تمام مخلوقات آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قیامت تک سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئیں تو حضور نے ان سب کو پہچان لیا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے گئے۔

اور امام قاضی پھر علامہ قاری پھر مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۴۲۴۹۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔  
فتاویٰ رضویہ ۳۹۲/۷

۴۲۵۰۔ عن عبید اللہ بن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلًا قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : أَجْرُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَى النَّارِ۔  
حضرت عبید اللہ بن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو تم میں فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے۔ وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرات رکھتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۹۴/۴)

۴۲۵۱۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : إِنْ اللَّهُ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، فَإِذَا لَمْ يَبْقَى عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا

۱۵۵/۲	☆	الفقيه والمتفقه للخطيب،	۵۱۵/۲	☆	السنن لابى داؤد، العلم،	۴۲۴۹۔ السنن لابى داؤد، العلم،
۶/۱	☆	السنن لابن ماجه، المقدمة،	۴۵	☆	الحبائك فى الملائك،	الحبائك فى الملائك،
۱۲۶/۱	☆	تاريخ دمشق لابن عساکر،	۱۹۳/۱۰	☆	کنز العمال للمتقى، ۲۹۰ ۱۸،	کنز العمال للمتقى، ۲۹۰ ۱۸،
۵۱/۱	☆	کشف الخفا للعجلونى،	۱۸۴/۱۰	☆	کنز العمال للمتقى ۲۸۹۶۱،	۴۲۵۰۔ کنز العمال للمتقى ۲۸۹۶۱،
۵۷/۱	☆	مسند الدارمى، المقدمة،	۲۸/۱	☆	الجامع الصغير للسيوطى،	الجامع الصغير للسيوطى،
۲۰/۱	☆	الجامع الصحيح للبخارى، العلم،	۶/۱	☆	السنن لابن ماجه، مقدمة،	۴۲۵۱۔ السنن لابن ماجه، مقدمة،
۹۰/۲	☆	الجامع للترمذى، العلم،	۳۴۰/۲	☆	الصحيح لمسلم، العلم،	الصحيح لمسلم، العلم،
۱۱۴/۱	☆	الجامع الصغير للسيوطى،	۱۶۲/۲	☆	المسند لاحمد بن حنبل،	المسند لاحمد بن حنبل،

تکثیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے، تو تخصیص کی کچھ حاجت نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں: مجھ پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ پاک سے اس کا فیضان ہوا کہ بندہ کیونکر اپنے مقام سے قدس تک ترقی کرتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصہ معراج خواب میں اس مقام سے خبر دی اتنی۔

(الدولۃ المکیۃ - اردو - ۲۲۹ تا ۲۶۹)

(۱۸۸) لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا  
وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْنَهُمْ  
بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ☆

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول۔ یفرحون باضلالہم الناس و بنسبۃ الناس ایاہم الی العلم و لیسوا باہل العلم۔ خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ۔ اور جاہل کو ان میں سے کسی چیز کا بیان جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القرآن بغير علم فلیتبرء مقعدہ من النار۔

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

رواہ الترمذی و صححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۹۶/۹)

یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم۔ (آل عمران - ۱۹۱)  
وہ کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔  
بلا تقييد اس کی تکثیر کا حکم۔

واذکرو اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ (الجمعة - ۱۰)  
اللہ کا ذکر زیادہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اکثر واذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون۔

خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ کہیں کہ مجنون ہے۔

ذکر کے لئے انشاء کثیرہ ہیں، قلبی ولسانی، خفی و جلی۔ تلاوت و ثناء، درود و دعاء، عبادات و طاعات، باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انشاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعة خیر من عبادۃ الثقلین۔ گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ولہذا فقہائے ذکر ذکر لسانی پر ترجیح دیے گئے ورنہ ذکر پر تفصیل محال ہوتی و ذکر اللہ اکبر۔ (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔)

اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، ولہذا فقہاء نے ”ینبغی ان یطیل الصمت“ طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے، فرمایا۔ صدر اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے داہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون ہے، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول رہتا، اور اپنے لئے یہ وقت آنا، اور پھر اس وقت کیا ہوگا، کیسے گزرے گی، اپنے اعمال کی حالت کیا ہے، اس دھن میں مستغرق ہوتا۔ گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا۔ بلاشبہ اس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمت مطلق کہ سانس کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور دور اول کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمت محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا، اطباء نے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ۔ ان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ۔

اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ علم دین لوگوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں اٹھائیگا بلکہ علماء ہی اٹھا لئے جائیں گے، جب علماء باقی نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے۔ لہذا ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ۵۰۲/۳)

۴۲۵۲۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین ، فاما احدهما فبشئہ واما الاخر فلو بشئہ قطع هذا البلعوم ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے۔ ایک تو وہ جس کو میں نے شائع کر دیا۔ اور دوسرے کو اگر میں عام طور پر شائع کر دوں تو میرا یہ حلق کاٹ دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۸۳/۳)

(۱۹۱) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا  
وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ  
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ☆

جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادات ہے۔

اقم الصلوٰۃ لذكركى ۔ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

وہ ہر حال میں مطلوب ہے۔

علیہ وسلم پڑھیں کہ اسے پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے منع نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع کی جانب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا اذن عام ہے وہ جب چاہیں پڑھیں۔ الہی اس دل کے اندھے پن سے تعجب ہے جو اس طریقے کے عمل سے روکتا ہے، شاید جنازہ کے راستے میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو باطل قرار دیکر حکام سے مال دنیا کی طمع رکھتا ہے جب کہ وہ راستے میں بھنگ بکتے دیکھتے تو بھنگ فروش سے اتنا کہنے کی زحمت نہ اٹھاتے کہ کام حرام ہے بلکہ میں نے ان میں ایسے فقیہ کو بھی دیکھا ہے جو بھنگ فروش کے مال سے اپنی پیش نمازی کی تنخواہ وصول کرتا ہے، تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

کتاب عھود المشائخ امام شعرانی پھر حدیث مبارکہ میں ہے۔

ہم اپنے دوستوں کو کسی ایسی چیز سے روکنے کی اجازت نہ دیں گے جو مسلمانوں نے خدا کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کی ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں جیسا کہ بارہا اس کی تقریر اسی کتاب عھود میں گذر چکی ہے خصوصاً وہ چیز جس کا تعلق رب تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو، جیسے لوگوں کا جنازہ کے سامنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا یا وہاں پر قرآن کی تلاوت کرنا اور اس طرح کی باتیں۔ اسے جو حرام کہے وہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز جو عہد رسالت میں نہ رہی ہو وہ بری نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ترجیح دی ہے کہ کلام صرف خلاف اولیٰ ہے۔

یہ جان لو کہ اگر اس کا دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ تمام اقوال مردود ہو جائیں گے جو انہوں نے اپنے پسند کردہ محاسن کے بارے میں استخراج فرمائے ہیں اور کوئی اس کا قائل کیوں ہوگا جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھلا رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ ایسے طریقے ایجاد کریں جن کو وہ اچھا جانیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت اس ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور آئندہ تمام عمل کرنے والوں کا ثواب ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں روکا جائے گا، اس وقت جنازہ میں اکثر لوگوں

اقول: اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شئی مطلوب نہیں کہ قول خیر عدم قول مطلق سے قطعاً افضل ہے، ولہذا ارشاد ہوا۔ ان لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ۔ ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔

اگر شرائع نے اسے صوم میں رکھا تھا ہماری شریعت غرانے اسے منسوخ فرما دیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحترار ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا۔ اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مغل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جبر سے اہل تفسیر کا ذہن نہ بٹے، جب زمانہ اور بدلا اور عامۃ الناس غالباً اسی قسم کے رو گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنی و لا یفرد بحکم کما فی فتح القلید و رد المحتار و غیر

ہما۔

اطبائے روحانی نے جبر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ موقع فی النفوس و ادفع للوسوس و انفع للناس ہے، ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں و مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویا ت سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہو گئے کہ باوجود قرع و قوت قرع و تکرر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل و سوء ظن ہے۔ تو اب ذکر جہرامر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و نقیض مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عھود محمدیہ میں فرماتے ہیں:

عالم محلہ یا فقراء محلہ کے بزرگوں کو چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو اس کے ساتھ چلنے کے آداب سکھائیں کہ اس میں لغو باتیں نہ ہوں، کون حاکم ہوا، کون معزول ہوا، کون تاجر سفر سے آیا، کون گیا، اس طرح کی باتیں نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس جگہ دنیا کی باتوں کا کوئی موقع نہیں۔ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جنازہ میں لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں حکم دینا چاہئے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تعلیقات کتاب مستطاب ” اذاقة الآثام “ میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور ان شعروں کو پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا ثابت ہے، اگرچہ یہ اشعار ذکر الہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیوں کر۔

فانما بنیت المساجد لذكر الله والصلوة۔

کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا اور یہ محال ہے۔ لاجرم اشعار حمد و نعت و ثناء و دعاء و وعظ و پند ذکر الہی ہیں اور غنا وہ کہ ان سے جدا ہو، کہ غنا کو آیت کریمہ: و من الناس من يشتري لهو الحديث۔ لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لہو کی بات خریدتا ہے۔ میں داخل کرتے ہیں اور بدابہتہ معلوم کہ حمد و نعت و دعاء و وعظ ہرگز لہو الحدیث نہیں، ولہذا جو ہرہ و در متقی ورد المختار میں ہے۔

ما نقل انه صلى الله تعالى عليه وسلم سمع الشعر لم يدل على ابا حة الغنا

ء و يجوز حملہ على الشعر المباح و المشتمل على الحكمة و الوعظ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر سننا جو منقول ہے اس سے غناء کی اباحت ثابت نہیں ہوتی۔ اسے ایسے شعر پر محمول کیا جاسکتا ہے جو جائز اور حکمت و نصیحت پر مشتمل ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۱۵۱ تا ۱۵۷)

(۱۹۴) رَبَّنَا وَاتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ

الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادُ ☆

اے رب ہمارے اور دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی

معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿ ۲۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واحدی نے بسیط میں اس آیت سے صرف وعدہ مراد لیا ہے اور وعید پر حمل کرنے سے

کے حالات کا جائزہ لو، انہیں دنیوی باتوں میں مشغول پاؤ گے، میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، دل اس سارے واقعے سے جو اسے درپیش ہے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسی کرنے والے بھی نظر آتے ہیں، جب ایک طرف یہ احوال ہوں اور دوسری طرف یہ کہ اس وقت کلمہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا تو عمل کیا ہو، ایسے وقت ہم اللہ عزوجل کے ذکر کو مقدم رکھیں گے، بلکہ ہر لغوبات جنازہ کے اندر دنیا کی باتوں کی بہ نسبت اچھی ہے تو اگر جنازہ میں کوئی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھے تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہمیں اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی، اگر اللہ کا ذکر ممنوع ہوتا تو حدیث میں وارد بھی ہوتا تو اسے سمجھو کہ وہ چیز جس سے شارع علیہ السلام نے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سکوت فرمایا ہے وہ آخر زمانہ میں ممنوع نہیں ہو سکتی۔ بالجملہ بجائے صمت اقامت جہر بالذکر تحصیل مقصود کے لئے تبدیل ذریعہ بمصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویض مقصود، جاہل وہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے، مطلوب ذکر ہے۔ جب خموشی میں اور اب جہر بالذکر میں، خام فتنہ جانتا ہے کہ تحصیل مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولیٰ ہے۔

درمختار میں ہے۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس کی ممانعت آئی ہے، لیکن اگر کمال خشوع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ ایسا طریقہ کہ طبیعت کو منتشر کرنے والی چیزیں دیکھنے کے سبب خشوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں، بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ اولیٰ ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں حلیہ و بحر۔ اھ

اقول۔ شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع فوت ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کراہت زائل ہو جاتی ہے اور آنکھ بند کر لینے سے خشوع منتقل ہو جانے سے استحباب حاصل ہو جاتا ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

تو یہاں یہ کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کے لئے کہ مقصود میں مخل نہ ہو۔ اور اب وہ ذریعہ بھی نہ رہا بلکہ منعکس ہو گیا۔ تو وہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور بلکہ عقل سے مجبور ہے۔ پھر ذکر کہ عرض عریض ہے۔ ذکر موت اور ذکر قبر و ذکر آخرت ذکر انبیاء و ذکر اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سب ذکر الہی ہے۔ ہم نے اپنی

گی۔ اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے۔ تو اہل ایمان کے حق میں خلف و عید جائز ہوگی۔

سبحان اللہ اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہل سنت حق کفار میں بھی حاصل۔ و هو التحقیق يفعل الله ما يشاء و يحكم ما يريد۔ اور یہ ہی تحقیق ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے۔

اتفقت الامة ان الله تعالى لا يعفو عن انكفر قطعا وان جاز عقلا و منع بعضهم الجواز العقلي ايضا لانه مخالف لحكمة التفرقة بين من احسن غاية الاحسان ومن اساء غاية الاسائة وضعفه ظاهر۔

اس امت کا اتفاق ہے کہ کفر قطعاً معاف نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے، بعض نے تو عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنے والا اور انتہائی برائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔ اسی میں ہے۔

عند شرذمة لا يجوزون العفو في الحكمة۔

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔ لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ قائلین جواز جواز شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں۔ اب تم نے خلف کے وہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعاً لازم کہ تمہارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذب الہی نہ صرف عقلاً بلکہ شرعاً بھی جائز ہوا جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

من دان بالوحدانية وصحة النبوة ونبوة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لكن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوا به ادعى في ذلك المصلحة بزعمه او لم يدعها فهو كافر بالاجماع۔

جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انکار کیا کہ اس میں تو تخلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا۔

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیت مبارکہ سے استدلال کیا، پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا: اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا: یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدہ اولیاء پر محمول کر لیا جائے نہ کہ وعید اعداء پر۔ کیونکہ خلاف وعید عربوں کے یہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حل کی انہیں کیا حاجت تھی کہ انتفاء شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں قائلان جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحق مسلمین جائز ہے نہ بحق کفار۔ عبارت حلیہ

الاشبه تر جیح القول بجواز الخلف فی الو عید فی حق المسلمین خا  
صته دون الکفار۔

مختار یہ کے حلف وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔  
ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری۔ مگر اس کی جگہ اور تحفہ پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے۔  
ملک اللہ کا ہے تمام لوگ اس کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنے ارادہ کے مطابق کر سکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دیگا۔ کسی مومن گناہ گار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے، اس طرح اس نے مومن گناہ گار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے۔ لیکن اگر کسی مومن کو معاف فرما دیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم و فضل ہے تو وعید کو ترک فرماتا ہے۔ رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عنونہیں، اگرچہ عنفو و کرم فضل ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیۃ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔  
روح البیان میں ہے۔

ان الله تعالى لا يغفر ان يشرك به فينجز و عیده فی حق المشرکین و  
یغفر ما دون ذلك لمن يشاء فيجوز ان يخلف و عده فی حق المومنین۔

اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا ہے تو مشرکین کے حق میں وعید جاری و ساری رہے

## سورة النساء (۴)

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

(۱۰) اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتِيْمِ ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ

فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلُوْنَ سَعِيْرًا. ☆

وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور

کوئیدم جاتا ہے کہ بھڑکتے دہرے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ ان سے

اس کا اذن لیا جاسکتا ہے جب تو یہ امر (دعوت میت) حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالیٰ "لا تاكلوا اموالكم بينكم

بالباطل" اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے، نہ اس کے باپ، نہ اس

کے وصی کو "لان الولاية للنظر لا للضرر على الخصوص"۔ اس لئے کہ ولایت فائدے

میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لئے۔

اور اگر ان میں کوئی یتیم ہو تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔ ہاں

اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل نابالغ اپنے

مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود و نابالغ راضی ہوں۔

خانیہ و بزاز یہ و تارخانیہ و ہندیہ میں ہے: ان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اذا

كانت الورثة بالغين وان كان في الورثة صغير لم يتخذ واذلك من التركة۔

کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعیٰ کرے یا نہ کرے ہر طرہ حبالا جماع کافر ہے۔

سبحان اللہ حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا، جناب باری عزوجل کا جواز کذب ماننے والا کیونکر بالا جماع کافر و مرتد نہ ہوگا۔ اب تو جاننا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاہت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزع ٹھہرا دی۔ سبحان اللہ یہ ٹھہم فقاہت، یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت

آدمیاں گم شدند ملک خدا خیر گرفت۔

و اللہ المستعان عسی ما تصفون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱۵/۱۷۱ تا ۱۷۲)

گی، نہ کوئی عرن فرائض اللہ کو متغیر کر سکتا ہے یہاں تک کہ نہ مانگنا دبر کنار اگر وارث صراحتہ کہدے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اسکی ملک زائل نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۳۵۵)

میراث کا حق مقرر فرمودہ رب العزت ہے، جل جلالہ۔ یہ خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہو سکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں، میں حصہ کا مالک نہیں بنتا، میں نے اپنا حق ساقط کیا۔ پھر دوسرا کیونکر ساقط کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۷/۹۳۲۵)

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے 'قال اللہ تعالیٰ: یو صیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین' ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من فر عن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة "جو اپنے وارث کو میراث پہنچانے سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث قطع فرما دے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۳۶۳)

غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے۔ یا۔ خاص اس صورت میں کہ اس نفع و ضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے کہ عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہاں شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے وہیں سچے دوست سے نفع کی امید اور پکے دشمن سے ضرر کا خوف ہوتا ہے۔ عالم کی خدمت، حاکم کی اطاعت اسی لئے کرتے ہیں کہ دینی دنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لئے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۶۹۱)

۴۲۵۳۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من استطاع منکم ان ینفع احاداً فلینفعہ۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں اور اگر کوئی ورثہ نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یكون فی الورثة صغیر فلا یتخذ ذلك من التركة۔

ولی میت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرے تو اچھا ہے لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۲۶۵)

(۱۱) اَيُّوَصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلَّذِيْ كَرِمَتْ حِطَّةُ الْاُنثِيَّيْنَ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَا نَتْ وَاَحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۗ وَلَا لِابْوَيْهِ لِكُلِّ وَاَحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ اَبُوهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْتِيْ سِيْ بِهَا اَوْ دِيْنٍ ۗ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۗ فَرِيْضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ ☆

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کہ بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر نرئی لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئے بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

﴿ ۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصہ شرعی کا مالک ہوتا ہے، مانگے خواہ نہ مانگے، لے یا نہ لے، دینے کا عرف ہو یا نہ ہو، اگر چہ کتنی ہی مدت ترکہ کو گزر جائے۔ کتنے ہی اشتراک در اشتراک کی نوبت آئے اصلاً کہ باہات میراث ثابت کو ساقط نہ کرے

دوسرے کے حق پر ظالم و ستمگار۔ قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے موخر رکھا ہے ”من بعد وصیة تو صون بها او دین“ یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرور فرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محول۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۱۳۵)

(۱۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرَاهًا وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا. ☆

اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہراں کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں ”و عاشروہن بالمعروف ج“ اس بات پر دلالت کرتا کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی

سے پیش آؤ۔ اس کی تفسیر ان احادیث میں ہے۔ مرتب

۴۲۵۴۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکمل المؤمنین ایماناً أحسنہم خلقاً، وخیارکم خیارکم لئنسائہم۔

۱۳۸/۱	باب حق المرأة علی الزوج		۴۲۵۴۔ الجامع للترمذی،
۳۲۳/۲	السنن للدارمی،	☆ ۲۵۰/۲	المسند لاحمد بن حنبل،
۲۱۸/۱	المعجم الصغير للطبرانی،	☆ ۳/۱	المستدرک للحاکم
۳۰۳/۵	مجمع الزوائد للہیثمی،	☆ ۱۳۱۱	موارد الظمثان للہیثمی،
۴۱۱/۳	الترغیب والترہیب للمندری،	☆ ۲۵۴۱	المطالب العالیة لابن حجر،

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔  
(فتاویٰ رضویہ، حصہ دوم ۳/۹)

(۱۲) وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وُلْدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وُلْدٌ فَلَكُمْ الرَّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - وَلَهُنَّ الرَّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وُلْدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وُلْدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوَصَّوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةً أَوْ امْرَأَةً وَوَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ - فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصَّى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَارٍ وَصِيَّةٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ☆

اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو اور اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بنتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حکم والا ہے۔

﴿ ۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وصیت نافذہ شرعیہ اگر چہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد ادائے دین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اسکی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے، بلکہ نفس وقف در کنار شرائط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہیں ”کما نصوا علیہ بشرائطہ“ ورنہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور

اختیار یہ میں چند بیویوں کو برابر رکھنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر فرق کریگا قیامت کے دن ایک طرف جھکا اٹھے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۷۱)

۴۲۵۶۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ، لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، وَبِهَا عَوِجٌ، وَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسَرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ ہرگز کسی طرح تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے تو نفع حاصل کر لے۔ اور اگر سیدھی کرنے کی کوشش کی تو تو اسکو (سیدھا نہیں کر سکے گا بلکہ) توڑ دیگا۔ اور اسکو توڑنا طلاق دینا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۷۱)

۴۲۵۷۔ عن أبياس بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لَقَدْ طَافَ بِأَلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءً كَثِيرًا يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ أَوْلَيْكَ بِخَيْرٍ كُمْ۔

حضرت ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا۔ وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں۔ وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۹/۷۹)

(۲۰) وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ، وَآتَيْتُمْ أَحَدًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کامل وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو، اور تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں سے اچھے طریقے پر پیش آئے۔

۴۲۵۵۔ عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہتر سلوک کرے۔ اور میں اپنے اہل پر تم میں بہتر ہوں۔

### ﴿ ۵ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔

الرجال قوامون على النساء بما فضل بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم، یہاں تک کہ حدیث میں آیا۔ کہ اگر کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔ مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ انکے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور انکی بد خوئی پر صبر اور انکی دلجوئی اور جن چیزوں میں مخالفت شرع نہیں انکی مراعات شارع کو پسند ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق ان پر مقرر فرمائے انکے حق بھی مردوں پر مقرر فرمائے۔ ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف، از آنجملہ کھلانے پہنانے وغیر ہا امور

۱۴۳/۱	باب حسن معاشرۃ النساء	۴۲۵۵۔ السنن لابن ماجہ،
۴۶۸/۷	السنن الکبری للبیہقی، ☆	۱۵۹/۲ السنن للدارمی،
۳۰۳/۴	مجمع الزوائد للہیثمی ☆	۱۳۱۲ موار الظمان للہیثمی،
۲۱۱/۳	مشکل الآثار للطحاوی، ☆	۳۶۳/۱۹ المعجم الکبیر للطبرانی،
۳۵۵/۵	اتحاف السادة للزبیدی، ☆	۴۶۲ السلسلہ الصحیحۃ للالبانی،
۳۷۱/۱۶، ۴۴۹، ۴۵۱	کنز العمال للمنتقی، ☆	۱۴۱/۸ الطبقات الکبری لابن سعد،

نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں، تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ بھی حلال ٹھہریگی، لفظ لہ تعالیٰ: "احل لکم ما وراء ذلكم"

لا جرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہو نا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انہیں بھی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنا۔

معالم التنزیل میں ہے: یدخل فیہن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلت۔  
تفسیر کبیر میں ہے: النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبها الیک بالولادة بدرجة او بدرجات باناث او بذکور فہی بنتک۔ النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فہذہ الاقسام السبعة محرمة فی نص الكتاب بالانساب والارحام اه ملتقطا۔

تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقلمیں ہے: بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی۔

تفسیر جلالین میں ہے: و بنت الاخ و بنت الاخت و یدخل فیہن اولادہم۔  
فتوحات البیہ حاشیہ جلالین میں ہے: شملت العبارة بنت ابن الاخ وان سفل و بنت ابن الاخت وان سفل۔

ملتقى الابحار میں ہے: تحرم علی الرجل اختہ و بنتها و بنت اخیه وان سفلتا۔  
نقایہ میں ہے: حرم اصلہ و فرعہ و فرع اصلہ القرب۔  
شرح وقایہ میں ہے: و بنات الاخوة والاختوات وان سفلت فیحرم جمیع ہولاء۔

اصلاح میں ہے: حرم علی المرء اصلہ و فرعہ و اختہ و فرعہا و فرع اخیه۔  
درر میں ہے: و اختہ و بنتها وان سفلت۔  
فتح القدر میں ہے: یدخل فی بنات الاخ والاخت بناتہن وان سفلن۔  
اختیار شرح مختار و خزائن المفتین میں ہے: و بنات الاخ و بنات الاخوات وان سفلن فہو لاء محرمات بنص الكتاب نکا حا و و ط ا و دواعیہ علی التابید۔

مَنْ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا، اتَّأَخَذُ وَنَهَ بَهْتَانًا وَإِثْمًا  
مُبِينًا. ☆

اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شرع شریف میں مہر کی جانب اقل معین ہے یعنی دس درہم، لیکن جانب اکثر کی کوئی حد نہیں جو باندھا جائے گا دینا لازم آئے گا۔ (آیت و التیتم احد هن قنطارا) اس پر (وال ہے۔ مرتب) (فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۳۸۰)

(۲۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ  
وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ  
مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ اللَّاتِي فِي  
حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَاءِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ زَفَانٍ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ  
بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ زَوْحِلَّائِلُ أَبْنَاءُكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ  
وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا  
رَّحِيمًا. ☆

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور چھو پھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیبیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹیوں کی بیبیں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزر ابیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم حرمت میں داخل اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی

وہ علت ہے نہ جزء علت، اب آیہ کریمہ میں نہ رہا مگر "التي دخلتم بهن" یعنی ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی۔ نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں "قوله عز شانہ: وحلائل ابنائکم الذین من اصلا بکم" ہے، حرام کی گئیں تم پر تمہارے ان بیٹوں کی جو روئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح "الذین من اصلا بکم" یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبہنی کے لئے ہے نہ اخراج نبیرہ و بنہ کے واسطے یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جو رو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجیے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہیگا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال "وامہت نسائکم" کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام بعینہ اسی دلیل سے "ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم من النساء" میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجیے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجیے تو وہ ہمارا عین مذہب۔ بالجملہ ان سب مواضع میں صحیح نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح و بس، اب "دخلتم بهن" میں مولیٰ عزوجل نے دخول حلال و حرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم۔ کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اس کی بیٹی اس پر حرام نہ ہوئی؟ قطعاً جماعاً حرام ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا، بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول عورت ہی کو اس کے لئے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر مو طوہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک کنیز دو مولیٰ میں مشترک ہے، ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دختر کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یوہیں اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کا فرہ غیر کتابیہ یا اپنی اس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول: ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود

فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں ہے: وبنات الاخوات وان سفلن۔

محیط سرخسی وفتاویٰ علمگیری میں ہے: وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن۔

انوار امام یوسف اردنبیلی شافعی میں ہے: المحرمات علی التایید بالنسب

الامهات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوة والاختوات وان سفلت۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۷۴/۵-۲۷۵)

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے، وطی کی شرط

نہیں "قال تعالیٰ: وامهت نسائکم" اور وطی ہو تو بدرجہ اولے، نکاح ہو تو بالا جماع اور بلا

نکاح ہو تو ہمارے نزدیک۔ اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو "قال

تعالیٰ وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکنو نو

ادخلتم بہن فلا جناح علیکم" ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائیکگی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں

بالا جماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳۱۴/۵)

اس آیت کریمہ "وربائبکم التی الایۃ" میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس

طرح وصف "التی فی حجورکم" یعنی اس کی گود میں پلنا بالا جماع شرط حرمت نہیں، مثلاً

زید کسی پچپن سال کی عمر والی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی

چاروہ سالہ ہو جسے گود میں پانا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہو

سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کر لے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے "لا الہ الا اللہ

"یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں، اسی طرح وصف "نسائکم" یعنی ان

مدخولات کا زوجہ و منکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا لیلے و سلمے ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز

شرعی ہوں اسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر،

عیاذ باللہ۔ یہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے حالانکہ ہرگز

کنیزیں "نسائکم" میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر "ربائبکم" صادق، غالباً ان حراموں کو

حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تہم

آیت "فان لم تکنوا دخلتم بہن" تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یونہی شرط و ضروری بھی نہیں، یعنی نہ

الدلیل علی هذا الوجه احسن مما قيل اذ لا یرد علیہ ما افاده فی الفتح بل هو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدک الیہ ما ذکرته ههنا علی هامشه وباللہ التوفیق۔

مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث ”لا یحرم الحرام الحلال“ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ مگر یہ حدیث جس طرح مخالف کی دلیل ہو سکے سخت ضعیف و ساقط و ناقابل احتجاج ہے۔ بیہتی بآنکہ انتصار شافعیہ میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر کے تضعیف کر دی ”کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔“

اقول: دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المؤمنین خود قائل حرمت ہیں، کما تقدم۔ اگر خاص اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنی تھے، لاجرم امام احمد نے فرمایا: نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، نہ اثر ام المؤمنین بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے، کما فی الفتح۔

روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا۔

امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ، محدثین نے اسے متروک کر دیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: لیس بشئ، کوئی چیز نہیں۔

امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف بتایا۔

نسائی و دارقطنی نے کہا متروک ہے، حتی کہ امام ترمذی بن معین نے فرمایا: یکذب جھوٹ

بولتا ہے۔

اقول: یہی عثمان حدیث ام المؤمنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایت ابن حبان کتاب

الضعفا میں یوں ہے۔ ”حدثنا الحسن بن سفین نا اسحق بن بھلول نا عبد اللہ بن نا

فع نا المغیرة بن اسمعیل بن ایوب بن سلمة عن عثمان بن عبد الرحمن عن ابن

شہاب الزہری عن عروہ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سئل رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الرجل يتبع المرأة حراما ینکح ابنتها و يتبع الابنة

قرآن عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مجید نکاح نہیں، تو زن مظاہرہ بلاشبہ ”نسائکم“ میں داخل اور بعد وطی ”دخلتم بہن“ بھی حاصل تو قطعاً اس کی دختر کو حکم حرمت شامل۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کر لیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کر لے؟ حاشا للہ۔ یہ شریعت محمد رسول اللہ نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہو گئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بوجہ حلال ہونا لازم، بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح، اگرچہ بوجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہو گئی۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبد اللہ بن عباس و حضرت اقرء الصحابہ ابی بن کعب و حضرت عمران بن حصین و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت مفتنیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین و جماہیر ائمہ تابعین مثل حضرت امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب و امام اجل ابراہیم نخعی و امام عامر شعبی و امام طاؤس و امام عطاء بن ابی رباح و امام حنبل و امام اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اقول: مع ہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔

قال قائلہم:

التارکین علی طہر نساء ہم والناکحین بشطی دجلة البقرا

وقال آخر:

کبکر تحب لذیذ النکاح وتہرب من صولة الناکح

تو کریمہ ”لا تنکحوا ما نکح ابائو کم“ میں لا اقل محتمل تو ضرور اور

امر فرج میں شرعاً احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے۔ تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا، پھر مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بوجہ حرام بلا نکاح ہو علت تحریم رہیگا۔ ولعلک ان رجعت الی کلما تہم دریت ان تقریر

وغیرہ لا یکتب حدیثہ “ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے رواں کیا یعنی اس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو، امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے: نہی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراہیم الجوز جانی سمعت احمد بن حنبل يقول: لا تحل الروایة عندی عن اسحق بن ابی فروة “ امام احمد نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا، ابراہیم جوز جانی نے کہا: میں نے امام احمد کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے ”ابواب الفرائض باب ما جاء نى ابطال ميراث القتال“ میں حدیث ”القتال لا يرث بطريق اسحق ابن عبد الله عن الزهري عن حميد بن عبد الرحمن عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه“ روایت کر کے فرمایا: ”هذا حدیث لا یصح اسحق بن عبد الله بن ابی فروة قد تركه بعض اهل العلم منهم احمد بن حنبل۔“

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث ”الصباحة تمنع الرزق بطريق اسمعيل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروة عن محمد بن یوسف عن عمرو بن عثمان بن عفان عن ابیہ رضى الله تعالى عنه“ روایت کر کے کہا: لا یصح ابن ابی فروة متروک۔ امام خاتم الحفاظ نے الآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح نہ کی۔ غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے۔ ۳۶۱ میں انتقال کیا ”قالله ابن ابی فديك ۳۶۱ میں کما قاله ابن سعد وغير واحد وهو الصحيح كما فى تذهيب التهذيب۔“

اول تکمیل بن معلی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔

دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحاق بن محمد بن اسمعيل بن عبد الله بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں، ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں۔ ۳۶۱ میں انتقال کیا، یہ ہرگز متروک نہیں، امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی، تو وہ ان کی نسبت ”ترکوه“ کیونکر فرماتے۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا۔ البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں، امام نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔ ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں

حراما انیکح امہا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یحرم الحرام الحلال، انما یحرم ما کان بنکاح حلال۔

ابن حبان نے اسے روایت کر کے کہا: عثمان بن عبد الرحمن هو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوع لا یجوز الاحتجاج بہ، یہ عثمان بن عبد الرحمن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کر دیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں آئی ”حدیث صحیحہ ابن معلی بن منصور ثنا الحق بن محمد الفروی ثنا عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن ابی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لا یحرم الحرام الحلال۔

اولا: اس میں الحق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں، امام عبد الحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: فی اسنادہ اسحق ابن ابی فروہ وهو متروک “اس کی سند میں الحق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے۔ نقلہ عنہ المحقق فی المنتح۔

امام ابوالفرج نے علل متناہیہ میں فرمایا: ”قد رواہ اسحق بن محمد الفروی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یحرم الحرام الحلال، قال یحیی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ۔

یعنی یہ حدیث اسحاق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام ترمذی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ انتہی،

وانا قول: وباللہ التوفیق، سبحان من لا ینسی، حافظین جلیلین عبد الحق و ابی الفرج کو التباس واقع ہوا، الحق بن ابی فروہ خواہ الحق فروی دو ہیں، ایک الحق بن عبد اللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ سے، یہی متروک ہے، اسی کو امام بخاری نے ”ترکوہ“ فرمایا ”کما فی تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال وغیرہما“

تہذیب التہذیب میں ہے: قال ابوزرعہ و جماعۃ: متروک۔ امام ابوزرعہ اور ایک جماعت ائمہ نے فرمایا متروک ہے، میزان میں ہے: لم ارا احد امشاہ و قال ابن معین

جہان نے کہا ”کان ممن غلب علیہ الصلاح والعبادة حتى غفل عن حفظ الاخبار  
وجودة الحفظ للاثار فلما فحش خطوئه استحق الترك“

صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ احادیث سے غافل ہوئے،  
حدیثیں خوب یاد نہ رہیں، جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہو گئے۔ امام احمد و ترمذی  
سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا  
ضعیف عابد۔

ثالثاً قول:- اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ و مسئلہ زن مظاہرہ کافی، ظہار میں  
جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کر دیا۔

رابعاً: یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی اگر  
اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اس حدیث متروک و ساقط  
کی طرح نہیں، صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں،  
کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈالیں تو اسے حرام نہ کر دینگے۔

اقول: کیا اگر کوئی زنا سے جب ہو تو اسے نماز و قراءت قرآن و دخول مسجد و طواف کعبہ  
کہ حلال تھے حرام نہ ہو جائیں گے؟ کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے  
تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت مال حرام تھا اور مال غیر کے  
ساتھ ظلماً حرام در حرام اس حلال جانور کو حرام نہ کر دینگا؟ کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ  
میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایام حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زن حلال اس پر حرام  
نہ ہو جائے گی؟ صد ہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کر دیتا ہے۔ تو یہ اطلاق کیونکر مراد  
ہو سکتا ہے۔ لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول: یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس  
جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے ملکر اسے بھی نجس کر دیا، اب اس کی نجاست باعث حرمت ہوئی،  
اور اگر کوئی چیز ظاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ  
حلال خود حرام ہو گیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز کہ بوجہ اختلا  
ط اس کا تناول تناول حرام سے خالی نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہو سکے اور جدا کر لیں تو حلال

معرض ہیں۔ امام ابو حاتم نے کہا: مضطرب الحدیث ہیں، آنکھیں جانے کے بعد بار بار ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔

عقیلی نے کہا: امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں۔ امام ابو داؤد نے سخت ضعیف کہا۔ امام الشان نے فرمایا آنکھیں جا کر حفظ خراب ہو گیا تھا۔ امام عبد العظیم منذری کی ترغیب میں ہے ”اسحق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروة الفرووی صدوق روی عنه البخاری فی صحیحہ وقال ابو حاتم وغیرہ صدوق و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و وہاد ابو داؤد وقال النسائی لیس بثقة۔“

میزان الاعتدال میں ہے: هو صدوق فی الجملة صاحب حدیث قال ابو حاتم صدوق ذہبت بصرہ فرما لقن و کتبہ صحیحہ وقال مرة مضطرب وقال العقیلی جاء عن مالک باحدیث كثيرة لا يتابع علیہا و ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال النسائی لیس بثقة وقال الدارقطنی لا یتروک وقال ایضا ضعیف قد روی عنه البخاری ویو بخونه علی هذا و کذا ذکرہ ابو داؤد و وہاد جدا۔ تقریب میں ہے: صدوق کف فساء حفظہ۔

تذہیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات سنة ۲۶۔

پر ظاہر کہ اس حدیث کے روای یہی اسحق بن محمد فرووی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحق بن عبد اللہ فرووی متروک۔ بہر حال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیا قول: دوسرا محل کلام اسحق مذکور کے شیخ عبد اللہ میں ہے، ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے، امام ترمذی نے باب ”فیمن یتقیظ ویری بللا ولا یذکر احتلاما“ میں ایک حدیث ان سے روایت کر کے فرمایا: عبد اللہ ضعفہ یحیی بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث۔ عبد اللہ کو امام ترمذی بن سعید قطان نے نقصان حافظہ کی رو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اسی کے ”ابواب الصلاة باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل“ میں ہے: عبد اللہ بن عمر العمری لیس بالقوی عند اهل الحدیث ”وہ محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں، امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن المدینی نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن

اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد و زن کو جدا ہو جانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کر دینا فرض ہو جاتا ہے۔ مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہو جاتا یہاں تک کہ شوہر جب تک متار کہ نہ کرے اور بعد متار کہ عدت نہ گزرے عورت کو روانہ نہیں کہ دوسرے سے نکاح کر لے۔ اور قبل متار کہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے ولہذا اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے۔ ایسے نکاح کے از اللہ جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متار کہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدت طلاق کم نہیں ہوتا۔

در مختار میں ہے۔ بحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج بآخر الابد المتارکۃ وانقضاء العدة والوطوبہا لا یکون زنا“  
ردالمحتار میں ہے۔ “قال فی الذخیرۃ ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ المصاہرۃ والرضاع بل یفسد حتی لو وطئها الزوج قبل التفریق لا یجب علیہ الحد اشتبه علیہ او لم یشتبه علیہ۔“

اسی میں ہے “قال فی الحاوی الوطؤ فیہا لا یکون زنا لانه مختلف فیہ وعلیہ مہر المثل بوطئہا بعد الحرمة ولا حد علیہ ویشبہ النسب“  
اسی میں ہے “فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا تكون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک ومجرد انکار النکاح لا یکون متارکۃ امالو انکر و قال ایضا اذہبی و تزوجی کان متارکۃ والطلاق فیہ متارکۃ لکن لا ینقص بہ عدد الطلاق۔“

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دنوں کی وارث ہے، ماں کی وارث تو ظاہر کہ اولاد زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے “کما نصوا علیہ والمسألة فی الدر وغیرہ“ اور باپ کی وارث یوں کہ ابھی منقول ہو چکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن و شوہر آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہونگے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بدستور اپنی حلت پر ہو کمالا نکھی۔ یونہی زنا نے تماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ فرج مشتمی میں ایلاج مشتمی ہے، وقس علی ذلك البواقی۔

اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں۔ یہاں بھی عورت سے زنا کرنے دختر زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے، تو ”دحلتہم بہن“ صادق آیا اور دختر موطوءہ کی حرمت لایا، تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لئے اصلا حجت نہیں ولہ الحمد۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں ازاجملہ ”قال رجل یا رسول اللہ انی زلیت بامرأة فی الجاهلیة اذ نکح ابنتها قال لا اری ذلک ولا یصح ان تنکح امرأة تطع من ابنتها عسی ما تطع عبیه منہا“ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا، کیا اس کی بیٹی سے نکاح کر لوں؟ فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اسکی ماں سے مطلع تھا۔

اقول: نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام بانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من نظر الی فرج امرأة بشهوة حرمت علیہ امہا و بنتها“ جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ”مسمعون من نظر الی فرج امرأة و بنتها“ ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ”من نظر الی فرج امرأة و بنتها لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمة“ جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ کرے۔

نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ”فی الذی یزنی بام امراته قال حرمتا الیہ“ یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہو گئیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۲۵۹۔ عن المقداد بن معدی کرب الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَلَا إِنِّي أَوْ تَيْتُ الْكِتَابَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ - أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ يَنْشِي شُبْعَانًا عَلَى أَرِيكْتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحْلُوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَجِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْجِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ، أَلَا وَلَا لُقْطَةٌ مِنْ مَالٍ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُؤَهُمْ، فَإِنْ لَمْ يَقْرُؤَهُمْ فَلَهُمْ أَنْ يُعَقِّبُوهُمْ وَزَادَ بَعْضٌ - وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ -

(فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۹)

حضرت مقداد بن معدی کرب کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! بیشک مجھے قرآن کریم دیا گیا اور اسکے مثل بھی (یعنی حدیث شریف) خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسہری پر تکیہ لگا کر کہے: صرف قرآن کو تھام لو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حرام فرمایا ہو اور ایسا ہی حرام ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام فرمایا ہو، دیکھو! نہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کیلے والا درندہ جانور، اور نہ ذمی کافر کی گمشدہ چیز۔ ہاں جب اس چیز کا مالک اس سے لا پرواہ ہو جائے، اور سنو! جو کسی کے پاس مہمان بن کر جائے تو ان پر اسکی مہمانی لازم ہے۔ اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی مقدار ان سے وصول کرے۔ ۱۲م

۴۲۶۰۔ عن العرباض بن ساریة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَيَحْسِبُ أَحَدُكُمْ مُتَكِنًا عَلَى أَرِيكْتِهِ بِظَنِّ أَنْ اللَّهَ لَمْ يُجْرِمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ - أَلَا إِنِّي وَاللَّهِ قَدَّامَرْتُ وَوَعَّظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا كَمَثَلِ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرَ -

(فتاویٰ رضویہ ۱۱۹/۹)

لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها۔ "یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔ مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ "وان تجمعوا بین الاختین" کی تفسیر ہے۔ کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے، علاوہ بریں کریمہ "واحل لکم ما وراء ذلكم" عام مخصوص منہ البعض ہے۔ "قال الله تعالى: ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمنن ولا ممة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم" حدیث "کلامی لا ینسخ کلام اللہ" مجھض بے اصل ہے خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۸۵/۵)

۴۲۵۸۔ عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا ألفین أحدکم متکفراً علیٰ أریکتہ یأتیہ امرٌ مما أمرت بہ أو نہیت عنہ فبقول: لا أدری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناؤ۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱۹/۹)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کو نہ پاؤں مسہری پر تکیہ لگا کر یہ کہتے ہوئے حالانکہ اسکے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے، جو قرآن کریم میں پائینٹے ہم اسکی پیروی کریں گے۔ ۱۲م

۶۳۵/۲	☆ السنن لابن داؤد، السنة،	☆ ۹۱/۲	☆ الجامع للترمذی، العلم،
۱۵۰	☆ المسند للشافعی،	☆ ۳/۱	☆ السنن لابن ماجہ، المقدمة،
۲۰۹/۴	☆ شرح معانی الآثار للضحای،	☆ ۳۶۷/۲	☆ المسند لاحمد بن حنبل،
۱۵۱/۱	☆ التمهید لابن عبد البر،	☆ ۵۵۱	☆ المسند للحمیدی،
۱۰۸/۱	☆ المستدرک للحاکم،	☆ ۲۴/۱	☆ دلائل النبوة للبيهقي،
۲۰۱/۱	☆ شرح السنة للبعوی،	☆ ۱۷/۲	☆ الدر المثور للسيوطی،
۱۸۹/۲	☆ جامع العلم لابن عبد البر،	☆ ۱۷۴/۱، ۸۲۹	☆ كنز العمال لعلی المتقی،
	☆	☆ ۲۹۵/۱	☆ المعجم الكبير للطبرانی،

لعنت فرمائی ہے، فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اسکا ذکر نہ پایا۔ فرمایا: تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ آیت ضرور پڑھی ہوتی۔ کیا تم نے نہ پڑھا کہ ”جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔ کہنے لگیں: میں نے تو آپ کی اہلیہ کو بھی اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ فرمایا: جاؤ، اور دیکھو۔ وہ گئیں اور دیکھا تو انکے مطلب کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتیں تو میں بھی انکو اپنے پاس نہ رکھتا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

منکر حدیث دیکھے! کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں، کبار تابعین وثقات صالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال انکی فضیلت وصلاح قبول حق پر باعث ہوئی۔ سمجھ لیں اور اسکے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتیں۔ ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہئے۔

دلا مردانگی زین زن بیاموز

ع

ولكن الهداية لن تنالا - بلا فضل من المولى تعالى

ایک بار عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو! میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم - مَا آتَكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اللہ عزوجل نے تو فرمایا: کہ ارشاد رسول پر عمل کرو۔

وحدثنا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن خراش عن

حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ

حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ ہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، بن لو! خدا کی قسم! میں نے حکم دئے اور لکھتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں۔

۴۲۶۱۔ عن علقمة عن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: لعن الله الواشمات الموشمات و المتمصصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله قبيح ذلك امرأة من بني أسد يقال لها أم يعقوب فحاءت فقالت: إنه بلغني أنك لعنت كيت و كيت فقال: و مالي لا ألعن من لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و من هو في كتاب الله فقالت: لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول، قال: لئن كنت قرأته لقد وجدته، أما قرأت "و ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا" قالت: بلى، قال: فإنه قد نهى عنه، قالت: فإنى أرى أهلك يفعلونه، قال: فاذهبي و انظري، فذهبت و نظرت فلم ترم من حاجتها شيئاً فقال: لو كانت كذلك ما جامعتها۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۲۲/۹)

حضرت علقمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت بدن گودنیوالیوں اور گدوانے والیوں پر، منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔ یہ سن کر ایک بی بی اسدیہ جنکی کنیت ام یعقوب تھی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں، عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر

۴۲۶۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، التفسیر، ۷۲۵/، ☆ الصحیح لمسلم، اللباس، ۲۰۴/۲

الجامع للترمذی، الادب، ۲۰۸/۱ ☆ السنن لابن ماجہ، النکاح، ۱۴۴/۱

المسند لاحمد بن حنبل، ۴۳۴/۱ ☆ السنن للنسائی، الزینة، ۲۳۸/۲

☆ ۵۷۴/۲

السنن لابی داؤد، الترجل،

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اس کی مرضی کے لے۔  
(فتاویٰ رضویہ، ۵/۱۳۵)

(۳۴) الرَّجَالُ قَوَامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا. ☆

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

﴿ ۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں عورت پر شوہر کی بڑائی اور اس کے عظیم حقوق کا ذکر ہے، ساتھ ہی عورت کے حق کو بھی بیان فرمایا ہے، مزید وضاحت و تفسیر میں ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔ (مرتب)

۴۲۶۳۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: جاءت امرأة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! اخبرني ما حق الزوج على الزوجة؟ قال: لو كان ينبغي لبشر أن يسجد لبشر لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها إذا دخل عليها لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شوہر کا عورت پر کیا حق ہے

بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ - یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: ان دو کی پیروی کرو میرے جانشین ہونگے، ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ” و

حدثنا سفيان بن مسعر بن كدام عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن

عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه أمر بقتل المحرم الزنبور -

یعنی ہمیں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پہنچی کہ انہوں نے احرام

باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا۔ ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان -

(فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۲۲/۹)

خود رب العزہ تبارک و تعالیٰ قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے۔ ” ولا

يحرّمون ما حرم الله ورسوله “ کافر حرام نہیں جانتے ان چیزوں کو جنہیں اللہ اور اللہ کے

رسول نے حرام کیا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۸۵/۵)

(۲۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ

اللَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا. ☆

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری

باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

﴿ ۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ” اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ بغیر مرضی کسی مسلمان کا مال لینا درست نہیں، مزید وضاحت اس حدیث میں ہے۔ مرتب)

۴۲۶۲۔ عن أبي حميد الساعدي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم: لا يحل لمسلم ان يأخذ عصا اخيه بغير طيب نفس

منه۔

اس کا اس پر ہے۔

۴۲۶۶۔ عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال : كان اهل بيت من الانصار لهم جمل يسنون عليه ، وان الجمل استصعب عليهم فمنعهم ظهره ، وان الانصار جاءوا الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالوا : انه كان لنا جمل نسنى عليه وانه استصعب علينا ومنعنا ظهره ، وقد عطش الزرع والنخل فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : لأصحابه ، قوموا : فقاموا فدخل الحائط والجمل فى ناحية ، فمشى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم نحوه فقالت الانصار : يا نبى الله ! انه قد صار مثل الكلب الكلب ، وانا نخاف عليك صولته ، فقال : ليس على منه بأس ، فلما نظر الجمل الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اقبل نحوه حتى خر ساجدا بين يديه ، فأخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بنا صيته اذل ما كانت قط حتى أدخله فى العمل ، فقال له أصحابه : يا رسول الله ! هذه بهيمة لاتعقل تسجدلك ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لك ؟ فقال : لَا يَصْلَحُ لِبَشَرٍ أَنْ يُسْجُدَ لِبَشَرٍ ، لَوْ صَلَّحَ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظْمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا ، وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ ! لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهِ إِلَى مَفْرَقِ رَأْسِهِ قُرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلْتَهُ لِلْحُسْتِ مَأَدَّتْ حَقَّهُ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری گھرانے کا اونٹ تھا جس پر وہ لوگ کھیتی کے لئے پانی لا کر لاتے تھے۔ ایک دن وہ اونٹ قابو سے باہر ہو گیا اور پیٹھ پر بوجھ نہیں لادنے دیا۔ انصاری قبیلہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمارا ایک اونٹ تھا جس پر ہم پانی لا کر لاتے تھے لیکن اب وہ ہمارے قابو سے باہر ہے۔ اور ہماری کھیتیاں اور کھجور کی فصلیں قحط کا شکار ہیں۔ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا: چلو چل کر دیکھیں حضور باغ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اونٹ ایک طرف

؟ فرمایا: اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے، اس فضیلت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اس پر رکھی ہے۔

۴۲۶۴۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو پہلے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۱۲م

۴۲۶۵۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: دخل انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حائطا، فجاء بعیر فسجد له، فقلوا: هذه بنیمة لا تعقل سجدت لك ونحن نعقل، فنحن أحق أن نسجد لك، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَا يَصْلَحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَوْ صَلَحَ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِمَالَةٍ مِنَ الْحَقِّ عَلَيْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک اونٹ نے حاضر ہو کر حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یہ بے عقل چوپایہ ہے۔ اس نے حضور کو سجدہ کیا، ہم تو عقل رکھتے ہیں تو ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے، ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا: کہ شوہر کو سجدہ کرے اس حق کے سبب جو

۴۲۶۴۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ۱۳۸/۱

السنن لابن داؤد، باب حق الزوج علی المرأة، ۲۹۱/۱

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ☆

۴۲۶۵۔ کنز العمال للمتقی، ۴۴۷۷۷، ۳۳۳/۱۶ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ۴/۹

الدر المنثور للسيوطی، ۱۵۴/۲ ☆ اتحاف السادة للربیدی، ۲۰۶/۲

امام سیوطی نے منائل الصفا میں اس حدیث کی سند کو حسن فرمایا۔

تو میں عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔

۴۲۶۸۔ عن عبد الله بن أبي أوفى رضى الله تعالى عنه قال: بينما نحن قعود مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذ أتاه آت فقال: يا رسول الله! ناضح آل فلان قد ابق عليهم، فنهض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (فذكر القصة وفيه سجود البعير له صلى الله تعالى عليه وسلم) فقال اصحابه: يا رسول الله! بهيمة من البهائم تسجد لك لتعظيم حقلك، فنحن احق ان نسجد لك، قال: لا، لو كنت امرأ أحدًا من أمتي أن يسجد بعضهم لبعض لأمرت النساء أن يسجدن لأزواجهن.

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، کسی نے آکر عرض کی: فلاں گھر کا شتر آبکش بے قابو ہو گیا۔ حضور اٹھے اور ہم ہمراہ رکاب اٹھے ہم نے عرض کی حضور اس کے پاس نہ جائیں، حضور تشریف لے گئے۔ اونٹ کی نظر جمال انور پر پڑنا اور اس کا سجدہ میں گرنا ہم نے دیکھا۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک چوپایہ تو حضور کی تعظیم حق کے لئے حضور کو سجدہ کرے، ہم زیادہ اس کے لائق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہیں، اگر میں اپنی امت میں ایک دوسرے کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو فرماتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔

۴۲۶۹۔ عن يعلى بن مرة الثقفي رضى الله تعالى عنه قال: خرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوما فجاء بعير يرغو حتى سجد له، فقال المسلمون: نحن احق أن نسجد للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: لو كنت امرأ أحدًا أن يسجد لغير

۴۲۶۸۔ دلائل النبوة للبيهقي، ۲۹/۶ ☆ دلائل النبوة لابی نعیم، ۱۳۷

۴۲۶۹۔ السنن لابن ماجه، باب حق الزوج على المرأة، ۱۳۳/۱

الترغيب والترهيب للمندري، ۵۶/۳ ☆ دلائل النبوة لابی نعیم، ۲۷۳

مطالع المسرات میں کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

کھڑا ہے۔ حضور اسکی طرف تشریف لے گئے۔ انصاری بولے: یا رسول اللہ! یہ بورائے ہوئے کتے کی طرح ہو رہا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں حضور پر حملہ کر دے۔ فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ جب اونٹ نے حضور کو دیکھا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سجدہ میں گر پڑا حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پکڑی تو وہ ایسا تابع ہو گیا کبھی نہیں تھا یہاں تک کہ حضور نے اسکو کام پر لگا دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بے عقل جانور آپکو سجدہ کرتا ہے ہم تو ذی عقل ہیں۔ لہذا ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ اگر کسی انسان کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ شوہر کا بیوی پر نہایت حق عظیم ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر شوہر کے قدم سے سر تک زخم ہو جس سے خون اور پیپ بہتا ہو۔ پھر وہ اسکو چاٹ کر صاف کرے جب بھی شوہر کے حق سے سبکدوش نہ ہو۔ ۱۲م (فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۲۱۸/۹)

۴۲۶۷۔ عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: دخل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حائطا للأنصار ومعه أبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما في رجال من الأنصار، وفي الحائط غنم فسجدن له فقال أبو بكر: يا رسول الله! كنا نحن احق بالسجود لك من هذه الغنم، قال: إنه لا ينبغي في أمتي أن يسجد أحد لأحد، ولو كان ينبغي أن يسجد أحد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان بکریوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: بیشک میری امت میں نہ چاہئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے۔ اور ایسا مناسب ہوتا

بالسجود من هذه البهيمة ، قال : لَوْ يَنْبَغِي لِشَيْءٍ مِّنَ الْخَلْقِ أَنْ يَسْجُدَ لِشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ يَنْبَغِي لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا -

حضرت ثعلبہ ابن ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ میں سے کسی نے ایک اونٹ آب کشی کو خرید اور سار میں کر دیا۔ جب اسے لادنا چاہا جو پاس جاتا اس پر حملہ کرتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے سرکار میں حال معروض ہو اور شاد ہوا: دروازہ کھولو عرض کی: حضور اندیشہ ہے، فرمایا: کھولو، کھول دیا گیا۔ اونٹ کی نگاہ جمال انور پر پڑنی تھی کہ حضور کے لئے سجدہ میں گرا۔ حاضرین میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور پڑ گیا۔ پھر عرض کی: یا رسول اللہ! ہم تو اس چوپائے سے زیادہ سجدہ کرنے کے سزاوار ہیں۔ فرمایا: اگر مخلوق میں کسی کو کسی غیر خدا کے لئے سجدہ مناسب ہوتا تو عورت کو چاہئے تھا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۲۔ عن غیلان بن سلمة الثقفي رضي الله تعالى عنه قال : خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بعض اسفاره فرأينا عجبا من ذلك ، ثم مضينا فنزلنا منزلا ، فجاء رجل فقال : يا رسول الله ! انه كان لي حائط فيه عيشي و عيش عيالي ، و لي فيه ناضحان ، فاغتلما علي فمعا نى انفسهما ، و حائطي و ما فيه ، لا يقدر أحد أن يدنو منهما ، فنهض نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم باصحابه حتى أتى الحائط فقال : لصاحبه : افتح ! فقال : يا نبي الله ! امرها اعظم من ذلك ، قال : افتح ! فلما حرك الباب أقبلا ، لهما جلبة كخفيف الريح ، فلما انفرج الباب و نظر الى نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم بركا ، ثم سجد افاخذ نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم برأسهما ثم دفعهما الى صاحبهما فقال : استمعلها و احسن علفهما ، فقال القوم : يا نبي الله ! تسجد لك البهائم فما لله عندنا بك احسن من هذا حين هدانا الله من الضلالة و استنقذنا بك من المهالك ، افلا تاذن لنا في السجود لك ؟ فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم : إن السُّجُودَ لَيْسَ إِلَّا لِلْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ، وَ لَوْ أَنِّي أَمْرٌ أَحَدًا مِّنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ

اللّٰهُ تَعَالٰی لَا مَرْتٌ الْمَرْأَةُ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لئے جاتے تھے۔ ایک اونٹ بولتا ہوا آیا اور قریب آ کر سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا: ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کو غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۰۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان في نفر من المهاجرين والانصار فجاء بعير فسجد له، فقال اصحابه: يا رسول الله! تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك، فقال: اعبدوا ربكم واکرموا احوالكم، ولو كنت امرأ احدًا ان يسجد لاحد لا امرت المرأة ان تسجد لزوجها۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جماعت مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ ایک اونٹ نے آ کر سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم۔ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۱۔ عن ثعلبة بن أبي مالك رضي الله تعالى عنه قال: اشترى انسان من بنى سلمة جملا ينضح عليه فادخله في مربد، فجاء لما يحمله فلم يقدر احد ان يدخل عليه الا تخبطه، فجاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكر له ذلك، فقال: افتحوا عنه! فقالوا: انا نخشى عليك يا رسول الله! قال: افتحوا عنه! ففتحوا، فلما رآه الجمل خر ساجدا، فسبح القوم وقالوا: يا رسول الله! كنا احق

و سلم سجده ، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ائتنی بشئ أشد بہ رأسہ  
وامکنک منہ ، فجاء بحطام فشد بہ رأسہ وامکنہ منہ ، ثم مشی الی أقصى الحائط  
الی الفحل الآخر ، فلما رأہ وقع له ساجدا ، فقال لرجل : ائتنی بشئ أشد بہ رأسہ ،  
فشد رأسہ وامکنہ منہ ، فقال : اذهب فانہما لا یعصیانک ، فلما رأى أصحاب النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلك ، قالوا : یا رسول اللہ ! هذین فحلین لا یعقلان  
سجدا لک ، أفلا نسجد لک ؟ قال : لا أمر أحدًا أن یسجد لأحدٍ ، ولو أمرت أحدًا  
یسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کے  
دواونٹ مست ہو گئے ، انہوں نے دونوں کو باغ میں بند کر دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے حاضر آئے۔ حضور اس وقت چند انصار کرام کے ساتھ  
تشریف فرما تھے۔ عرض کیا : یا نبی اللہ ! میں ایک ضرورت کے تحت حاضر آیا ہوں۔ میرے دو  
اونٹ مست ہو گئے ہیں۔ میں نے دونوں کو باغ میں بند کر دیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ حضور  
دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انکو میرے تابع بنا دے۔ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا : ہمارے ساتھ  
چلو ! حضور دروازے کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا : دروازہ کھولو ! وہ صاحب حضور کے  
بارے میں ڈرے کہ کہیں کوئی تکلیف پہنچائیں۔ فرمایا : کھولو ! دروازہ کھول دیا گیا۔ دیکھا کہ  
ایک اونٹ تو دروازہ کے قریب ہی موجود ہے۔ جب اس نے حضور کو دیکھا تو فوراً سبہ کیا۔ حضور  
نے فرمایا : کوئی چیز لاؤ جس سے میں اس کا سر باندھوں اور تمہارے قبضہ میں دیدوں۔ لہذا  
ایک مہار لائی گئی ، حضور نے اس کا سر باندھا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر باغ کے دوسرے  
کنارے پر دوسرا ملا اس نے بھی ایسا کیا۔ حضور نے اسکے لئے بھی ایسا ہی کیا اور مالک کے  
حوالے کر دیا۔ پھر ان سے فرمایا : تمہاری تابعداری میں رہیں گے اور بے قابو نہیں ہونگے۔

۴۲۷۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی ، ☆ ۲۸۲/۱۱ مجمع الزوائد للہیثمی ، ۵/۹

البداية و النهاية لابن کثیر ، ☆ ۱۵۶/۶ کنز العمال للمنفی ، ۴۴۷۹۵ ، ۱۶/۳۳۶

مجمع بحرین میں کہا : اس حدیث کہ جملہ رجال ثقہ ہیں۔

بِالسُّجُودِ لِأَمْرُتِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رکاب انور میں تھے۔ ہم نے ایک عجب دیکھا۔ ایک منزل میں اترے۔ وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یا نبی اللہ! میرا ایک باغ ہے کہ میری اور میرے عیال کی وہی وجہ معاش ہے اس میں میرے دو شتر آبلش تھے۔ دونوں مست ہو گئے ہیں۔ نہ اپنے پاس آنے دیں، نہ باغ میں قدم رکھنے دیں۔ کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کرام اٹھ کر اس باغ کو گئے۔ فرمایا: کھول دے عرض کی: یا نبی اللہ! ان کا معاملہ اس سے سخت تر ہے۔ فرمایا: کھول! دروازے کو جنبش ہوئی تھی کہ دونوں شور کرتے ہوئے ہوا کی طرح جھپٹے دروازہ کھلا اور انہوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے۔ حضور نے ان کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کر دیے۔ اور فرمایا: ان سے کام لے اور چارہ بخوبی دے، حاضرین نے عرض کی: یا نبی اللہ! چوپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو حضور کے سبب ہم پر اللہ کی نعمت تو بہتر ہے۔ اللہ نے گمراہی سے ہم کو راہ دکھائی اور حضور کے ہاتھوں پر ہمیں دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات دی کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک سجدہ میرے لئے نہیں۔ وہ تو اسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ میں امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا حکم دیتا۔

۴۲۷۳۔ عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رجلا من الأنصار كان له فحلان ، فاغتلما فأدخلهما حائطا فسد عليهما الباب ، ثم جاء الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فأراد أن يدعوه ، والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم قاعد ومعه نفر من الأنصار ، فقال: يا نبي الله! اني جئت في حاجة ، وإن فحلين لي اغتلما ، وإني أدخلتهما حائطا وسددت الباب عليهما ، فأحب أن تدعولي أن يسخرهما الله لي ، فقال لإصحابه : قوموا معنا! فذهب حتى أتى الباب فقال: افتح! فاشفق الرجل على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقال: افتح ، ففتح الباب ، فاذا أحد الفحلين قريب من الباب ، فلما رأى النبي صلى الله تعالى عليه

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلك ثلاث مرات ، ثم ناولها اياه ، فلما رجعنا فكننا بذلك الماء عرضت لنا المرأة معها كبشان تقودهما و الصبي تحمله ، فقالت : يا رسول الله ! أقبل مني هديتي ! فوالذي بعثك بالحق ان عاد اليه ، فقال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : خذوا أحدهما منها وردوا الآخر - ثم سرنا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بيننا فجاء جمل ناداً ، فلما كان بين السما طين خر ساجداً ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ايها الناس ! من صاحب هذا الجمل فقال فتية من الأنصار : هو لنا يا رسول الله ! قال : فما شأنه ؟ قال : ما سنونا عليه منذ عشرين سنة ، فلما كبرت سنة و كان عليه شحمة و اردنا نحره لننقسمه بيننا غلماً فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : تبعونه ؟ قالوا : يا رسول الله ! هو لك ، قال فأحسنوا اليه حتى ياتيه اجله ، قالوا يا رسول الله ! نحن احق ان نسجد لك من البهائم ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لا ينبغي لبشر أن يسجد لبشر ، ولو كان ذلك كانت النساء لأزواجهن .

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں ہمراہ رکاب والا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ رفع حاجت کے لئے دور لوگوں کی نگاہوں سے غائب تشریف فرما ہوتے۔ ہم نے ایک میدان میں قیام کیا۔ جہاں نہ کوئی ٹیلہ تھا اور نہ درخت، مجھ سے فرمایا: اے جابر! مشکیزہ لے کر ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے مشکیزہ پانی سے بھرا۔ پھر لوگوں کی نگاہوں سے دور چلے گئے۔ وہاں دو پیڑ چار گز کے فاصلہ پر تھے۔ مجھ سے فرمایا: اے جابر! اس پیڑ سے کہدے کہ دوسرے سے مل جا۔ فوراً مل گئے۔ بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر سوار ہوئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرندہ سایہ کئے ہیں۔ راہ میں ایک عورت ایک اپنا بچہ لئے ہوئے ملی عرض کی: یا رسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیطان دبا تا ہے۔ بچہ اس سے لے کر تین بار فرمایا: دور ہو اے خدا کے دشمن! میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر بچہ اسکی ماں کو دیدیا۔ جب ہم پلٹتے ہوئے اس منزل میں پہنچے۔ وہی بی بی اپنا بچہ اور دو دنبے لئے حاضر ہوئی۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میرا یہ بدیہ قبول فرمائیں۔ قسم اسکی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب سے بچہ کو خلل نہ ہوا۔ حضور نے فرمایا: ایک دنبہ لے لو اور ایک پھیر دو۔

صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ دونوں بے عقل اونٹ آپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو کیا ہمیں اجازت نہیں کہ ہم حضور کو سجدہ کریں؟ فرمایا: میں کسی کو کسی کے سجدہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کسی مخلوق کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے۔ ۱۲م

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث میں پہلی حدیث کی طرح دو اونٹوں کا مست ہونا ہے۔ وہ سفر کا واقعہ تھا۔ اور یہاں انکے مالک انصاری خود دعا کرانے آئے۔ تغایر سیاق دلیل ہے کہ جدا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
فتاویٰ رضویہ ج ۲۱۹/۹

۴۲۷۴۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد البراز تباعد حتی لا یراہ أحد، فنزلنا منزلاً بفلات من الأرض لیس فیہا علم ولا شجر، فقال لی: یا جابر! خذ الأداة وانطلق بنا! فملاأت الأداة ماء، فانطلقنا فمشینا حتی لانکاد نری، فاذا شجرتان بینہما أربعة أذرع، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا جابر! انطلق، فقل لہذہ الشجرة! یقول لک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ألحقی بصاحبک حتی اجلس خلفکما، ففعلت، فرجعت حتی لحقت بصاحبتہا، فجلس خلفہما حتی قضی حاجتہ ثم رجعتا فرکبنا رواحلنا فسرنا کانما علینا الطیر یظننا، فاذا نحن بامرأة قد عرضت لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معها صبی تحملہ، فتأملت: یا رسول اللہ! ان ابنی هذا یا خذہ الشیطان کل یوم ثلاث مرات لا یدعہ، فوقف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فتناوله، فجعلہ بینہ و بین مقدمة الرجل، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: احسأعدو اللہ! انا رسول اللہ، فاعاد

۴۲۷۴۔ دلائل النبوة للبيهقي، ۱۸/۶ ☆ المصنف لابن ابی شیبہ، ۵۵۳/۳

السنن للدارمی، ۱۱/۱ ☆ مجمع الزوائد للهيثمی، ۷/۹

التمهيد لابن عبد البر، ۲۲۴/۱ ☆

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیے کہ میرا یقین بڑھے۔ فرمایا: کیا چاہتا ہے؟ عرض کی: حضور اس درخت کو بلائیں کہ حضور میں حاضر ہو۔ فرمایا: جابلہ، وہ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا: تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں وہ فوراً ایک طرف کو اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے۔ پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے۔ پھر چلا۔ اور حضور میں حاضر ہو کر صاف زبان سے کہا: سلام حضور پر اے اللہ کے رسول! اعرابی نے کہا: مجھے کافی ہے، مجھے کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا: پلٹ جا، فوراً واپس ہو اور انہیں ریشوں پر مع شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اجازت عطا ہو کہ سر اقدس اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دوں۔ حضور نے اجازت دی۔ پھر عرض کی: اجازت عطا ہو کہ حضور کو سجدہ کروں۔ فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرنا۔ مخلوق میں کوئی کسی کو سجدہ نہ کرنے میں کسی کے لئے اس کا حکم کرتا تو عورت کو حکم فرماتا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔

۴۲۷۶۔ عن عبد الله بن ابي اوفى رضى الله تعالى عنه قال: لما قدم معاذ رضى الله تعالى عنه من الشام سجد للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: ما هذا يا معاذ؟ قال: أتيت الشام فوافقتهم يسجدون لاسافتهم و بطارقتهم فوددت فى نفسى ان نفعل ذلك بك، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: فلا تفعلوا؟ فإنى لو كنت امرأ أحدًا أن يسجد لغير الله لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها، والذى نفس محمد بيده لا تؤدى المرأة حق ربها حتى تؤدى حق زوجها، ولو سألتها نفسها وهى على قتب لم تمنعه.

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ

پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ ناگاہ ایک اونٹ چھوٹا ہوا آیا۔ جب دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکا مالک حاضر ہو۔ کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے۔ بولے یا رسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔ فرمایا: اس کا کیا قصہ ہے۔؟ عرض کی: بیس برس سے اس پر ہم نے آبلشی نہ کی۔ یہ فر بہ چربی دار ہے۔ اب چاہا کہ اسے حلال کر کے بانٹ لیں۔ یہ ہم سے چھوٹ آیا۔ فرمایا: یہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ عرض کی: بلکہ یا رسول اللہ وہ حضور کی نذر ہے۔ فرمایا: میرا ہے تو مرتے دم تک اسکے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! چوپایوں سے زیادہ ہمیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں۔ ورنہ عورتیں شوہروں کو کرتیں۔

۴۲۷۵۔ عن برید بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء اعرابی اسی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! قد اسلمت فارنی شئیا ازدادہ یقینا، فقال: مالذی ترید قال ادع تلك الشجرة ان تاتیک قال: اذهب فادعها فاتاها الاعرابی فقال: أجیبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمالت علی جانب من جوانبها فقطعت عروقها، ثم مالت علی الجانب الآخر فقطعت عروقها حتی اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت: السلام علیک یا رسول اللہ! فقال الاعرابی: حسبی حسبی فقال لہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ارجعی فرجعت فجلست علی عروقها او فروعها، فقال الاعرابی: ائذن لی یا رسول اللہ ان اقبل رأسک ورجلیک، ففعل ثم قال: ائذن لی ان أسجد لک! قال لا یسجد أحد لأحد، ولو أمرت أحدًا أن یسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها لعظم حقہ علیہا۔

کہا: تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو کریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے انبیاء پر بہتان کرتے ہیں۔ جیسے انہوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو حکم دیتا۔ کوئی عورت ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پاسکتی جب تک اپنے شوہر کا حکم نہ بجالائے خواہ شوہر اسکو پالان پر ہی کیوں نہ بلائے۔ ۱۲م

۴۲۷۸۔ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما رجع من الیمن قال: یا رسول اللہ! رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضهم لبعضهم، افلا نسجد لک؟ قال: لو کنت امر بشرًا یسجد لبشر لا أمرت المرأة ان تسجد لزوجها۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب یمن سے واپس آئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ فرمایا: اگر میں کسی بشر کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث صحیح ہے۔ اسکے سب راوی رجال بخاری و مسلم ہیں۔ اور جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں لاجرم دو واقعے ہیں۔ اول بار شام میں یہود و نصاریٰ کو دیکھ کر آئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ جس پر ممانعت فرمائی دوبارہ اہل یمن کو دیکھ کر آئے۔ اب اپنے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کے کمال شوق میں یا تو پہلا واقعہ ذہن سے اتر گیا۔ یا اس میں بوجہ مخالفت یہود و نصاریٰ کہ آخر میں عمل نبوی اس پر تھا۔ نہی ارشاد کو محتمل سمجھا اور سبب احتمال نہی حتمی اس بار پہلے کی طرح سجدہ کیا نہیں۔ صرف اذن چاہا اور ممانعت فرمادی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ دوم ۹/۲۲۱)

۴۲۷۹۔ عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتیت الحیرة فرأیتهم -----

۴۲۷۸۔ المسند لآحمد بن حنبل، ۲۲۸/۵ ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۷۵/۲۰۰

۱۲۹۱/۱

۴۲۷۹۔ السنن لابی داؤد، باب فی حق الزوج،

تعالیٰ عنہ جب ملک شام سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حضور نے فرمایا: معاذ! یہ کیا؟ عرض کی: میں ملک شام کو گیا تو وہاں نصاریٰ کو دیکھا کہ اپنے پادریوں سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہ کرو۔ میں اگر سجدہ غیر خدا کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا حکم دیتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کے حق سے سبکدوش اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ اگر شوہر عورت کو بلائے اور وہ کجاوے پر ہو تب بھی منع نہ کرے۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث حسن ہے اسکی سند میں کوئی ضعف نہیں۔ ابن حبان نے اسے اپنی صحیح

میں روایت کیا۔ اور امام منذری نے اس کے صالح ہونے کا اشارہ کیا۔

(فتاویٰ رضویہ دوم ۲۲۰/۹)

۴۲۷۷۔ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : انہ اتی الشام فرأی النصارى یسجدون لاساقفتهم و قسيسیہم و بطارقتہم ، و رأى الیہود یسجدون لاجبارہم و رهبانہم و ربانیہم و علمائہم و فقہائہم ، فقال : لای شیء تفعلون ہذا؟ قالوا : ہذہ تحیة الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام ، قلت ، فنحن احق ان نصنع بنینا ، فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : انہم کذبوا علی انبیائہم کما حرفوا کتابہم ، لو امرت احدا ان یسجد لأحد لا امرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا من عظیم حقہ علیہا ، و لا تجد امرأۃ حلاوۃ الایمان حتی تؤدی حق زوجہا ولو سألتہا نفسہا وہی علی ظہر قنب ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ شام کو گئے تو دیکھا نصاریٰ اپنے پادریوں، فقیروں، کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو، ان سے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو؟ بولے یہ انبیاء کی تحیت ہے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے

۴۲۸۱۔ عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لِأَمْرٍ الْمَرْأَةُ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔ ۱۲م (فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۲۲۱)

۴۲۸۲۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ حَقَّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ أَنْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ أَنْ لَا تَمْنَعَهُ نَفْسَهَا، وَمِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ أَنْ لَا تَصُومَ تَطَوُّعًا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَعَطِشَتْ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا، وَلَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَمَلَائِكَةُ الْأَرْضِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتَّى تَرْجِعَ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی سواری پر اس سے قربت چاہے تو یہ منع نہ کرے۔ اور شوہر کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ اگر روزہ رکھا تو بھوکی اور پیاسی رہنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم نہ نکالے کہ اگر ایسا کیا تو اس پر آسمان وز میں کے فرشتے اور رحمت و عذاب کے فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے رہیں گے جب تک وہ واپس نہ لوٹ آئے۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایک زن ختمیہ نے خدمت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر

۴۲۸۱۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ۱۳۸/۱

۴۲۸۲۔ الترغیب والترہیب للمندری، ۵۷/۳ ☆ الدر المنثور للسيوطی، ۱۵۲/۲

المطالب العالیة لابن حجر، ۱۶۱۲ ☆ کنز العمال للمنفی، ۴۴۸۰۸،

یسجدون لمرزبان لهم، فقلت: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم احق ان يسجد له، قال: فاتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت: انى اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فانت يا رسول الله! احق ان نسجد لك، قال: ازأيت لو مررت بقبرى اكنت تسجد له، قال: قلت: لا، قال: فَلَا تَفْعَلُوا، لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ.

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں (کہ قریب کوفہ ہے) گیا۔ وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے شہر یار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ مستحق ہیں۔ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بہ حال و خیال عرض کیا: فرمایا: بھلا تم ہمارے مزار کریم پر گزرو تو کیا سجدہ کرو گے۔ میں نے عرض کی: نہ، فرمایا: تو نہ کرو۔ میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو شوہروں کے سجدہ کا حکم فرماتا۔ اس حق کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے انکا ان پر رکھا ہے۔

﴿ ۱۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابوداؤد نے سکوتاً اس حدیث کو حسن بتایا۔ حاکم نے تصریحاً کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

اور ذہبی نے تلخیص میں اسے مقرر رکھا۔ کما فی الاتحاف۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم ۲۲۱/۹)

۴۲۸۰۔ عن سراقه بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله تعالى عليه وسلم: لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینا ہوتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۸۰۔ المعجم الكبير للطبراني، ۱۲۹/۷ ☆ المسند للاحمد بن حنبل، ۳۸۱/۴

مجمع الزوائد للهيثمى، ۳۱۰/۴ ☆ كثر العمال للمتنبي، ۴۴۷۷۶، ۳۳۳/۱۶

۴۲۸۴ - عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل الى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم با بنة له فقال: يا رسول اللہ! هذه ابنتی قد ابت ان تزوج فقال لها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَطِيعِي أَبَاكَ - فقالت: والذي بعثك بالحق لا أتزوج حتى تخبرني ما حق الزوج على الزوجة؟ قال: حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَةٍ لَوْ كَانَتْ بِه قُرْحَةٌ فَلَجِسْتَهَا، أَوْ انْتَشَرَ مِنْخَرَاهُ صَدِيدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعْتَهُ مَا أَذَتْ حَقَّهُ، قالت: و الذي بعثك بالحق لا اتزوج ابدا، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَا تَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا بِإِذْنِهِنَّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی اپنی صاحبزادی کو لے کر بارگاہ عالم پناہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والد محترم کا حکم مان، اس لڑکی نے عرض کیا: قسم اس پروردگار عالم کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں اس وقت تک نکاح نہ کروں گی جب تک حضور یہ نہ بیان فرمادیں۔ کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے۔ فرمایا: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے کوئی پھوڑا ہو اور عورت اسکو چاٹ کر صاف کر لے، یا اسکے نتھنوں سے خون یا پیپ نکلے اور عورت اس کو نگل لے۔ تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی اس لڑکی نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کا نکاح انکی مرضی کے بغیر نہ کرو۔

﴿ ۱۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام حافظ زکی الملت والدین کا قول ہے: اس حدیث کی سند جید اور اسکے سب راوی ثقات مشہورین ہیں۔ سبحان اللہ، اس حدیث جلیل کو دیکھئے! دختر ناکتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم

ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور مجھے سنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے۔ میں زن بے شوہر ہوں اسکی ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ بیٹھی رہوں۔ یہ سکر سرکار نے مندرجہ بالا فرمان ذی شان سنایا۔ یہ سکر ان بی بی نے کہا: بلاشبہ اب میں کبھی شادی کا نام نہ لوں گی۔  
(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۸۴)

۴۲۸۳۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاءت امرأة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! انا فلانة بنت فلان، قال: قد عرفتك فما حاجتك، قالت: حاجتي الى ابن عمي فلان العابد، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: قد عرفته، قالت: يخنتني فاخبرني ما حق الزوج على الزوجة؟ فان كان شيئا اطيقه تزوجته وان لم اطق لا اتزوج۔ قال: من حقه لو سأل منخراه دما او قيحا فليجسه بلسانها ما اذت حقه، لو كان ينبغي لبشر ان يسجد لبشر لا امرت المرأة ان تسجد لزوجها اذا دخل عليهما لما فضله الله عليهما۔ اذا سمعت هذا فقالت: والذي بعثك بالحق لا اتزوج ما بقيت الدنيا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بی بی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فلاں بنت فلاں ہوں۔ سرکار نے فرمایا: میں نے تم کو پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا: مجھے اپنے چچا زاد بھائی سے کام ہے۔ فرمایا: میں نے اسے بھی پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا: اس نے مجھے نکاح کا پیام دیا ہے، تو آپ مجھے شوہر کے حقوق سے باخبر فرمائیں۔ اگر وہ میرے قابو کی چیز ہیں تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔ سرکار نے ارشاد فرمایا: شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اگر اسکے دونوں نتھنے خون اور پیپ سے بہ رہے ہوں اور بیسوی اسے اپنی زبان سے چالے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ اگر کسی انسان کا کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ کہ مرد جب بھی باہر سے اسکے سامنے آئے تو یہ اسے سجدہ کرے۔ کیونکہ خداوند قدوس نے مرد کو فضیلت ہی اس طرح کی دی ہے۔ یہ ارشاد سن کر ان بی بی نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ رہتی دنیا تک میں نکاح کا نام نہ لوں گی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بد مذہب کی طرف اسکی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کو ڈھانے میں اعانت کی۔

و فی الباب عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسل۔

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعاً واجب الایمانہ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز، علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں ”الفساق العالم تجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم۔“

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح المعین پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیہم اہانتہ شرعاً“

علامہ محقق سعد المملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: حکم المبتدع البغض و العداوۃ و الاعراض عنہ و الایمانۃ و الطعن اللعن ”بد مذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں روگردانی کریں اس کی تذلیل و تحقیر بجالاتیں اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔“

لا جرم ثابت ہوا کہ بد مذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۶۸/۵)

(۴۰) اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّ اِنْ تَکُ حَسَنَةً یُّضَاعِفْهَا وِیُوْتِ مِنْ لَدُنْہٗ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ ☆

اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوئی کرتا اور اپنے پاس سے

بڑا ثواب دیتا ہے۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں مولیٰ عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں ملا جی! جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی

کھاتی ہیں کبھی نکاح نہ کرونگی، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں اور نہ اعتراض کرتے ہیں، بلکہ اولیاء کو ہدایت کرتے ہیں، جب تک انکی مرضی نہ ہو انکا نکاح نہ کرو۔

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۸۶)

۴۲۸۵۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أعظم الناس حقاً على المرأة زواجها۔  
ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت پر سب سے بڑھکر حق شوہر کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۵/۲۶۷)

بالجملہ شوہر عورت کے لئے سخت واجب التعظیم ہے اور بد مذہب کی تعظیم حرام۔  
متعدد حدیثوں میں ہے۔

۲۴۸۶۔ عن عبد الله بن بسر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ۔  
حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی بیشک اس نے اسلام کو ڈھادینے میں مدد کی۔  
(فتاویٰ رضویہ ۶/۱۰)

۴۲۸۷۔ عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: مَنْ مَشَى إِلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ لِيُؤَقِرَهُ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ۔  
(فتاویٰ رضویہ ۶/۱۰۳)

۴۲۸۶۔ کنز العمال للمتقی، ۱۱۰۲، ۲۱۹/۱ ☆ اللآلی المصنوعة للسيوطی، ۱۳۰/۱

التفسیر للقرطبی، ۱۳/۷ ☆ الجامع الصغیر للسيوطی، ۵۴۵/۲

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۲۱۸/۵ ☆ الفوائد المجموعۃ للشوکانی، ۲۱۱

۴۲۸۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۹۶/۲ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۱۲۳، ۲۲۲/۱

ظلم الہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ جو تصرف کرے اپنے ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم خدا نہیں ہوتا اور شے جیسی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلم الہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ / ۳۸۵ تا ۳۸۷)

(۴۶) مِنَ الَّذِينَ هَادُوا وَيَحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ  
وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ مَسْمُوعٍ وَرَاعِنَا لِيَّأْ  
بِالسِّنْتِهِمْ وَطَعْنَانِي الَّذِينَ طَوْلُوا أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمِعْ  
وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ ۖ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا  
يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا. ☆

کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راسی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ ریاتے ہیں

کچھ یہودی جب دربار نبوت میں حاضر ہوتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے: سنئے آپ سنائے نہ جائیں جس سے ظاہر تو دعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سناتے اور دل میں بددعا کا ارادہ کرتے کہ سنائی نہ دے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو ”راعنا“ کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہر یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمائیے اور مراد خفی رکھتے، رعونت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر ”راعنا“ کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔

جب پہلو دار بات دین میں طعنہ ہوئی تو صریح و صاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی ان کلمات کی شاعت کو نہیں پہنچتا۔ بہرا ہونے کی دعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی

طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلا اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری سبحانہ و تعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو، خود سچے پکے کا فر مشرک بن جائیے۔

قال تعالیٰ: لله ما فی السموات وما فی الارض۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمیں میں۔

وقال تعالیٰ: قل لمن ما فی السموات و الارض قل لله۔ تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمیں میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

قال تعالیٰ: ام لہم شرک فی السموات۔ کیا ان کا ساجھما ہے آسمانوں میں۔

ولہذا اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں،

شرح فقہ اکبر میں ہے: لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم لان المحال

لا یدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه یقدر ولا یفعل۔ باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی و عماوی وغیرہما تفسیر میں ہے:

الظلم یتحیل صدورہ عنہ تعالیٰ اذ ملخصا۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم صادر ہونا محال

ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: الظلم محال منہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے: الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالیٰ ان الظلم

عبارة عن التصرف فی ملک الغیر والحق سبحانہ لا یتصرف الا فی ملک نفسه

فیمتنع کونہ ظالما و ایضا الظالم لا یکون الہا والشئی لا یصح الا اذا كانت لوا

زمہ صحیحہ فلو صح منہ الظلم لکان زوال الہیئہ صحیحہ و ذلک محال اذ

ملخصا۔

يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ:- (پ ۲۸-۱۳۷- سورة المنافقين)

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک تم ضرور اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی، کیسی تاکیدوں سے موکد کیسی، کیسی قسموں سے مؤید ہرگز مو جب اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا اله الا الله دخل الجنة کا یہ مطلب گڑھنا صراحتہ قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل منافی اسلام نہ صادر ہو۔ بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دیگی۔

(تمہید ایمان - ۵۳-۵۵)

مکر دوم:- یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ”لا نکفر واحداً من اهل القبلة“ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے اور حدیث میں ہے جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

مسلمانو! اس مکر خبیث میں ان لوگوں نے نری کلمہ گوئی سے عدول کر کے صرف قبلہ روئی کا نام ایمان رکھو یعنی جو قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے، مسلمان ہے اگرچہ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے، کسی صورت، کس طرح ایمان نہیں ملتا۔ ع چوں وضوئے حکم بی بی تمیز۔ اولاً اس مکر کا جواب۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:-

”لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَ جَوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّبِيِّينَ - (پ ۲-۶۷- سورة البقرہ)

اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا پچھتم کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اور اللہ پر قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

دیکھو صاف فرمادیا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی چیز نہیں۔

طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپایوں سے علم میں ہمسر۔ اور خدا کی نسبت وہ کہ جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے جو اسے جھوٹا بتائے مسلمان سنی صالح ہے "والعیاذ باللہ رب العالمین"

اس فرقہ باطلہ و ہابیہ کا مکر اول یہ ہے کہ اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے،  
مکر اول :- اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا :-

من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔

(ترمذی۔ باب ماجاء فی من یموت ۹۲/۲)

جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہو سکتا ہے؟

مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار! اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جاتا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، پتھر گھرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ یوں ہی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سزوی سزوی گالیاں دے، اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیت کریمہ "لم یحسب الناس ان یغفروا انما یغفروا لکم ان ینزلوا علیکم من السماء حذیبا" ہے کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دئے جائیں گے۔ اور امتحان نہ ہوگا؟ اسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا۔ تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈیوں نہ ٹٹتا جسے قرآن عظیم رد فرما رہا ہے۔

تمہارا رب عزوجل فرما رہا ہے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ امَّا قُلُوبُنَا لَمْ نُوْمِنُوْا اَوْ لَكِنۡنَا قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَّلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِی

(پ ۲۶-۱۴۷-سورۃ الحجرات)

قُلُوْبِكُمْ۔

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو فرما دو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو۔ کہ ہم مطیع الاسلام

ہوئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے :-

اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ وَاللّٰهُ

ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر و حساب ثواب و عذاب، جنت و نار وغیرہ بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں  
ثالثاً:- اسکے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گزریں کافی و دافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و  
نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرما دیا۔

کہیں ارشاد ہوا۔

” کَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ - (پ ۱۰-۱۶ ع- سورۃ التوبہ۔)

وہ مسلمان ہو کر اس کلمہ کے سبب کافر ہو گئے۔

کہیں فرمایا:-

’لَا تَعْتَدِ رَوَاقِدَ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ‘ -

(پ ۱۰- آیت ۶۶ سورۃ التوبہ)

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جائیں صرف ایک کلمہ  
پر حکم کفر صحیح تھا۔ ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام کو تنگ  
کر دیا۔ کلمہ گو یوں کو اہل قبلہ کو دھکے دیکر صرف ایک ایک لفظ پر

اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ ” لا تعتذروا“ عذر بھی نہ کرنے دیا، نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے  
خدا نے پیر نیچر یا ندویہ لکچر ریاء ان کے ہم خیال کسی وسیع الاسلام ریفا رمر سے مشورہ نہ لیا ” الا لعنة الله على

(تمہید ایمان - ۶۷)

الظالمين“

(۴۹) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ طَبْلِ اللّٰهِ يَزْكٰى مَنْ  
يَّشَاءُ وَلَا يَظْلَمُوْنَ فِتْيَلًا. ☆

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا  
کرے اور ان پر ظلم نہ ہو گا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالف قرآن عظیم ہے  
جیسا کہ اس آیت سے ثابت۔ اور حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں: من قال انا عالم فهو جاهل۔



علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اور کاش وہ اسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جو استنباط کرتے ہیں ان میں سے۔

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہل سنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض خاص دینی کام جنہیں ولایۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں ان میں بھی تا حد ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ جیسے معاملہ عنین و تنفیذ انکم و خیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود و تعزیر و قصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔

فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علماءہ فانہ کثرو  
افالمتبع اعلمهم فان استورا اقرع بینہم کما فی الحدیقة الندیۃ عن الفتاوی  
العتابیۃ۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کر لیں۔ اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لی جائے۔ جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاویٰ عتابیہ سے ہے۔

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود با انتخاب الہی منتخب ہے۔ دیانت و فقاہت میں اس کا تفرد و تفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعداء کہ بوجہ بددینی یا حسد شیطانی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلیٰ چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گنہگاروں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاصل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل

ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور، نہ اس کا ترک گناہ

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔ رواد الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما“

ہاں اگر کوئی تخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف ہوں تو یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں۔ جیسے سیدنا یوسف علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا۔ اسی حفیظ علیہم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۹۶)

(۵۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ  
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ  
وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ  
وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. ☆

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اصح قول کے مطابق ”اولو الامر“ سے مراد علماء ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۰۳/۱۰۳)

امیر شریعت دوم قسم ہے: اختیاری وقہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا۔ احکام شریعت بتا دینا اس کا کام ہے۔ ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیر شریعت متدین فقہائے اہل سنت ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ، اولو الامر هم العلماء علی اصح الاقوال كما قال تعالیٰ ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یتنبطونہ منهم۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولو الامر سے مراد

ئے، کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے؟ یا قصد افسق و تارک واجب رہے۔ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں۔

شرح مقاصد میں ہے:

فان قبل لو و جب نصب الامام لزم اطباق الامة في اكثر الاعصار على ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد انقضاء الدولة العباسية قلنا انما يلزم الضلالة لو تركوه عن قدرة واختيار لا عجز واضطرار۔

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہے تو لازم آئے گا کہ امت نے اکثر زمانوں میں واجب کا ترک کیا، کیونکہ ایسا کوئی امام ہی نہیں ملا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو خصوصاً حکومت عباسیہ کے گزرنے کے بعد، ہم جو اب کہتے ہیں امت کا گنہگار ہونا تب لازم آئے گا اگر انہوں نے قدرت و اختیار ہونے کے باوجود اسے ترک کیا ہو اور اگر عجز و اضطرار کی وجہ سے ہو تو پھر گناہ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۶۸-۱ تا ۱۷۱)

مقدمہ اولی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ دلالت مجرہ جس کی تعریف ”تنفيذ القول على غير شاء او ابی“ دو قسم ہے، عرفیہ و نیویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکوموں میں پر ہوتی ہے، اسی کے سبب سلاطین کو والیان ملک کہا جاتا ہے۔ اور شرعیہ دیدیہ کہ حقیقۃ اللہ عز و جل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے و بس، جسکی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں ہے ”مالہم من دونہ ولی“ اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں ”البنی اولی بالمؤمنین من انفسہم“ اور دونوں کا جمع اس آیت کریمہ میں ”وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان ینکحوا من انفسہم ومن بعض اللہ ورسولہ فقد ضل ضللاً مبیناً“ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریح و تفویض و انابت سے اسے ہے جسے انہوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا، ماذون مطلق کو مطلق اور ماذون امر خاص کو اس امر خاص میں جس کا بیان آیت کریمہ ”الذی ینکح من انفسہم“ اور آیت کریمہ ”اسمعوا و اطیعوا“ میں ہے۔ اور ان انواع ثلاثہ یعنی ذاتیہ و عطائیہ و وظلیہ کا اجتماع آیت اس کریمہ میں ”اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔“ بقول: یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرراً آیا کہ ذاتیہ و عطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع

ومحذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار و اڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیل صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور، واللہ علیہم بذات الصدور۔ الا الی اللہ نصیر الامور“ اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔

دوسرا امیر قہری۔ اس کے ذمہ وہ کام ہیں جو بغیر تسلط و غلبہ و قہر کے انجام نہیں پاتے، مثلاً قصاص و حدود و تعزیرات و اخذ عشر و اخذ خراج۔ یہ ضرور نصب و انتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور اور بلا وجہ شرعی اس سے انکار محظور، یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ و امیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں متغلب ہے۔ اسلام، حریت، ذکورت، عقل، بلوغ، قدرت، قرشیت۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اما عندنا فالشروط انواع، بعضها لازم لا تنعقد بدونه، وہی الاسلام

والذکورة والحرية والعقل واصل الشجاعة وان يكون قرشياً۔

لیکن ہمارے نزدیک شروط مختلف طرح کی ہیں، بعض ان میں سے لازم ہیں جن کے بغیر امارت کا انعقاد نہیں ہو سکتا اور وہ مسلمان ہونا، مذکر ہونا، آزاد ہونا، عقل والا ہونا، دلیر ہونا اور قرشی ہونا ہے۔

اور اگر کسی قطریا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے اس کے لئے بھی عقل و بلوغ و قدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام و حریت و ذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا سداً واجب ہے، کمافی المبسوط و جامع الفصولین و معراج الدراریہ وغیرہا۔

مگر ہر واجب بقدر قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرط استطاعت۔

قال اللہ تعالیٰ: لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سو

برس سے آج تک ہندوستان میں ہزار ہا مشائخ و علما و صلحا و کبراء گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہو

مزاہمت کرے گا تو جب غضب سلطانی و سزائے نافرمانی ہوگا، عورت مر جائے گی تو یہ بزعم زوجیت اسکا ترکہ لے گا، پھر اگر بادشاہ نو مسلم ہے تو اس واقع میں بھی نکاح و مباح جانے گا اور اپنے تصرف کو صحیح و صاف مانے گا۔ یہ تمام امور احکام تکوینیہ الہیہ سے صادر ہو جائیں گے، مگر احکام تشریحیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلاً متحقق نہ ہوں گے، نہ وہ عورت اس کیلئے شرعاً حلال ہوگی، نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثتاً جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح و لایت شرعیہ نہ تھی، تو نکاح نکاح فضولی ہو اور ولی شرعی کے رد سے باطل ہو گیا۔ لان الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامة كما في الاشباه وغيرها۔

اقول: یعنی الظلیة اما الاصلیة فما كان لظل ان يقاوم الظل بل يضمحل دونه ولذا لو زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قاصرة رجل من قاصر رجل تم النكاح ولزم ولم يكن لا بويهما خيرة اصلا بل كذلك لو زوج صلى الله تعالى عليه وسلم رجلا عاقلا بالغاً من امرأة كذا بدون رضا هما لزم النكاح ولم يكن لهما الخيرة من انفسهما كما نصوا عليه وقد نطق به القرآن العزيز۔

اور اگر زید نے اپنی قاصرہ کا نکاح عمر سے کر دیا اور سلطان کی ناراضی ہے اس نے حکماً اس نکاح کو ناجائز رکھا اور رخصت سے روک دیا عند اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پائینگے، عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہو گئی، حکم غیر موجود موجود شرعی ہو گیا، دوسرا اگر بے افتراق بہوت و طلاق اس سے نکاح کریگا مستحق غضب جبار و سزائے نار ہوگا، عورت مر جائیگی تو عمر و بحکم زوجیت اس کے ترکہ کا شرعاً بقدر حصہ مالک ہوگا، یہ تمام باتیں احکام تشریحیہ الہیہ سے ثابت ہو جائیں گی، مگر احکام تکوینیہ کہ ولایت عرفیہ سے آتے اصلاً حاصل نہ ہونگے، نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی، نہ یہ دعویٰ ارث کر سکے گا کہ سلطان کے سامنے باپ کو کیا اختیار اور یہ نکاح کے رائے سلطانی میں خلاف قانون تھا قانوناً باطل ہو چکا۔ ”لان الولاية العامة املك من الولاية الخاصة في الدنيا“ اسی قیاس پر صدہا صورتیں ہیں۔ اور یہیں سے ظاہر ہو اور ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ اگرچہ موانع صورتیہ زائل نہ ہوں۔

سوم کو اسی اطمینان کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل اصل سے جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔  
مقدمہ دوم: دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی و نتائج و لوازم و مقاصد جو فرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں۔

- (۱) ولایت عرفیہ غلبہ و استیلا سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ بعتائے شرع۔
- (۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہب و دینی۔
- (۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصد خاص دین۔
- (۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکوینیہ الہی کا آلہ ہے یعنی کس لا تکتھن۔ یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو، اور شرعیہ احکام تشریحیہ الہیہ کا مثلاً کن مکن یہ کر دینے نہ کر دینے۔
- (۵) عرفیہ تصرفات کے ثمرات حسیہ کی مشتمل ہوتی ہے اور شرعیہ معانی دینیہ کی۔
- (۶) عرفیہ سے شے غیر موجود موجود ہو جاتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل۔

- (۷) عرفیہ دنیا میں موثر ہے اور شرعیہ عقبی میں معتبر۔
- (۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلاف ورزی ہے اور شرعیہ کی نافرمانی اللہ عزوجل کی معصیت۔
- (۹) عرفیہ کا لحاظ عام ہے کہ بادشاہ کی ہر رعیت پر بے مسلم ہو یا کافر اور شرعیہ کا لحاظ خاص کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے۔
- (۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی قلم رو تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیائے اسلام پر عام ہے مشرق میں ہو یا مغرب میں۔
- (۱۱) عرفیہ فوج و سپاہ و تیغ و سلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر و محتاج کو بھی بقدر عطا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظلی عطیہ۔

یہ تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم و خصوص من وجہ ہونا اس مثال سے روشن۔ سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسر سے نکاح کر لیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا، اس تصرف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے، شے غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی، دوسرا شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائے گا،

مثلاً: تنبیہ۔ اس آیت سے تین مطلب نہایت نفیس ثابت ہوئے۔

اول: وعدہ قبول شفاعت کہ تو ان کی بخشش چاہے گا تو ہم انہیں بخش دیں گے۔

دوم: توسل مقبولان خدا کہ موجب حصول مدعا ہے، جو بات ان کے وسیلہ اور واسطے سے ہوتی ہے بغیر اس کے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ”جاء وک“ اس مضمون کی طرف صاف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا مغفرت میں اثر تمام رکھتا ہے۔

حکایت: تفسیر مدارک میں نقل کیا، بعد دفن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک بادیہ نشین آیا اور قبر پر گر کر خاک پاک اس کی اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کو فرمایا تو ہم نے سنا اور جو آپ پر اتارا گیا اس میں یہ آیت ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک الایة۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کے پاس حاضر ہوا اور خدا سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں، آپ میرے رب سے میری بخشش چاہیں۔ قبر مبارک سے ندا آئی ”قد غفر لک“ تو بخشا گیا۔

حکایت: محمد بن حرب ہلالی سے منقول ہے: میں قبر مبارک کے نزدیک بیٹھا تھا، ایک بادیہ نشین آیا، جب زیارت سے فارغ ہو کر کہا: اے خیر الرسل۔ خدائے تعالیٰ نے تم پر سچی کتاب نازل کی اور اس میں فرمایا۔ ”ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک الایة، میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ راوی کہتا ہے: بعد اس واقعہ کے میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اس بادیہ نشین سے ملاقات کر اور بشارت دے کہ حق تعالیٰ نے میری شفاعت سے گناہ اس کے بخش دیئے۔

حکایت: منقول ہے کہ ایک بادیہ نشین نے قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہا خدا یا تو نے ہمیں بندوں کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ یہ تیرا حبیب ہے اور میں تیرا بندہ، اپنے حبیب کی قبر پر مجھے دوزخ سے آزاد فرما۔ ہاتف نے آواز دی اے شخص تو صرف اپنی آزادی چاہتا ہے۔ سب خلق کی کیوں نہ چاہی۔ جاہم نے تجھے آزاد کیا۔

ان الملوک اذا شابت عبیدہم۔ فی رفقہم اعنقوہم عتق ابرار وان یا سیدی

اولیٰ بداکرما۔ قد شئت فی الرق فاعتقی من النار۔

حکایت: کہتے ہیں حاتم اصم جب روضہ مقدس پر پہنچے کہا: الہی ہم زیارت قبر پیغمبر سے

اولی الامر میں اصح القول یہ ہی ہے کہ اس سے مراد علمائے دین ہیں، کما نص علیہ الزرقانی وغیرہ۔ "نہ سلاطین جن کے بہت احکام خلاف شرع ہوتے ہیں، یزید پلید کے وقت میں بکثرت صحابہ کرام و تابعین اعلام تھے وہی اولو الامر تھے۔ نہ یزید علیہ ما۔ استحق۔ ہر رسالت کے زمانہ میں وہ رسول اور اس کی کتاب امام ہوتی ہے۔" قال تعالیٰ: کتب موسیٰ اما باورحمة "زمانہ خمیت میں آخر دہر تک قرآن عظیم و حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام ہیں جس نے انہیں نہ پہچانا ظاہر کہ وہ جاہلیت کی موت مرا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۳۸)

(۶۴) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ط وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. ☆

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے۔ مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیم و حدیثا علماء و صلحا اس آیہ کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے، اس مضمون کی بہت روایات و حکایات مواہب لدنیہ و مخ محمدیہ و مدارج النبوة و جذب القلوب الی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفائی اخبار دار المصطفیٰ وغیرہ تصانیف علماء میں مذکور و مشہور، بعض ان سے حضرت مقدم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا۔ "من شاء فلیتشر ف بمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔

آستان فیض نشان سے دور و مجبور ہے۔ گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا۔

من تشبه بقوم فهو منهم - اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن وان کان طرق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس بذلك۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں سے ہے۔ اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے، یہ سند جید ہے اگرچہ ابو داؤد کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قوی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۶۰ تا ۶۲۰)

آیت کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پر نور عفو عفو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سب قبول توبہ و دفع بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزۃ قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔ (الامن والعلی ص ۶۳)

(۶۵) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ☆

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہیں ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم فرما دو اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زید نے کہا: قسم کھا کر اس آیت میں فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافق احادیث و آیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے۔ اب بتائیے ہم لوگ اپنے مقدمات کو بجائے آیات و احادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں، گویا نص قرآنی ہماری تکفیر فرما رہی

مشرف ہوئے۔ اس مقام شریف سے تو ہمیں مجرور مت پھیر۔ ندا آئی ہم نے تجھے زیارت قبر حبیب کی بدوں قبول کے نہ دی یعنی ہم نے پہلے تجھے قبول کر لیا جب اس دولت سے مشرف کیا پھر جا اور جو زائر تیرے ساتھ ہیں تم سب بخشے گئے۔

حکایت: منصور واقعی جب حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا، امام مالک سے پوچھا دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا اپنا منہ حضرت کی طرف سے کیوں پھیرتا ہے، وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا خدا کی جناب میں وسیلہ ہیں، ان کی طرف منہ کر کے درخواست شفاعت کیا کرو وہ تیری شفاعت جناب الہی میں عرض کریں گے۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤا الیٰ۔"

سوم: یہ آیت پروردگار کی کمال عنایت پر دلالت کرتی ہے کہ ہمیں ایسے مہربان پیغمبر کی امت پیدا میں کیا پھر ہماری محبت اور ہماری مغفرت کی خواہش ان کے دل میں پیدا کی پھر ان سے وعدہ کیا، اگر تم گناہ گار ان امت کے لئے استغفار کرو گے تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور ان پر رحم فرماؤں گا۔ چنانچہ وہ جناب بمقتضائے اس محبت کے ہمارے لیے ہر روز ستر بار استغفار آپ کی ہمارے حق میں قبول فرمائے اور ہمارے گناہ بخش دے کہ کریم جس سے وعدہ کرتا ہے وفا فرماتا ہے۔ ولنعلم ما قیل: اللہ کریم است ورسول او کریم۔ صد شکر کہ ہستم میان دو کریم ایک روز سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا: الہی میری امت کا حساب میرے روبرو کر کہ سو میرے ان کے گناہوں سے کوئی خبردار نہ ہو، حکم آیا اے محمد وہ تیری امت اور میرے بندے ہیں میں تجھ سے زیادہ مہربان ہوں۔ ان کا حساب اور کسی سے متعلق نہ کروں گا۔ تاکہ تو بھی ان کے گناہوں سے خبردار نہ ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قیامت کو منادی ندا کرے گا۔ اے امت محمد! میں نے اپنا حق تمہیں معاف کیا۔ تم اپنے حق ایک دوسرے کو معاف کرو اور بہشت کو چلے جاؤ۔

اسی طرح بہت علماء مصنفان مناسک باب زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں، جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ کے مزار فائض انوار کے ساتھ کیا کرتے۔ اب یہ کہ دعائے سرکار قادر یہ اس

حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے: ”ما فعلوه الا قليلا منهم“ اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ حالانکہ رب عزوجل جا بجا ان کے سچے بچے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۳۶۶)

یہاں تک کہ فرماتا ہے:

ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه في قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك هم المرشدون فضلا من الله ونعمته والله عليم حكيم۔  
اے محبوب کے صحابیو! اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی۔ یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل اور اس کی نعمت سے اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگوار جس پر زیادت ثواب کی بناء ہے۔ حدیث میں فرمایا:

افضل العبادات احمزا۔ سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۳۶۶)

(۷۷) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَاآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشِيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ؕ لَوْ لَا اٰخَرْتَنَا اِلَىٰ اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَلَا تظَلْمُوْنَ فِتْيَلًا ۗ ☆

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد تو بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرما دو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈروالوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔

ہے۔ جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیوں کر کافر کہیں، ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں۔ اتنی کلامہ۔ اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے؟ اور آیہ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

الجواب: جو مدعی حق پر ہیں وہ حکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زور حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہے، جو ابد ہی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہو جائے ان دونوں فریق پر اگر آیہ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صد ہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں، اور جو مدعی جھوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی جرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے، یو نہیں جھوٹا مدعی علیہ مثلاً دوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کا ذبہ سے لیتا ہے، یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے۔ آیت اس کے بارے میں ہے جو حکم شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفس امارہ کی تاگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو برا جانے۔ یہ لوگ کافر ہیں۔ یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے۔ رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح و عشا کہ نفس امارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے احکام کو حق و نافع جانتا ہے۔ ہاں اگر دل سے نماز کو بیکار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔ اگلی آیہ کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱۴/۳۶۵)

(۶۶) **اُولُوْاۤنَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاُولُوْاۤنَا مِنْهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْغِظُوْنَ بِهٖ لَكَ اِنْ كُنَّا خَيْرًا لِّهٖمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ** ☆

اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جا رہی ہے تو اس میں ان کا بھلا اور ایمان پر خوب جمننا۔

﴿ ۲۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ

قصد التعظیم فی القيام المعهود فی المشاهد منه تحت السرة۔

حدیث شریف سے اتنا ثابت ہے کہ قیام کی حالت میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یہ امر کہ وہ ناف کی نیچے ہو یا سینہ کے نیچے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس پر عمل واجب ہو۔ تو اس معاملہ کو مشاہدہ پر محمول کرنا چاہئے کہ حالت تعظیم میں جہاں ہاتھ باندھنا معلوم و مشہور ہو وہی اختیار کیا جائے اور یہ زیر ناف ہے انہیں نظیروں میں سے حضرت محقق کا یہ قول بھی ہے جس کی ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے تحسین بھی کی ہے۔

لا اری تحریر النعم فی الدعاء کما یفعله القراء فی هذا الزمان و یصدر ممن فہم معنی الدعاء و السوال و ما ذلک الا نوع لعب فانہ لو قدر فی الشاہد سائل حاجتہ من ملک ادی سوالہ بتحریر النعم فیہ من الرفع و الخفض و التغریب و الرصوع کالتغنی نسب الی التهمة الی قصد السخریة و اللعب اذ مقام طلب الحاجة التضرع لا التغنی۔

دعاء میں گلے بازی (گانا) کو میں جائز نہیں تصور کرتا جیسا کہ آج کل کے قاری کرتے ہیں اور یہ فعل ایسے لوگوں سے بھی صادر ہوتا ہے جو سوال اور دعاء کے معنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور مذاق ہے۔ اگر مشاہدے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی سائل جو بادشاہ سے اپنی حاجت کی درخواست کر رہا ہو اپنے سوال کو گویوں کی طرح گا کر آواز کی بلندی اور پستی اور آواز کی آرائش کی ساتھ مانگے تو ایسے سائل کو کھیل اور مذاق کی تہمت دی جائے گی کہ مقام الحاج و زاری کا ہے نہ گانے کا۔

حلیہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

قد اجاد رحمہ اللہ فیما اوضح و افاد۔ حضرت محقق نے بہت عمدہ توضیح و افادہ

فرمایا۔

اس قسم کی بہت سی نظیریں فتح القدر، حلیہ، غتیۃ وغیرہ میں ہیں بلکہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس طرف رہنمائی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استحیی من اللہ استحيائك من رجلین من صالحی عشیرتک رواہ ابن

## ﴿ ۲۱ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور بادشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے تو دربان دربار کے اندر سے ہی اسے پکارنے نہیں لگتے بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں، اگر یہ دربان بادشاہ کے سر پر ہی کھڑے ہو کر چلانے لگیں تو بے ادبی کے مرتکب ہوں گے، بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا کے مستوجب ہوں گے۔

اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جاسکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچھری میں حاضر ہونج مسلمان ہوں یا غیر مسلم وہ دیکھے گا کہ جج جب گواہوں یا مدعی و مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چہرہ اسی انہیں کچھری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر آ کر پکارتے ہیں یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، اور جو اس کے بے ادبی ہونے میں شبہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے، کہ جج کے سامنے کھڑے ہو کر فلاں حاضر ہو! فلاں حاضر ہو! پکارنے لگے۔ تو ہمارا بیان اس کے لئے مشاہدہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ تو اس کا سبب کچھری کا ادب اور حکام کا خوف ہی ہے۔ پس اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ (حالانکہ وہ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور بہت زیادہ ڈرتے ہیں جیسا کہ اس آیت "يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً" میں ہے۔ مرتب)

اور اس قسم کے امور تعظیم و اظہار ادب میں جہاں کوئی شرعی حکم منصوص نہ ہو معاملہ مشاہدہ پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ کا حال ہم بیان کر چکے تو اسی کی طرف پلٹنا چاہیے۔ اور غائب مصلیوں کو مصلی کے اندر کھڑے ہو کر پکارنے کو بارگاہ الوہیت میں بے ادبی ہی تصور کرنا چاہیے۔

ہم نے جو مسئلہ کو مشاہدہ پر محمول کر نیکی بات کہی وہ عقل سلیم کے نزدیک مسلم ہے اور تتبع اور تلاش سے بزرگوں کے کلام میں اس کی بہت ساری نظیریں مل سکتی ہیں۔

چنانچہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

الثابت هو يد اليمنى على اليسرى و كونه تحت السرة او الصدر كما قال الشافعي لم يثبت فيه حديث يوجب العمل في حال على المعهود وضعها حال

﴿ ۲۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رب تبارک و تعالیٰ اس آیت اور اس کے امثال میں حضور بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حکم بعینہ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہ اپنی اطاعت بتاتا ہے، تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں، جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن  
المغيرات لخلق الله -

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور مونھ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔  
یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی؟ فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن هو في  
كتاب الله -

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا فرمایا:

ان كنت قرأته لقد وجدته - اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور

پائیں۔

اما قرأت ما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا - کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، انہوں نے عرض کی ہاں فرمایا۔ "فانه قد نهي عنه" تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن

عدی عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -  
تم اللہ تعالیٰ سے ایسا ہی شرم کرو جیسا اپنے خاندان کے دو نیک مردوں سے شرم کرتے  
ہو۔ اس حدیث کو ابن عدی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حضور سے روایت کیا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ان اللہ احق ان یتحی منه من الناس - اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ آدمی  
اس سے انسانوں کی بہ نسبت زیادہ شرم کرے۔

اس حدیث کو احمد و ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور نسائی و ابن ماجہ اور حاکم نے  
معاویہ ابن حیدرہ سے روایت کیا۔

اور یہ حدیث:

اذا صلی للہ فلیلبس ثوبہ فان اللہ احق من تزین لہ۔  
نماز پڑھو تو پورے لباس میں کہ اللہ کے لئے زینت و آرائش کا سب سے زیادہ حق  
ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور  
سے روایت کیا اور اس کی وضاحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہوئی کہ۔  
انہوں نے اپنے غلام نافع کو دونوں کپڑے پہنائے (یعنی مکمل جوڑا دیا۔) پھر انہیں  
مسجد کے اندر ایک ہی چادر میں لپٹا ہوا دیکھا تو فرمایا: کیا تمہارے پاس پہننے کے لئے پورا جوڑا  
نہیں ہے۔ اگر میں تم کو گھر سے باہر کسی کام کے لئے بھیجتا تو مکمل جوڑا پہن کر جاتے یا ایک چادر  
لپیٹ کر؟ حضرت نافع نے جواب دیا ضرور پورا لباس پہنتا۔ اس پر ابن عمر نے ارشاد فرمایا: کہ  
اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔

(شائم العنبر - ۲۵۸-۲۶۱)

(۸۰) مَنْ يَطِيعَ الرَّسُولَ فَقَدْ اطاع اللهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَنْ  
ارسلنک علیہم حنیظاً ☆

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے  
تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

## مَقِيَّتًا ☆

جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ ۲۳ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مخبر: اولاً۔ نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: "من ذا الذی یشفع عنده الا باذنہ" کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے، اور صورت مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں "ومن ادعی فعلیه البیان (جو دعویٰ کرے دلیل اس کے ذمہ لاجرم ان مجتہد صاحب نے ثبوت اذن الہی بارگاہ عزت میں شفاعت پر جرات و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمانوں کو بھی اس بلا میں ڈالا اور "من ذا الذی یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن له کفل منها (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصہ ملے) سے حصہ لیا دیا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۳۰۵/۹)

﴿ ۸۲ ﴾ وَإِذَا حَيَّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ

اللَّهُ كَانَ عَلَيَّ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ☆

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿ ۲۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

۴۲۸۸۔ عن أبي ذر الغفاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: تسليمه على من لقيه صدقة۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس سے ملاقات ہو اور سلام کہا جائے تو یہ اس کے لئے باعث ثواب

مسعود کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسد یہ ہیں کبار تابعین وثقات صالحات سے ہو نے میں تو کلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا صحابہ میں سے معلوم ہوتی ہیں، بہر حال ان کی فضیلت و صلاح قبول حق پر باعث ہوئی، سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتیں، کما رواہ البخاری من طریق عبد الرحمن بن عابس۔ عنہا عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما“

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیے کہ ع۔ دلا مردائی زین زین موز۔

ولکن اللہدایہ لن تنالا بلا فضل من المولیٰ تعالیٰ

ایک بار عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا، کسی نے سوال کیا احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ما اتکم الرسول فخذوه وما نہکم عنہ فانتہوا۔ اللہ عزوجل نے تو یہ فرمایا کہ ارشاد رسول پر عمل کرو۔

حدثنا سفین بن عیینة عن عبد السمک بن عمیر عن ربیع بن حراشل عن حذیقة بن الیمان عن ابی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر“

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے ابو بکر و عمر۔

حدثنا سفین عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه امر بقتل المحرم الزنبور۔ اور ہمیں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پہنچی کہ انہوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا۔ ”ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان۔“

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲/۹۰)

(۸۵) مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

باليهود و لا بالنصارى ، فان تسليم اليهود الاشارة بالاصابع و ان تسليم النصارى  
بالا كف۔

حضرت عمرو بن شعيب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت  
پیدا کرے۔ یہود و نصاریٰ سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے۔ اور نصاریٰ کا  
سلام ہتھیلیوں سے۔

﴿ ۲۵ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث بطور ترمذی و موافقین ترمذی ضعیف ہے۔ اور ایک جماعت محققین کے نزدیک  
حسن ہے۔ کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ متصل ہے۔

(صفحہ الحجین، ۳۸)

۴۲۹۲۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل! يا رسول الله!

الرجل منا يلقي اخاه او صديقه، اينحنى له؟ قال: لا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب

نے عرض کی: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے۔  
فرمایا: نہ۔

(ابراہم المقال، ۱۹)

۴۲۹۳۔ عن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: انطلقت مع عبد الله ابن عمر رضی

الله تعالیٰ عنہما الی عبد الله بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقضى ابن عمر

حاجته، و كان من حديثه يومئذ ان قال: مر رجل على رسول الله صلى الله تعالیٰ

عليه وسلم في سكة من السكك و قد خرج من غائط او بول، فسلم عليه فلم يرد

عليه حتى اذا كاد الرجل ان يتواري في السكة فضرب بيديه على الحائط، و

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲/۲۰۱)

۴۲۸۹۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا بنی! اذا دخلت علی اهلك فسلم! یكون بركة عليك و علی اهل بيتك۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تو اپنے اہل پر داخل ہو تو سلام کرو، وہ برکت ہوگا تجھ پر اور تیرے اہل خانہ پر۔

۴۲۹۰۔ عن حابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا دخلتم بیوتکم فسلموا علی اهلها، فان الشیطان اذا سم احدکم لم یدخل بیتہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اہل خانہ پر سلام کرو، کہ جب تم میں سے کوئی گھر میں جاتے وقت سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ دوم، ۹/۹۰)

۴۲۹۱۔ عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لیس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا

۴۲۸۹۔ الجامع للترمذی، ۲۶۹۸، باب ما جاء فی التسليم اذا دخل بیتہ، ۹۵/۲

۴۲۹۰۔ المستدرک للحاکم، ۴۰۲/۲ ☆ الدر المنثور للسيوطی، ۵۹/۵

کنز العمال للمتقی، ۴۱۵۴۵، ۳۹۹/۱۵ ☆ اتحاف السادة للزبيدي، ۲۷۴/۶

۴۲۹۱۔ الترغيب والترهيب للمندري، ۴۳۴/۳ ☆ کنز العمال للمتقی، ۲۵۳۳۳، ۱۲۸/۹

الترغيب والترهيب للمندري، ۴۳۴/۳ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۴۷/۲

احبار عن الشئی بخلاف ما هو علیہ -

آیت میں استنہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ دو عید کسی بات میں کوئی تخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعد عمادی میں ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا - انکار لان یکون احد اصدق منه تعالیٰ فی وعدہ و سائر احبارہ و بیان لاستحالاتہ کیف الاو الکذب محال علیہ سبخنہ دون غیرہ -

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی تخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

تفسیر رح البیان میں ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا - انکار لان یکون احد اکثر صدقا منه فان الکذب نقص وهو علی اللہ محال دون غیرہ اہ - ملخصا  
آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی تخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے نہ اس کے غیر پر، اہ ملخصا۔

شرح السنویہ میں ہے۔

الکذب علی اللہ تعالیٰ محال لانه دنائۃ -

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے کہ وہ کمیں ہین ہے۔

فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے۔

ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانه نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال

اجماعا۔

کذب الہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالا جماع محال

مسح بهما وجهه، ثم ضرب ضربة اخرى فمسح ذراعيه ثم رد على الرجل السلام وقال : انه لم يمنعني ان ارد عليك السلام الا اني لم اكن على طهر۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک ضرورت سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت ابن عمر نے اپنا کام کیا۔ اس دن حضرت عبد اللہ بن عباس نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گلی میں گزرے اسی وقت حضور نے رفع حاجت فرمائی تھی۔ کہ انہوں نے حضور کو سلام عرض کیا۔ تو آپ نے جواب مرحمت نہیں فرمایا یہاں تک کہ وہ تخص جب گلی میں مڑنے لگے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیوار پر ہاتھ مارا اور چہرے کا مسح فرمایا۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مارا اور دونوں مبارک کلائیوں کا مسح فرمایا۔ پھر سلام کا جواب عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: میں نے سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ با وضو نہیں تھا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۳/۴۲۸)

(۸۷) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط لِيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ

فِيهِ ط وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ☆

اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ انکار ان کیوں احدا کثر صدقاً منہ فانہ لا یتطرق الی کذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص و هو علی اللہ تعالیٰ محال۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی تخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ تمیز و هو استفہام بمعنی النفی ای لا احد

اصدق منه فی اخبارہ و وعدہ و وعیدہ لا ستحالة الکذب علیہ تعالیٰ لقبہ لکونہ

ء لان ما ینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیہ علیہ سبخنہ اہ - ملخصاً مع الشرح -

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہل سنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تمام بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اس کے لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں، اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے، وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اہ ملخصاً - مع الشرح -

مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں - الکذب نقص لان ما ینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیہ بذلك اثبت الحکماء الذین ہم غیر متشرعین بشریعة الاستحالة المذكورۃ فان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بین فی الکلام اہ ملخصاً -

جھوٹ عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغ گوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے - اہ ملخصاً -

مولانا بحر العلوم عبدالعلیٰ ملک العلماء فوآح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ صادق قطعاً لا ستحالة الکذب هناک - (ملخصاً)

اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں -

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۳۲۷-۳۳۱)

اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادث نہیں - اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہو سکتا - تو لازم کہ صدق الہی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہتہ باطل - تو کذب سے اتصاف ناممکن - یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالیٰ ”ومن اصدق من اللہ حدیثاً - (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے سچی بات فرمانے والا) امتناع کذب الہی پر اہل سنت کی دلیل

شرح عقائد جلالی میں ہے۔

الكذب نقص والنقص عليه محال فلا يكون من الممكنات ولا تشمله القدرة كسائر وجوه النقص عليه تعالى كالجهل والعجز۔

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال تو کذب الہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل، جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

اسی میں ہے۔

لا يصح عليه تعالى الحركة والانتقال ولا احبب ولا الكذب لانها نقص والنقص على الله تعالى محال۔

اللہ تعالیٰ پر حرکت و انتقال و جہل و کذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

کنز الخوائد میں ہے۔

قدس تعالى شأنه عن الكذب شرعا وعقلا اذ هو فيصح يبارك العقل فيجده من غير توقف على شرع فيكون محالا في حقه تعالى عقلا و شرعا كما حققه ابن الهمام وغيره۔

اللہ عزوجل بحکم شرع و بحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا۔ اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچانا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلا و شرعا ہر طرح محال ہے جیسے کہ امام ابن الہمام نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

الكذب عليه تعالى محال۔ اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

المعتزلة قالوا لو لا كون الحكم عقليا لم يمتنع الكذب منه تعالى عقلا۔  
والجواب انه نقص فيجب تنزيهه تعالى عقلا كيف وقد مر انه عقلي باتفاق العقلا

لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لا لعارض کما ههنا۔ (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے جیسا کہ یہاں ہے) تو لازم آیا کہ صدق الہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں، ورنہ انقلاب لازم آئے اور یہ قطعاً باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا۔ لیکن وہ بالبداہتہ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل اور استحالہ کذب قطعاً حاصل۔

والحمد لله اصدق قائل الدلائل الفاضلة على قلب الفقير بعون القدير  
عز جده وجل مجده۔

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عز جده وجل مجده کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔  
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۳۳۱-۳۳۲)

(۸۹) وَذُو الْوَتِكُمْ فَرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا  
تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوا  
هَمٌّ وَقَتْلُوا هُمْ حَيْثُ وَجَسْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَا  
نَصِيرًا. ☆

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ بھی کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھربار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں ”ولسی“ کے ساتھ لفظ ”نصیر“ خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انہیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الايمان (فخذوهم واقتلوهم حيث وجدتموهم ولا تتخذوا منهم ولما  
ولا نصيرا وان بذلوكم المولايه والنصرة فلا تقبلوا منهم (الا الذين يصلون الى قوم) ويتصلون بهم والا

سواء من قوتہ فحوا وھم واقتلوھم دون الموالیة۔

بیان کرتے ہیں۔

اما اصحابنا فدلیلہم انه لو کان کاذبا لکان کذبہ قدیما ، ولو کان کذبہ قدیما لا ممتنع زوال کذبہ لا ممتناع العدم علی التقدیم ، ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لا ممتنع کو نہ صادقاً۔ لان وجود احد الضدین يمنع وجود الضد الاخر فلو کان کاذبا لا ممتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع۔ لا تانعلم بالضرورة ان کل من علم شیئا فانہ لا یمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ۔ والعلم بنہذہ الصحة ضروری۔ فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلًا لا محالہ۔

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیم ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا۔ کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے۔ تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہتہ جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے میں کوئی امتناع نہیں، اس ضابطہ کی صحت کا علم و یقین ضروری ہے جب امکان صدق قائم تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا، اس کا کاذب و متصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہے نا تو قول بالمتنا قضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب و متصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہے ہاں تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ انصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی، شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم۔ اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازل و واجب الابدیہ اور کذب کا امتناع زوال استحالیہ صدق کو مستلزم کہ کذب و صدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا۔ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم "تحقیقا

ہے، اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف ان کے قتل کے کہ اس سے معاہدیں مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی: لا من الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منهم حرام مطلقاً۔

طیبی نے کہا: کہ دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہدہ ہو۔

اقول: اس پر خود سیاق کریمہ دال کہ قتل و قتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے، یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہدین متصلین بالمعاہدین و معاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۳۹۳-۳-۳۹۶)

(۹۳) وَمَنْ يَقْتُلْ مَوْمِنًا مَّتَعِمِدًا فَبِجْرَائِهِ جَهَنَّمَ خَلِيدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا. ☆

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

﴿ ۲۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نمازی سے بدرجہا برا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے۔ اور صرف گناہان جو ارجح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداناً حق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے۔ اس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر اس آیت میں حکم خلود فی النار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۱۰۹)

(۹۷-۹۸) إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ط قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ط قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَأَسَعَةَ فَتَهَا جُرُوا فِيهَا ط فَأُولَئِكَ مَا وَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا. إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار۔ اور اگر وہ بلا معاوضہ بھی تمہاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر وہ اہل معاہدہ سے ملیں، یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوہم راسا ولا تقبلو امنہم ولا ینة ولا نصرة۔  
یعنی ان سے بالکل دور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔  
تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوہم محانبہ کلیۃ ولا تقبلو امنہم ولا ینة ولا نصرة ابدًا۔  
یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور بسھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔  
تفسیر فتوحات البیہ میں ہے:

هذا مستثنی من الاخذ والقتل ما لم یلاذ فحرام مطلقا لا تجوز بحال۔  
یہ استثناء گرفتاری و قتل سے ہے۔ رہتی کافر سے مواتات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

هذا استثناء یرجع الی القتل لانی لم یلاذ مواتا لوان مواتا لکفار  
والمنافقین لا تجوز بحال۔

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ مواتات کی جانب۔ اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے مواتات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوہم لا من قوله ولا تتخذوا منہم ولیا ولا نصیرا  
وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الوالی منہم حرام بلا استثناء بخلاف قتلہم۔  
معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انہیں قتل کر  
واس ارشاد سے استثناء نہیں کہ ان میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر

دارالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

”کفی بالمرء اثماً ان یضیع من یقوت“

کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کر دے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا۔

یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے ”وقد نص فی البزازیة والدر المختار انه لا یجوز له السفر الطویل منہا فضلا عن المهاجرة“ (بزازیہ اور در مختار میں تصریح ہے کہ ایسے آدمی کے لئے طویل سفر جائز نہیں ہے جہاں تک وہ وہاں سے ہجرت کر جائے۔)

تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت، اسے اختیار ہے رہے یا چلا جائے جو اس کی مصلحت سے ہو۔ یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے۔ ”کما حقناہ فی فتاؤنا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۳۱/۱۳۲-۱۳۲)

(۱۰۳) فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا. ☆

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

﴿۳۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا۔ بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر

ادا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۲۷۰/۵)

(تفصیل ان احادیث میں ملاحظہ کیجئے۔ مرتب)

۴۲۹۴۔ عن أمير المؤمنين علي المرتضى رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ

## لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ☆

وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کا ہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمیں میں کمزور تھے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جائیں۔

﴿ ۲۹ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں ہجرت کا بیان ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ مرتب)

ہجرت دو قسم ہے۔ عامہ و خاصہ۔ عامہ یہ کہ تمام اہل وطن ترک وطن کر کے چلے جائیں۔ اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص، پہلے ہجرت دارالحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جس کا بیان آیہ کریمہ "ان الذین توفیمہم الملئکہ طائمی النفسہم لایۃ" وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے آیہ میں ہے، اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنیٰ ہیں۔ جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیہ کریمہ "الا المستضعفین الایۃ" میں ہے۔ باقی سب پر فرض ہے جو باوصف قدرت دارالحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحق عذاب ہے۔ رہا دارالاسلام اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہو گی۔

اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص میں اپنے فرائض دینیہ بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ ممکن ہو، تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں اٹھ جائے، اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں و علی ہذا القیاس۔ "کما بینہ فی مدارک التنزیل و استشہاد بحدیث" (جیسا کہ مدارک التنزیل میں اس کی تفصیل ہے اور اس پر حدیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔) دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی بجا لانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے۔ وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو

نماز اسکے وقت پر ادا کرنا۔

۴۲۹۷۔ عن أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: جاء رجل فقال: يا رسول الله! اى شىء احب الى الله تعالى فى الاسلام قال: الصلوة لوقتها، ومن ترك الصلوة فلا دين له، والصلوة عماد الدين۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام میں کیا چیز سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے۔ فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی۔ جس نے نماز چھوڑی اسکے لئے دین نہ رہا۔ نماز دین کا ستون ہے۔

۴۲۹۸۔ عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ثلث من حفظهن فهو ولي حقاً ومن ضيعهن فهو عدو حقاً، الصلوة والنصيام والجنابة۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں کہ جو انکی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے۔ اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن۔ نماز، روزے، اور غسل جنابت۔

۴۲۹۹۔ عن نافع رضي الله تعالى عنه قال: ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه كتب الى عماله ان أهم أمر کم عندى الصلوة فمن حفظها و حافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو ما سواها أضيع۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم

۲۹۲/۱	☆	۳۸۵/۱	۴۲۹۷۔ الترغيب و الترهيب للمندري
الدر المنثور للسيوطي،			
۸۸/۱	☆	۲۱۶۱۸	کنز العمال للمتقى،
السنن للنسائي، الصلوة			
۲۹۵/۱	☆	۴۳۲۲۱	۴۲۹۸۔ کنز العمال للمتقى،
الدر المنثور للسيوطي،			
۲۰۶/۱	☆	۲۹۳/۱	مجمع الزوائد لهيئى،
الجامع الصغير للسيوطي			

صلى الله تعالى عليه وسلم: ثلاث لا تُؤخَرُ وَهُنَّ، الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيْمُ إِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفُؤًا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اسکا وقت آجائے۔ جنازہ جس وقت حاضر ہو۔ اور زن بے شوہر جب اسکا کفو ملے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۵۰) (فتاویٰ رضویہ ۵/۱۳۸)

۴۲۹۵۔ عن حنظلة الكاتب رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: مَنْ حَافِظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ رُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِبِهِنَّ وَعَلِمَ أَنَّهُنَّ حَقٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ قَالَ وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ أَوْ قَالَ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ۔ (فتاویٰ رضویہ ۲/۳۷۷)

حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی انکے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں جنت میں جائے۔ یا فرمایا: جنت اسکے لئے واجب ہو جائے۔ یا فرمایا: دوزخ اس پر حرام ہو جائے۔

۴۲۹۶۔ عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اى العمل احب الى الله تعالى، قال: الصَّلَاةُ لِيُوقِنَهَا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ پیارا کونسا عمل ہے۔ فرمایا:

۴۲۹۵۔ المسند لاحمد بن حنبل ۱۶۰/۲ ☆ مجمع الزوائد لهيثمي، ۲۸۸/۱

العلل المتناهية لابن الجوزي، ۴۲۰ ☆ الترغيب و الترهيب للمنذرى، ۲۴۷/۱

۴۲۹۶۔ الجامع الصحيح للبخارى، الموافق، ۷۶/۱ ☆ المسند للدارمي، ۱۴۴

الجامع للترمذی ☆ المسند للدارمي، ۱۴۴

النسب للنسائي، فضل الصلوة المواقبها، ۷۱/۱ ☆ المسند لاحمد بن حنبل ۲/۱۷۶

المغرب حين غابت الشمس، و امر بلالا فاقام العشاء حين غابت الشفق، فلما كان من الغد صلى الفجر وانصرف، فقلنا اطلعت الشمس فاقام الظهر في وقت العصر الذي كان قبله و صلى العصر وقد اصفرت الشمس او قال امسى و صلى المغرب قبل ان يغيب الشفق و صلى العشاء الى ثلث الليل ثم قال: اَبْنُ السَّائِلِ عَنِ وَقْتِ الصَّلَاةِ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے نماز کے اوقات پوچھے۔ حضور نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ حضرت بلال کو صبح صادق کے وقت اذان کا حکم دیا۔ اور نماز پڑھی جبکہ اتنا اندھیرا تھا کہ آدمی برابر والے کے چہرہ کو صاف نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ یا برابر والے کو اچھی طرح نہیں پہچان پاتا۔ پھر حضرت بلال کو ظہر کی اذان کا حکم دیا جبکہ سورج ڈھل چکا تھا اور نماز پڑھی یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا ابھی تو دوپہر ہوئی ہے حالانکہ حضور خوب جانتے تھے کہ کیا وقت ہوا ہے۔ پھر حضرت بلال کو عصر کی اذان کا حکم ملا جبکہ سورج خوب چمک رہا تھا اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر حکم ملا مغرب کی اذان کا جب سورج غروب ہوا اور نماز ادا کی۔ پھر عشا کی اذان کا حکم ملا جب شفق غائب ہوگئی اور نماز ادا کی۔ جب دوسرا دن آیا تو فجر کی نماز پڑھی۔۔۔ جب واپس ہوئے تو ہم کہنے سے لگے کیا سورج نکل آیا۔ اور ظہر کی نماز کل کے عصر کے وقت میں پڑھی۔ اور عصر کی نماز جب سورج خوب زرد ہو گیا تھا یہاں تک کہ ہم بولے شام ہوگئی۔ مغرب کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی۔ اور عشا کی نماز تہائی رات کے گزر جانے پر۔ پھر فرمایا: کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا تخص؟ ان اوقات کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ ۱۲م

۴۳۰۲۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ الظِّلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ مَا لَمْ تَحْضُرِ العَصْرُ، وَوَقْتُ العَصْرِ مَا تَصْفَرُّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ الصَّلَاةِ المَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ الصَّلَاةِ العِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الأَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے۔ جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی۔ اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ ترک کریگا۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۳۸۰)

۴۳۰۰۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سأل رجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن مواقيت الصلوة، فقال: صل معي، صلى الظهر حين زاغت الشمس، والعصر حين كان في كل شيء مثله، والمغرب حين غابت الشمس، والعشاء حين غاب الشفق، قال: ثم صلى الظهر حين كان في الانسان مثله والعصر حين كان في الانسان مثليه والمغرب حين كان قبيل غيبوبة الشفق، قال: عبد الله بن الحارث ثم قال في العشاء اري ثلث الليل۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اوقات نماز معلوم کئے تو حضور نے فرمایا: میرے ساتھ نماز پڑھ، چنانچہ حضور نے ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھی اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے کے بعد۔ اور مغرب کی غروب آفتاب کے وقت۔ اور عشا کی شفق غائب ہونے پر۔ پھر دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے پر ظہر پڑھی۔ دو مثل پر عصر ادا کی۔ شفق کے غائب ہونے سے کچھ پہلے مغرب پڑھی حضرت عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں پھر فرمایا: مجھے خیال ہے کہ عشا تہائی رات گزرنے پر پڑھی

۱۲۴۔

۴۳۰۱۔ عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه ان سائلا سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يرد عليه شيئاً حتى امر بلالا فاقام للفجر حين انشق الفجر فصلى حين كان الرجل لا يعرف وجه صاحبه او ان الرجل لا يعرف من الي جنبه ثم امر بلالا فاقام الظهر حين زالت الشمس حتى قال القائل انتصف النهار وهو اعلم، ثم امر بلالا فاقام العصر والشمس بيضاء مرتفعة، وامر بلالا فاقام

(جد الممتار ۱/۱۹۲)

سورج طلوع نہ ہو۔ ۱۲م

۴۳۰۵۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنْ لِلصَّلَاةِ أَوْلًا وَآخِرًا وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَآخِرُ وَقْتِهَا حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُ العَصْرِ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ العَصْرِ حِينَ يَدْخُلُ وَقْتُهَا، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَصْفَرُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ المَغْرِبِ حِينَ تَغْرِبُ الشَّمْسُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ العِشَاءِ الآخِرَةِ حِينَ يَغِيبُ الأفقُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ يَنْتَصِفُ اللَّيْلُ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الفَجْرِ حِينَ يَطْلُعُ الفَجْرُ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ (فتاویٰ رضویہ ۳/۶۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک نماز کے اوقات کی ابتداء اور انتہاء ہے۔ تو ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو کر عصر کا وقت آنے تک رہتا ہے۔ اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے تک، اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شفق غائب ہونے تک، اور عشا کا وقت شفق کے غائب ہونے سے نصف شب تک، اور فجر کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک۔ ۱۲م

۴۳۰۶۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَمَّنِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّتَيْنِ عِنْدَ بَابِ البَيْتِ فَصَلَّى بِي الظُّهْرَ حِينَ مَالَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى بِي العَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِي المَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمَ، وَصَلَّى بِي العِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى بِي الفَجْرَ حِينَ حَرَّمَ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ عَلَى الصَّائِمِ، وَصَلَّى بِي الظُّهْرَ مِنَ العَدِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِي العَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ، وَصَلَّى بِي المَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمَ، وَصَلَّى بِي العِشَاءَ حِينَ مَضَى ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى بِي العِدَاةَ عِنْدَمَا أُسْفِرَ، ثُمَّ انْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَلْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ الوَقْتَيْنِ وَهَذَا وَقْتُ الأنبياءِ مِنْ قَبْلِكَ۔

الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَطْلُعِ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكَ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا تَطْلَعُ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ تک رہتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ آجائے۔ اور عصر کا وقت جب تک سورج پیلا نہ ہو جائے۔ مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو۔ عشا کا وقت درمیانی رات کے نصف تک۔ فجر کا وقت صبح صادق سے سورج طلوع ہونے تک۔ جب سورج طلوع ہو تو نماز سے رک جائے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۳۳۵)

۴۳۰۳۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: وقت الظهر الى العصر ووقت العصر الى المغرب ووقت المغرب الى العشاء والعشاء الى الفجر۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت عصر تک اور عصر کا مغرب تک اور مغرب کا عشا تک اور عشا کا فجر تک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۳۸۵)

۴۳۰۴۔ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وَقْتُ صَلَاةِ الظُّهْرِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفُرْ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَطْلُعِ قَرْنُ الشَّمْسِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کی نماز کا وقت عصر شروع ہونے تک ہے۔ اور عصر کا سورج کے زرد ہونے تک، اور مغرب کا شفق غائب ہونے تک۔ عشاء کا نصف رات تک اور فجر کا جب تک

اوقات ان وقتوں کے درمیان ہیں۔ ۱۲۔ م

۴۳۰۸۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال: ان جبرئيل عليه السلام اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعلمه مواقيت الصلوة فتقدم جبرئيل ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلفه والناس خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى الظهر حين زالت الشمس و اتاه حين كان الظل مثل شخصه فصنع كما صنع فتقدم جبرئيل و رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلفه و الناس خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى العصر، ثم أتاه جبرئيل عليه السلام حين وجبت الشمس فتقدم جبرئيل عليه الصلوة والسلام و رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلفه و الناس خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى المغرب، ثم أتاه حين غابت الشفق فتقدم جبرئيل عليه السلام و رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلفه و الناس خلف رسول الله تعالى عليه وسلم فصلى الغداة، ثم أتاه اليوم الثانى حين كان ظل الرجل مثل شخصه فصنع مثل ما صنع بالأمس فصلى الظهر، ثم أتاه حين كان ظل الرجل مثل شخصه فصنع مثل ما صنع بالأمس فصلى العصر ثم أتاه حين وجبت الشمس فصنع كما صنع بالأمس فصلى المغرب فنمنا ثم قمنا ثم نمنا ثم قمنا فأتاه فصنع كما صنع بالأمس فصلى العشاء ثم أتاه حين امتد الفجر والصبح والنجوم باقية مشتبكة فصنع كما صنع بالأمس فصلى الغداة ثم قال: مَا بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَوَتَيْنِ وَقْتُ-

( فتاوى رضوية ۲/۳۲۳ )

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اوقات نماز بتانے آئے۔ تو حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے اور حضور پیچھے اور بقیہ تمام لوگ حضور کی اقتدا میں لہذا سورج ڈھلنے پر ظہر کی

☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۱۱۲/۳

۴۳۰۸۔ السنن للنسائی، المواقيت،

☆ المستدرک للحاکم، المواقيت، ۱۹۶/۱

☆

۱۹۲/۲

المعجم الاوسط للطبرانی،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ باب بیت اللہ کے پاس میری امامت فرمائی۔ تو ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھائی۔ اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے پر۔ اور مغرب کی افطار کے وقت۔ اور عشا کی شفق غاب ہونے پر اور فجر کی سحری کے اختتام پر پھر دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر اور عصر کی دو مثل پر اور مغرب کی وہی افطار کے وقت اور عشاء تہائی رات گزرنے پر۔ اور فجر کی خوب روشن کر کے، پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: یا رسول اللہ! نمازوں کے اوقات ان کے درمیان ہیں۔ اور یہ اوقات آپ سے قبل انبیاء کرام کے لئے بھی متعین تھے۔

۴۳۰۷۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اُمْنِی جِبْرَائِیلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِی الصَّلَاةِ فِی الظُّهْرِ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى الْعَصْرَ حِیْنَ قَامَتْ قَائِمَةٌ، وَصَلَّى الْمَغْرِبَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الصُّبْحَ حِیْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ اُمْنِی فِی الْیَوْمِ الثَّانِیِ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَفِیْءُ كُلِّ شَیْءٍ مِثْلُهُ، وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالْفِیْءُ قَامَتَانِ، وَصَلَّى الْمَغْرِبَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ اِلَى ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ، وَصَلَّى الصُّبْحَ حِیْنَ كَادَتْ الشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ ثُمَّ قَالَ: الصَّلَاةُ فِیْمَا بَیْنَ هَذَیْنِ الْوَقْتِیْنِ (فتاویٰ رضویہ ۳/۶۲۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میری امامت فرمائی ظہر کی نماز میں جب سورج ڈھل گیا۔ اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے پر۔ اور مغرب کی غروب آفتاب کے وقت، اور عشا کی شفق ڈوبنے پر۔ اور صبح کی صبح صادق پر۔ پھر دوسرے دن امامت فرمائی تو ظہر کی نماز ایک مثل سایہ پر پڑھی۔ اور عصر کی دو مثل سایہ پر۔ اور مغرب کی سورج غروب ہونے پر۔ اور عشا کی تہائی رات گزرنے پر۔ اور صبح کی سورج طلوع ہونے کے قریب، پھر کہا: نماز کے

ذکر پر دوام اختیار کرتے ہیں۔

ارشاد العقل السليم میں ہے:

داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ وحافظوا علی مواقبتہ ومناجاتہ ودعائہ فی جمیع الاحوال۔

یہ تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرتے ہیں اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۵۳۶-۵۳۷)

(۱۱۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا. ☆

اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکہ دے دیں اور اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

﴿۳۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں علم غیب کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمایا، تفصیل ان احادیث میں

ملاحظہ فرمائیں۔ مرتب)

۴۳۱۰۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ عزوجل قدر رفع لی الدنيا فانا انظر اليها و الی ما هو کائن فیہا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه، جلیان من امر اللہ عزوجل جلاہ لنبیہ کما جلالہ للنبین قبلہ۔

نماز پڑھائی اور جب سایہ ایک مثل ہوا تو پہلی مرتبہ کے مطابق حضرت جبریل آگے کھڑے ہوئے اور حضور پیچھے اور باقی لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے تھے۔ اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر غروب آفتاب کے وقت ایسا ہی ہوا کہ سب لوگ حضور کی اقتدا میں تھے اور حضور حضرت جبریل کے پیچھے۔ اور نماز مغرب پڑھائی۔ پھر شفق غائب ہونے پر عشا کی نماز اسی طرح پڑھائی۔ پھر صبح صادق کے وقت فجر کی نماز میں بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر دوسرے دن سایہ ایک مثل ہونے پر ظہر کی نماز مثل سابق پڑھی۔ اور دو مثل سایہ ہونے پر دوسرے دن عصر اسی طرح پڑھی۔ پھر آفتاب غروب ہونے پر گذشتہ کل کی طرح نماز مغرب ادا کی۔ پھر ہم لوگ سو گئے۔ پھر جاگے۔ پھر سو گئے۔ پھر جاگے تو تشریف لائے اور کل کی طرح کیا اور نماز عشا پڑھائی۔ پھر جب صافی پھیل گئی اتنی کہ ستارے باقی تھے اور آپس میں گتھے ہوئے تو کل کی طرح کیا اور فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ان نمازون کے درمیان وقت ہے۔ ۱۲م

۴۳۰۹۔ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: تسحر نامع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوة، قلت کم کان قدر ما بینہما؟ قال: خمسين آية۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا: بیچ میں کتنا فاصلہ دیا۔ فرمایا: پچاس آیت پڑھنے کا۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر اور دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی میں ہے:

داوموا علی الذکر فی جمع الاحوال ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی

جميع الاحوال۔

تمام احوال میں وہ ذکر پر مداومت کرتے ہیں۔ یعنی وہ تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے

۴۳۰۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، الصوم ۲۵۷/۱ ☆ الصحیح لمسلم، الصیام، ۳۵۰/۱

الجامع للترمذی، الصوم ۸۸/۱ ☆ المنن للنسائی الصوم، ۳۰۴/۱

یہ اس لئے کہ بیشک اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ماکان و مایکون کا علم حضور پر نور کو حاصل ہو گیا۔

امام جلیل، قدوة المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:-

انه صلى الله تعالى عليه وسلم عرضت عليه الخلائق من لدن آدم عليه الصلوة والسلام الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الاسماء۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک تمام مخلوقات الہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کی گئی حضور نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

علامہ عبدالرؤف منادی تیسیر میں فرماتے ہیں:-

النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الاعلى و لم يبق لها حجاب فترى و تسمع الكل كالمشاهد۔

پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہو کر عالم بالا سے ملتی ہیں ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا۔ وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:-

قد قال علماء نارحمهم الله تعالى لا فرق بين موته و حياته صلى الله تعالى عليه وسلم في مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نياتهم و عزائهم و خواطرهم و ذلك جلي عنده لا خفاء نه۔

بیشک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کے ہر حال ان کی ہر نیت ان کے ارادے ان کے دلوں کے خطرے کو پہچانتے ہیں اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلا کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ کی جناب ارفع میں جل جلالہ و صلی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے میرے لئے تمام چیزیں روشن ہیں جیسے دیگر انبیاء کے لئے روشن فرمائیں۔

﴿۳۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سماوات و ارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عز جلالہ نے اس تمام کان و ما یکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا۔ مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے مکہ تک ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرت الہی پر دشوار اور نہ عزت و جاہت انبیاء کے مقابل بسیار مگر معترضین بیچارے جن کے یہاں خدا ہی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دئے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمہ کرام و علمائے اعلام ان سے سند لائے، انہیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسے امام خاتم الحفاظ جلال المملت والدین سیوطی معصنف خصائص کبریٰ و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی بیہمی شارح ہمزئیہ و علامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شارح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، انہیں مشرک کہیں، و العیاذ باللہ رب العالمین۔

امام اجل سیدی بو صیری قدس سرہ ام القرئی میں فرماتے ہیں:-

وسع العالمین علما و حکما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام جہاں کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی، اس کی شرح افضل القرئی میں فرماتے ہیں:-

لان اللہ تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین و الآخرین و ما کان و

ما یکون۔

العبد من حیزہ الی حیزہ القدس فیتجلی لہ کل شیء کما اخبر عن هذا المشهد فی قصة المعراج المنامی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مجھ پر اس حالت کا علم فائز ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام مقدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن و حدیث و اقوال ائمہ قدیم و حدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل کہ مذکور ہوئے بسیار ہوئے۔ غرض شمس و امس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدہ مذکورہ زید کو معاذ اللہ کفر و شرک کہنا خود قرآن عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیث صحیحہ صریحہ شہیرہ کثیرہ کورد کرنا اور بہ کثرت ائمہ دین و اکابر علمائے عالمین و اعظم اولیائے کالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی عیاذ باللہ کافرو مشرک بنایا اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ و روایات معتمدہ فقہیہ خود کافرو مشرک بنا ہے۔ اس کے متعلق احادیث و روایات و اقوال ائمہ و ترجیحات و تصریحات فقیر کے رسالہ ”السنہی الاکید عن الصلوٰۃ و رآء عدی التقليد“ و رسالہ ”الکوکبة الشہابیۃ علی کفریات ابی الوہابیۃ“ وغیرہما میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوچتا کہ علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنوں کو، بصیرت کے اندھے اس علم ماکان وما یکون بمعنی مذکور کے ثابت جاننے کو معاذ اللہ! علم الہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمتہ للہ علم الہی تو علم الہی جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہیے بالفعل وبال دوام ازلاً ابداً موجود ہیں، یہ شرق تا غرب و سماوات و ارض و عرش تا فرش و ماکان وما یکون من اول یوم الی اخر الایام سب کے ذرے ذرے کا حال تفصیل سے جاننا و بالجملہ جملہ مکتوبات لوح و مکتونات قلم کو تفصیلاً محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالیٰ مرقدہ الکریم مدارج شریف میں فرماتے ہیں:-

ذکر کن اور ادور و بفرست بروئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و باش در حال ذکر گویا حاضر ہست پیش تو در حالت حیات ومی بنی تو اور امتادب با جلال و تعظیم و ہیبت و امید بدار کے وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می بیندومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الہی آنست کہ انا جلیس من ذکر نی۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارا دیکھنا ذکر کیا۔ گویا فرمایا: اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا ہمیں بیان کیا۔ بدانکہ بڑھایا۔ تاکہ اسے کوئی گویا کہ نیچے داخل نہ سمجھے، غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر صیخ دی کہ۔

اعبد الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فإنه يراك۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، گویا تو اسے دیکھ رہا اور اگر تو اسے نہ دیکھے تو وہ یقیناً تجھے دیکھتا ہے۔ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وآلہ وبارک وسلم۔)

نیز فرماتے ہیں:-

ہر چیز در دنیا است زمان آدم تا فتح اولی بروئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند، تا ہمہ احوال اور از اول تا آخر معلوم گردیدی یاران خود را نیز از بعضی ازاں احوال خبر داد۔ نیز فرماتے ہیں:-

و هو بكل شیء علیم۔ و وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و صدق، فوق کل ذی علم علیم، علیہ من الصلوات و افضلہا و من اتمہا و اکملہا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:- کہ

فاض علی من جنابہ المقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیفیہ

سے ایک نہر ہیں، پھر یہ ایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ ان کے علوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ بارک وسلم۔

منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز اول سے قیامت تک کے تمام ماکان و مایکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ وہ جمیع علم ماکان و مایکون علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

والحمد لله رب العالمین - و خسرهنا لك المبطلون - فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا و قیل بعداً للقوم الظالمین -

نصوص حصر: - یعنی جن آیات و احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علم غیب خاصہ خدا تعالیٰ ہے۔ مولیٰ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعاً اور بحمدہ تعالیٰ مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر مستکبر کا اپنے دعوائے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماکان و مایکون بمعنی مذکور ماننے والے پر حکم کفر و ضلال، نص جنون و خام خیال بلکہ خود ستلزم کفر و ضلال ہے۔

علم بہ اعتبار منشأ و قسم کا ہے، ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو۔ اور بہ اعتبار متعلق بھی دو قسم ہے، علم مطلق یعنی محیط حقیقی تفصیلی فعلی فروانی کہ جمیع معلومات الہیہ عزوجل کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً مستغرق ہو، اور مطلق علم یعنی جاننا اگر محیط باحاطہ حقیقیہ نہ ہو،

ان تقسیمات میں علم ذاتی و علم مطلق یعنی مذکورہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے ہیں کہ علم ماکان و مایکون بمعنی مسطوراً اگرچہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم و اکمل ہو، علوم محمدیہ کی وسعت عظیمہ کو نہیں پہنچتا پھر علوم الہیہ تو علوم الہیہ ہیں، (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، اور مطلق علم ہرگز حضرت حق عزوجل سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مولیٰ عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے تو نصوص حصر میں یقیناً قطعاً وہی قسم اول مراد ہو سکتی ہے نہ کہ قسم اخیر، اور بداہتہ ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرات ماکان

سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ واکمل السلام بلکہ ان کی عطا سے ان کے غلاموں، بعض اعظم اولیائے عظام قدست اسراہم کو ملا، اور ملتا ہے، ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بخارذ خارنا پیدا کنار ہیں جن پر ان کی فضیلت کلیہ اور افضلیت مطلقہ کی بنا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوسیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:-

فان من جودك الدنيا و ضررتها

و من علومك علم اللوح و القلم

یعنی یا رسول اللہ! دنیا اور آخرت دونوں حضور کے خوان جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح و قلم کا تمام علم جن میں ماکان و ما یکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم و اعلیٰ الیک و صبحک و بارک و سلم۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نبیہ شرف بردہ شریف میں فرماتے ہیں:-

توضیحہ ان امر د بعلم اللوح و القلم ما ثبت فیہ من نقوش القدسیہ و تصور الغیبیہ و بعلم القلم ما ثبت فیہ کما شاء و لاضوفہ لادنی ملامتہ و کون علمہا من علومہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان علومہ تنوع فی الکلیات و الجزئیات و حقائق و معارف و عوارف تتعلق بالذات و الصفات و علمہما لهما یکون سطرًا من سطور علمہ و نہرا من بحور علمہ تم مع ہد ہو من برکتہ و وجودہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی، توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوش قدس و صور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور علم سے مراد وہ علم ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنی علاقہ یعنی محلیت نقش و اثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم مثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء، و علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتین کی ذات و صفات حضرت عزت جل جلالہ سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر، اور ان کے دریاؤں

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیاء کا انکار، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص مکان بلکہ رب العزّة جل جلالہ کی توہین شان، ایک دو کفر ہوں تو گئے جائیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

۴۳۱۱۔ عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنه قال : قام فينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مقاما ما ترك شيئا الى قيام الساعة الا حدث به۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو حضور نے وقت قیام سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرمادیا۔ (الدولة المكية ۲۲۹)

۴۳۱۲۔ عن معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : انى نعست فاستثقلت نو ما فرأيت ربي فى احسن صورة فقال : فيم يختصم الملاء الا على و الحديث بطوله عن ابن عباس۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور پھر میں نیند سے بوجھل ہوا، میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی شان میں دیکھا، فرمایا، ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں، پوری حدیث حضرت ابن عباس سے یوں منقول ہے۔

۴۳۱۳۔ عن عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما قال : ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال : اتانى ربي عزوجل الليلة فى احسن صورة ، احسبه يعنى فى

۴۳۱۱۔ الجامع الصحيح للبخارى، باب و كان امر الله قدرا مقدورا، ۹۷۷/۲

الصحيح لمسلم، كتاب الفتن و اشراط الساعة، ۳۹۰/۲

۴۳۱۲۔ الجامع للترمذی، تفسير سورة الصافات، ۱۵۶/۲

☆ شرح السنة للبخارى، ۳۸/۴

۴۳۱۳۔ الجامع الصحيح للبخارى، تفسير سورة الصافات، ۱۵۵/۲

☆ الدر المنثور للسيوطی، ۳/۵

کان وما یكون بمعنى مزبور بلکہ اس سے ہزاروں ہزار ازید و افزوں علم بھی کہ بہ عطاء الہی مانا جائے اسی قسم اخیر سے ہوگا، تو نصوص حصر کو مدعائے مخالف سے اصلا مس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہے واللہ الحمد، یہ معنی بآنکہ خود بدیہی واضح ہے ائمہ دین نے اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔

امام اجل ابو ذکریانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں:-

لا یعلم ذلك استقلالاً و علم الاحاطة بكل المعلومات الا الله تعالى اما المعجزات و الکرامات فباعلام الله تعالى لهم علمت و کذا ما علم باجراء العادة۔  
یعنی آیت میں غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔  
رہے انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں یہاں تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انہیں علم ہوا ہے۔ یونہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

مخالفین کا استدلال محض باطل و خیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہو گیا مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلال کے خود اقراری کفر و ضلال کا تمغہ ہے، نیز انہیں میں وہ روشن کیا کہ خلق کے لئے ادعائے علم غیب پر فقہاء کا حکم کفر بھی درجہ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علم ذاتی اور درجہ اخراے طرز فقہاء میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعم مردود جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت (جہنم میں جانتے) کا لفظ ناپاک ہے کہ وہ بھی کلمہ کفر و ضلال بیباک ہے، بکر نے جس عقیدے کو کفر و شرک کہا اور اس کے رد میں یہ کلام بد فرجام بکا، خود اسی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے لاجرم بکر کی یہی نفی مطلق شامل علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اس تعلیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں اور خواہ یوں، دونوں صورت پر حکم شرک دیا ہے۔ اب اس لفظ قبیح کے کلمہ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب رسالت

ہوں، اور تیری بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ جب تو بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہے تو بغیر آزمائش مجھے اپنی بارگاہ میں بلا لے۔ اور درجات یہ ہیں کہ سلام کو خوب رواج دیا جائے، لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور اس وقت نماز پڑھی جائے جب لوگ سو رہے ہوں۔ ۱۲م

۴۳۱۴۔ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لقد ترکنا رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما یحکک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں اڑنے والے پرندے کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ

(الدولۃ المکیہ ۲۶۱)

بتایا۔ ۱۲م

۴۳۱۵۔ عن مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ: "ولئن سألتہم

لیقولن انما کنا نحوض ونلعب" قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة

فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت "ولئن سألتہم الآیۃ" کی تفسیر میں

فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں

جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفصیل یوں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف

فرماتے تھے۔ ارشاد فرمایا: عنقریب ایک شخص آئیگا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ

آئے تو اس سے بات نہ کرنا، کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کنجی آنکھوں والا سامنے سے گذرا

، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان

میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں، وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا، سب نے قسمیں کھائیں کہ ہم

نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے آیت اتاری، کہ خدا کی

النوم ، فقال : يا محمد ! صلى الله تعالى عليه وسلم هل تدري فيما يحتصم الملائ  
الاعلى ؟ قال : قلت : لا ، قال فوضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثدي او  
قال : نحري ، فعلمت ما في السموات و ما في الارض ، ثم قال : يا محمد ! هل  
تدري فيم يختصم الملائ الاعلى ؟ قال : قلت : نعم ، يختصمون في الكفارات  
والدرجات ، قال : و ما الكفارات و الدرجات ؟ قال : المكث في المساجد و  
المشي على الاقدام الى الجمعات ، و ابلاغ الوضوء في المكاره ، و من فعل ذلك  
عاش بخير ، و كان من خطيئته كيوم ولدته امه ، و قل يا محمد اذا صليت : اللهم  
! انى اسألك الخيرات و ترك المنكرات و حب المساكين ، و اذا اردت بعبادت  
فتنة ان تقبضنى اليك غير مفتون ، قال : و الدرجات بذل الطعام و افشاء السلام و  
الصلوة بالليل و الناس نيام -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے رات اللہ عزوجل کا دیدار ہوا یعنی خواب میں فرمایا اے محمد!  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جانتے ہو یہ مقربین بارگاہ فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں  
نے عرض کی: نہیں، اس کے بعد اللہ عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان  
رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے آسمانوں اور زمیںوں کے درمیان  
جو چیزیں تھیں ان کو جان لیا۔ پھر فرمایا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جانتے ہو یہ ملائکہ عالم  
بالا کس چیز میں متنازع اور مختلف ہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں، یہ کفارات اور درجات کے  
بارے میں جھگڑ رہے ہیں، فرمایا: کفارات و درجات کیا ہیں؟ عرض کی: مساجد میں نماز کے  
انتظار میں بیٹھنا یا جماعت کے لئے مسجدوں میں پیدل چل کر آنا، اور جبکہ طبیعت پر بار ہو خوب  
اچھی طرح وضو کرنا، جس نے ایسا کیا وہ بھلائی پر زندہ رہا اور جب انتقال کیا تو ساتھ ایمان کے  
گیا، اس دن گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے روز پیدائش تھا، فرمایا: اے محبوب! جب تم نماز  
سے فارغ ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو، اللهم! انى اسألك الخيرات و ترك المنكرات و  
حب المساكين ، و اذا اردت بعبادتك فتنة ان تقبضنى اليك غير مفتون - انہی! میں  
تجھ سے اچھے کاموں کے کرنے، برائیوں کو چھوڑنے اور مساکین سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، منبر سے اتر کے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور عصر تک خطبہ ارشاد فرمایا، پھر مصلیٰ پر تشریف لا کر نماز پڑھائی اور پھر غروب آفتاب تک خطبہ دیا، ان خطبات میں حضور نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کی اجمالی خبر دی، اب ہم میں وہی زیادہ جانتا ہے جس نے ان خطبات کو زیادہ یاد رکھا۔ ۱۲م

۴۳۱۷۔ عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قام فینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم، حفظ ذلك من حفظ ونسیه من نسیه۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تشریف فرما ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخلہ تک کا حال بیان فرمایا، جس نے یاد رکھا یا درکھا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ (انباء مصطفیٰ ۷)

۴۳۱۸۔ عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ تعالیٰ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغربها۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمیں کو سمیٹ دیا تو میں نے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا۔ ۱۲م (انباء مصطفیٰ ۹)

۴۳۱۹۔ عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سلونی قبل ان تفقدونی، فانی لا اسئل عن شیء دون العرش الا اخبرت عنہ۔

قسمیں کھاتیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک وہ ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اسکا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانوں کا مدعی کروڑوں بار کا کلمہ گو ہو کافر ہو جاتا ہے۔  
مسلمانو دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں، کلمہ گوئی کام نہ آئی، اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ و رسول اور قرآن سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جانتی شان نبوت ہے، جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی، امام احمد قسطلانی، مولانا علی قاری، علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جسکی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ مذکور ہوئی پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے، اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے۔ ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے۔  
(تمہید ایمان ۱۱۲)

۴۳۱۶۔ عن عمرو بن الخطاب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما الفجر وصعد المنبر حتی حضرت الظهر فنزل فصلى، ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبر بما هو كائن الي يوم القيامة، قال: فاعلمنا احفظنا۔

حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہمیں

بد اعمال میں یہ بھی ملاحظہ کیا کہ مسجد میں تھوک وغیرہ ڈالا جائے اور پھر اس کو صاف نہ کیا جائے۔ ۱۲م

۴۳۲۲۔ عن حذيفة بن اسيد رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: عرضت على امتي البارحة لذن هذه الحجرة حتى لا عرف بالرجل منهم من احدكم بصاحبه۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گذشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بیشک ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔  
(انباء المصطفیٰ ۱۸)

۴۳۲۳۔ عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وفي يديه كتابان، فقال اتدرون ما هذان الكتابان؟ قلنا: لا يا رسول الله! الا ان تخبرنا، فقال للذي في يده اليمنى: هذا كتاب من رب العالمين، فيه اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل على آخرهم، فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم ابدا، ثم قال للذي في شماله: هذا كتاب من رب العالمين، فيه اسماء اهل النار واسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل على آخرهم فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم ابدا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما ہوئے تو آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! ہاں آپ خبر دیں تو معلوم ہو

۲۰۷/۱ کتاب المساجد، ۴۳۲۲۔ الصحيح لمسلم،

۶۶/۱ کتاب الصلوة، السنن لابی داؤد،

۳۶/۲ باب ما جاء ان الله كتب كتابا لاهل الخ، ۴۳۲۳۔ الجامع للترمذی،

۱۲۷/۲ المسند لاحمد بن حنبل، مشكوة المصابيح للبريزی، ۲۱/۱ ☆

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے وصال سے پہلے پہلے جو کچھ معلوم کرنا ہے کر لو، کہ عرش کے نیچے کی جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں اس کی خبر دوں گا۔

(مالی الجیب ۶)

۴۳۲۰۔ عن حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنه قال: والله انى لاعلم الناس بكل فتنة هى كائنة فيما بينى وبين الساعة، وما ذلك ان يكون رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حدثنى من ذلك شيئاً اسره الى لم يكن حدث به غيرى، ولكن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال وهو يحدث مجلساً انا فيه -

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قسم بخدا! میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ حضور نے میرے علاوہ کسی کو نہ بتائے، بلکہ بات یہ ہے کہ حضور نے جب بھی کسی مجلس میں کوئی واقعہ آئندہ بیان فرمایا تو میں اس میں موجود تھا۔

۴۳۲۱۔ عن ابى ذر الغفارى رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: عرضت على امتى باعمالها حسناتها وسيئها، فوجدت فى محاسن اعمالها الاذى يماط عن الطريق، ووجدت فى مساوى اعمالها النخاعة تكون فى المسجد ولا تدفن -

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے نیک و بد اعمال پیش ہوئے، میں نیک اعمال میں یہ بھی دیکھا کہ بندے کو راستہ سے اذیت ناک چیز روڑا پتھر وغیرہ ہٹانے پر جو نیکی ملتی ہے، اور

۵۳۶/۶

۴۳۲۰۔ المسند لاحمد بن حنبل،

۲۰۷/۱

کتاب المساجد،

۴۳۲۱۔ الصحيح لمسلم،

۶۶/۱

کتاب الصلوة،

السنن لابی داؤد،

۲۲۷/۶

الادب المفرد للبخاری، ۳۶، المسند لاحمد بن حنبل،

۴۳۲۵۔ عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: علمى بعد وفاتى كعلمى فى حياتى -

حضرت انس بن مالك رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعد وصال میرا علم ویسا ہی ہے جیسے اس ظاہر حیات مبارک میں۔ ۱۲م (مالی الجیب ۸۹)

۴۳۲۶۔ عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل رضى الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : غفر الله عز وجل لزيد بن عمرو ورحمه، فانه مات على دين ابراهيم -

حضرت سعيد بن زيد بن عمرو بن نفیل رضى الله تعالى عنهما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔

۴۳۲۷۔ عن عامر بن ربيعة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : رايته فى الجنة يسحب ذيو لا -

حضرت عامر بن ربیعہ رضى الله تعالى عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اسے جنت میں نازکے ساتھ دامن کشاں دیکھا۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۱/۱۶۰)

۴۳۲۸۔ عن ابى و فريرة رضى الله تعالى عنه قال : لما انهزم المشركون لحق مالك بن عوف بالطائف، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : لو اتانى

☆ ۱۷۷/۱

۴۳۲۴۔ الصواعق المحرقة لابن حجر،

۴۳۲۵۔ الكامل لابن عدی،

۷۷/۱۲، ۳۴۰۷۳، كنز العمال للمتقى،

☆ ۲۷۷/۳ الطبقات الكبرى لابن سعد،

☆ ۲۷۷/۱ الطبقات الكبرى لابن سعد،

☆ ۵۵۰/۵ ۴۳۲۸۔ الاصابه لابن حجر،

جائے گا، داہنے دست مبارک میں جو کتاب تھی اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے نام، ان کی ولدیت ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر میں ان سب کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے، اب نہ ان میں زیادہ ہو سکتے ہیں اور نہ کم۔ پھر بائیں دست اقدس کی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں اہل جہنم کے نام، ان کی ولدیت اور ان کے خاندانوں کے نام ہیں، پھر اس میں بھی آخر میں جوڑ لگا دیا گیا ہے، اب ان میں نہ کبھی کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی۔ ۱۲م

(مالی الجیب ۱۹)

۴۳۲۴۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال للامام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو سفیر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسلم علیک، فقبل له: و کیف ذلك؟ قال: کنت جالسا عنده صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجره وهو یلاعبه، فقال: یا جابر! یولد له مولود اسمه علی، اذا کان یوم القیامة نادى مناد لیقم سید العابدین، فبقوم ولده، ثم یولد له ولد اسمه محمد فان ادركته یا جابر فاقرأه منی السلام۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے حضور کا سلام کہا۔ ان سے حاضرین نے کہا: آپ نے یہ کیونکر کہا؟ آپ نے فرمایا: میں ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک گود میں تھے اور حضور آپ سے کھیل رہے تھے، حضور نے فرمایا: اے جابر! حسین کا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو ایک منادی ندا کریگا، عابدوں کے سردار کھڑے ہوں، تو وہ لڑکا کھڑا ہوگا، پھر ان کے ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا، اگر تم ان کو پاؤ تو میرا سلام ان سے کہنا۔ ۱۲م

(مالی الجیب ۱۳)

ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے ہم عنقریب بڑا ثواب دیں گے۔

﴿ ۳۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں "لا" نفی جنس کے لئے ہے، جس سے مطلق خیر کی نفی کی جا رہی ہے، اس حرف کی نفی کا مفاد متعدد

مقامات امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا۔ مرتب)

ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

لا خیر فی صب الماء الكثير فی الوضوء وانه من الشيطان۔

وضو میں بہت سا پانی بہانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

نفی خیر اپنے معنی لغوی پر اگر چہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں

نہ خیر نہ شر، لہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و بعد نماز

عشا میں فرمایا: المراد ما ليس بخير و انما يتحقق في كلام هو عبادة اذا المباح لا

خیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ہذہ الاوقات کلما نقلہ السید ابو السعود فی

فتح اللہ المعین۔

مراد یہ ہے کہ جو خیر نہ ہو اور یہ اس کلام میں متحقق ہوگا جو عبادت ہو کہ مباح میں کوئی خیر

نہیں جیسے کہ کوئی گناہ نہیں، تو ان تمام اوقات میں مکروہ وہ ہوگا جیسا کہ سید ابو السعود نے فتح اللہ

المعین میں نقل فرمایا۔

اقول: مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لا خیر فیہ میں فرق کرتی ہے، مباح ضرور نہ خیر نہ

شر مگر اس کے فعل پر مواخذہ نہیں اور مواخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو "لا خیر فیہ"

وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے۔

فاصاب رحمہ اللہ تعالیٰ فی قولہا المراد ما ليس بخير و تسامح فی قولہ لا

خیر فیہ فحق العبارة المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر۔

علامہ صاحب النہر اپنے قول "المراد ما ليس بخير" میں اصابت رائے کو پہنچے

اور اپنے قول "لا خیر فیہ" میں لغزش سے نہ بچ سکے، مناسب عبارت یہ ہے "المباح لیس

بخیر کما انہ لیس بشر"

منسلما لرددت علیہ اہلہ ومالہ ، فبلغہ ذلك ، فلحق بہ ، وقد خرج من الجعرانۃ  
فاسلم ، فاعطاه اہلہ ومالہ ، واعطاه مائۃ من الابل کالمؤلفۃ ، فقال مالک بن  
نوف یخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قصیدہ -

مان رأیت ولا سمعت بواحد

فی الناس کلہم کمثل محمد

اوفی فاعطی للجزیل لمجتدی

ومتی تشاء یخبرک عما فی غد

قال : واستعملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن من اسلم من

قومہ ، ومن تلك القبائل من ثمالۃ وسلمة وفہم -

حضرت ابو وفرہ یزید بن عبید سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوہ  
حنین میں مشرکین بھاگ گئے اور مالک بن عوف کہ (لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ  
کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ایمان لا کر  
حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال اسے واپس دیں ، یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی ، خدمت اقدس  
میں حاضر ہوئے جبکہ حضور مقام جعرانہ سے رخصت فرما چکے تھے ، سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ان کے اہل و مال انہیں واپس دیئے اور سواونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے -

اس وقت حضرت مالک بن عوف نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے  
ہوئے عرض کی: میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کوئی نہ دیکھا  
نہ سنا ، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل کو نفع اور کثیر عطا بخشنے  
والے ، اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر بتا دیں - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ ، سلمہ اور فہم پر

(الاسن والعلی ۲۰۷)

سردار فرمایا -

(۱۱۴) لا خیر فی کثیر من نجوہم الا من امر بصدقۃ او

معروف او اصلاح بین الناس ، ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات

اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما ☆

اللہ سے نہیں بخشا کہ اس کا کوئی شریک ٹھرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

﴿ ۳۶ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مجوزین خلف و عید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور پر ظاہر کہ دعویٰ دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! جب جواز خلف خود ارشاد متکلم بالو عید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرما دیا۔ ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے تو دلیل امکان کذب کو اصل راہ نہیں دیتی مگر ندلول میں زبر دستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا، اس جہالت کی کوئی حد ہے۔ آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعویٰ و دلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکان کذب لازم۔ اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو۔ ع۔

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

لہذا انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا، یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعویٰ کرتا ہے۔ یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضروری نہیں کہ ہو کر ہی ہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے۔ ذرا آدمی سمجھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے،

سبحن اللہ! جس ردالمختار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وہ صاف و روشن تصریحیں موجود ہیں جن سے اس تفریح ناپاک کی پوری قلعی کھلتی ہے۔ حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے۔ اسی پر دعویٰ رشد و ہدایت ہے۔ مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع و بریدان صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمیں نے رسالے کے رسالے

ولهذا جب کہ ہدایہ میں فرمایا: لا خیر فی السلم فی اللحم (گوشت میں بیچ سلم بہتر نہیں) محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا: هذه العبارة تاكيد في نفى الجواز (نفی جواز کی اس عبارت میں تاکید ہے)

اقول: رب عز وجل فرماتا ہے:

لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقه او معروف او اصلاح بین

الناس۔

ان کی سرگوشیوں میں سے اکثر میں کوئی خیر نہیں سوائے اس کے کہ جو بھلائی کا حکم دیتے یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔

ہر معروف کو استثنا فرمایا اور ہر طاعت معروف تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر ”لا خیر فیہ“ مباح کو بھی شامل ہوتا ”فی کثیر“ نہ فرماتے بلکہ ”فی شی من نجواہم“ لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۴۲۲-۴۲۳)

(۱۱۵) وَمَنْ يَشْلُقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَ  
يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ  
مَصِيرًا. ☆

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری راہ پلٹنے کی۔

﴿۳۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اجماع مسلمین کا ثبوت ہے۔ مرتب)

نماز میں قرأت کلام مجید پر اجماع مسلمین ہے اور اس کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۱۹۳)

(۱۱۶) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ

لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا. ☆

یقینی بلا شرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظر انصاف غور کرے۔

اولا: اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو بر تقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی، انہیں صاف کہنا تھا میں جواز خلف ماننا ہوں تو امکان کذب میرا عین مذہب، اور بر تقدیر کذب معتزلہ علمائے اہل سنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گڑھی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے۔ مجوزین خلف تو امکان کذب مانتے ہی ہیں۔ پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیا: آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں۔ سبحان اللہ جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علماء کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۹/۳۰۹ تا ۳۱۱)

(۱۱۷) **اِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ اِلَّا اِنتَاجٌ وَاِنْ يَدْعُونَ اِلَّا**

**شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا. ☆**

(۱۱۸) **اَلْعَنَةُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تُخِذْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ نَصِيْبًا**

**مَفْرُوْضًا. ☆**

(۱۱۹) **وَلَا ضَلٰلَتُهُمْ وَلَا مَنِيْنَتُهُمْ وَلَا مَرْنَتُهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ اَذَانَ**

**اَلْاَنْعَامِ وَلَا مَرْنَتُهُمْ فَلْيَغِيْرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا**

**مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خَسْرًا نَّاصِرًا. ☆**

یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزو دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو

جی سے گڑھ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کر دیئے۔ انتہا یہ کہ عالم و امام دل سے تراشنے کہ باوجود تکرار مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتہ نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالیٰ نے رسالہ ”سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء“ اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد و اکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اذالم تستحیی فاصنع ما شئت“ جب کوئی بے حیا ہو جائے تو وہ جو چاہے کرے۔

ع۔ بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہے۔

حجت سادسہ، اقوال: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابو عمرو بن العلاء لعمر وبن عبید: ما تقول فی اصحاب الکبائر؟ قال  
اقول: ان الله منجز ابعاده كما هو منجز وعده - قال ابو عمرو وانك رجل اعجم ،  
لا اقول اعجم اللسان ولكن اعجم القلب ، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لو ما  
وعن الایعاد کر ما ، والمعتزلة حکو ان ابا عمرو بن العلاء لما قال هذا الکلام  
قال له عمرو بن عبید یا ابا عمرو وفهل یسمى الله مکذب نفسه؟ فقال لا ، فقال  
عمرو بن عبید فقد سقطت حجتک ، قالوا فاقطع ابو عمرو بن العلاء ، وعندی  
انه کان لا بی عمر ان یجیب عن هذا السؤال ان هذا انما یلزم لو کان الوعد ثابتا  
جزما من غیر شرط وعندی جمع الوعدت مشروطة بعدم العفو ، فلا یلزم من  
ترکه دخول الکذب فی کلام الله تعالی اه ملخصا۔

یعنی امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا: اہل  
کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ اپنی وعید ضرور پوری کرے  
گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا: تو جحشی ہے، میں نہیں کہتا کہ زبان کا  
جحشی بلکہ دل کا جحشی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم،  
معتزلہ حکایت کرتے ہیں: اس پر عمرو نے جواب دیا، کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے  
گا؟ امام نے فرمایا: نہ، عمرو نے کہا: تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہو گئے، امام رازی  
فرماتے ہیں بس میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعترض تو جب لازم آئے کہ وعید

اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقہ تفضیل مطلق نفی برتر و ہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں ”ومن احسن من اللہ صبغة“ یعنی صبغة اللہ سب سے احسن ہے۔ ”ومن احسن قولا ممن دعالی اللہ، ای ہو احسن قولا من کل من دعاه“ (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔)

علامة الوجود سیدی ابوالسعود علیہ رحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر ”قول تعالیٰ عزوجل ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا“ (اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے) فرماتے ہیں:

هو انکار واستبعاد لان یكون احد اظلم ممن فعل ذلك او مساویا له وان كان سبک التركيب غير متعرض لانکار المساواة ونفیها یشهد به العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانه اذا قيل من اکرم من فلان او لا افضل من فلان فالمراد به حتما انه اکرم من کل کریم و افضل من کل فاضل۔ الا یری الی قوله عزوجل لا جرم انهم فی الاخرة هم الاخسرون۔ بعد قوله تعالیٰ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الخ والسرفی ذلك ان النسبة بین الشیئين انما تتصور غالبا لا سيما فی باب المغالبة بالتفاوت زیادة ونقصانا فاذا لم یکن احدهما ازید یتحقق النقصان لا محالة۔

یہ انکار و استبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہو سکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکار و نفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے، مثلا جب یہ کہا جاتا ہے، فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے، یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے۔ کیا رائے ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک میں۔ وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں۔ جس کے بعد فرمایا ”ومن اظلم ممن افترای علی اللہ کذب“ اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان

چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

﴿ ۳۷ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آخری آیت ہی وہ آیت کریمہ ہے جس کی رو سے حضور پر نور سید المرسلین اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہ ہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی۔ بعینہ یہ ہی کیفیت داڑھی منڈانے کی ہے۔ مونھ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں، یونہی داڑھی منڈانے والے، تو یہ سب اسی ”فلیغیرن خلق اللہ“ میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ ورسول کے ملعون ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التزیل میں زیر آیت کریمہ فرماتے ہیں:

يستدل بالآية على تحريم الخصاء والوشم وما يحرى محراه من الوصل

فی الشعر وبرد الاسنان والتحصص وهو نتف الشعر من الوجه“

تفسیر مدارک شریف

”فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او غیر سبب بالسواد والتخت او

باختصار“

شیخ محقق اشعة اللعنا

۱۰۰

علت متدوین بحیہ وامثال آں نیز ہمیں ست۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲۳/۹)

﴿ ۱۲۲ ﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا وَمَنْ

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا. ☆

اور جو ایمان اور اچھے کام کئے کچھ دیر جاتی کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن

کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿ ۳۸ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق۔ آیت کریمہ ”ومن اصدق من اللہ قیلا۔ نص جلی کہ کذب الہی

محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے، خادم تفسیر و حدیث و واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات

ہے، یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے۔ اور حقیقتہً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت و مقبولیت پوری ہوگی۔

جب یہ امر مہم ہو گیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک و منزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہو سکتی، اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ تو خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہتہً بوجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر و مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الہیہ سے خارج نہیں، تلوخ میں ہے:

المتواتر یوجب علم یقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانہم لم یواطوا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تو اطمہم علی الکذب اہ ملخصا۔  
متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقیناً نہیں ہو سکتا۔ جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا امکان عقلی کا سلب ہو گیا ہے۔

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا "کما حققہ فی المواقف و شرحہا و اشار الیہ فی شرح المقاصد و شرح العقائد و غیر ہما" (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اس کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔) اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری تعالیٰ کی طرف چلے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم و فرق امور عادیہ و ارادہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی و خبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہوا گئے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی تانی قطع و منافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو

میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہر حال نقصان کا ہی حقیق ہوگا۔

تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور پر ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم و حدوث کلام یا بقا و فنائے سخن یا کمال و نقصان متکلم، خواہ کسی وجہ اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہو تو سرے سے سچ ہی نہ رہا، اصدق و صادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگر چہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان انبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنہیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی و تنبیہ ہوتی ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول اللہ، اور ہم بھی کہتے ہیں: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے۔ حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا: "و حملہ و فصالہ ثلاثون شہرا۔" (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ ہم کہتے ہیں "لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک حق واضح ہے) کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے۔ زیادہ سچا ہے اور اس کے قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقتہ للواقع غیر معقول ہے۔ ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق و صادق میں وہی مقصود و معتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ وقعت قبول میں زائد ہے، مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول، اگر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہو جائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون و طمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا، اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے۔

دوسرے احتمال کذب سے البعد ہونا، مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر

اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدرتنا ہی پر۔ اور ہمیشہ معرفت الہی سے غیر متناہی باقی رہے گا تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہم بوند کے اس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم و فنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے متناہی باقی رہے گا تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر۔ اور اسی طرف حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا اپنے اس قول میں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا جس وقت چڑیا نے سمندر سے ایک چونچ بھر کر پانی لیا تو یہ قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ رہی باقی تین قسمیں یعنی علم مطلق اجمالی اور مطلق علم اجمالی اور تفصیلی یہ قسمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ اگر اجمالی کو ہم مرتبہ بشرط لاشے میں لیں یعنی وہ جس میں ایک معلوم دوسرے سے پوری طور پر ممتاز نہ ہو جب تو اجمالی کی دونوں قسمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے محال ہونگی اور بندوں کے ساتھ ان کا خاص ہونا واجب ہوگا، علم مطلق اجمالی کا بندوں کے لئے حاصل ہونا عقلاً بدیہی اور ضروریات دین سے ہے اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے جانتا ہے تو ہر شے کہنے میں ہم نے جمیع معلومات الہیہ کا لحاظ کر لیا اور ان سب کو ایک اجمالی طور پر جان لیا تو جسے اپنے لئے ثابت نہ جانے وہ اپنے نفس سے اس آیت پر ایمان کی نفی کرتا ہے تو خود اپنے کفر کا مقرر ہوا اور اللہ کی پناہ اور معلوم ہے کہ جب علم مطلق اجمالی بندوں کے لئے ثابت ہوا تو مطلق علم اجمالی اپنے آپ ثابت ہو گیا اور اسی طرح تفصیلی اس لئے کہ ہم قیامت و جنت و نار اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفوں میں سے ساتوں صفات اصول پر ایمان لائے اور یہ سب کا سب غیب ہے اور ان میں ہر ایک ہم نے علیحدہ علیحدہ دو سے سے ممتاز پہچانا تو واجب ہوا۔ کہ غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کیا کہنا اور کیونکر نہ ہو، حالانکہ

احتمال عقلی خبر تو اتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الہی میں بھی باقی، پھر کلام اللہ کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی، ہمسری نہ کر سکرنا کہ مفاد آئیہ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقلیۃ اللہ لہم دامت (ان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت دائمی ہو) یعنی امتناع عقلی کذب الہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ اجل و علا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تو اتر کہ امکان رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے، عصمت اگر بمعنی امتناع صدور و عدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی شرح روشن درخشندہ صادق آیا کہ ”من اصدق من اللہ فیلا“ (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی) اور العزۃ لہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر ”من اصدق من اللہ حدیثاً“ (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمد للہ رب العلمین۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۱۳۵۱ تا ۳۵۲۳)

(۱۲۶) **اُولٰٓئِہٖ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ**

**بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ ☆**

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز اللہ کا قابو

ہے۔

﴿۳۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس لئے کہ ذات الہی محدود نہیں تو اس کی مخلوق میں کسی کو ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کو جیسا وہ ہے تمام و کمال ایسا پہچان لے کہ یہ کہنا صحیح ہو جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی جس کے بعد اس کی معرفت سے کچھ باقی نہ رہا اس لئے ایسا ہوتا تو یہ علم اللہ عزوجل کی ذات کو محیط ہو جاتا تو اللہ عزوجل اس کے احاطہ میں آ جاتا اور وہ برتر ہی کہ اسے کوئی چیز احاطہ کر سکے بلکہ وہی ہر چیز کو محیط ہے اور اللہ عزوجل کو جاننے والے انبیاء اور اولیاء اور صالحین اور مومنین ان میں جو باہم مراتب کا فرق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو جاننے ہی میں فرق کی بنا پر ہے۔ جو جتنا زیادہ جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہی۔ تو ہمیشہ ابدالاً بادتک انہیں علم پر علم بڑھتا رہے گا اور کبھی

زیان کار ہونے کے لئے کافی و وافی ہے وہ اپنے اس کفران کے سبب کافر و مرتد ہے اور اس کا کہنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنے خاتمہ کا حال جانتے تھے نہ امت کے یہ دوسرا کفر ہے کہ وہ بہت سی روشن آیتوں کا انکار ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور بیشک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

اور فرماتا ہے: کہ بیشک عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اور فرماتا ہے: جس دن اللہ رسوا نہ کریگا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو اس کے ساتھ ہیں

ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

اور فرماتا ہے: کہ عنقریب تمہارا رب تمہیں حمد والے مقام میں بھیجے گا۔

اور فرماتا ہے: اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور

تمہیں خوب پاک کر دے۔

اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح کر دی تا کہ اللہ تمہارے سبب

بخشدے تمہارے اگلوں پچھلوں کے گناہ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے اور تمہیں اپنی طرف

سیدھی راہ دکھائے اور اللہ تمہاری مدد کرے عزت والی مدد یہاں تک کہ فرمایا: داخل کرے اللہ

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں کہ ہمیشہ ان

میں رہیں اور ان کے گناہ ان سے مٹادے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

اور فرماتا ہے: برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کر دے

جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور کرے گا تمہارے لئے اونچے اونچے محل، لام کے پیش کے

ساتھ جو ابن کثیر و عام کی قرأت اور عاصم سے ابو بکر کی روایت ہے اور ان کے سوا اور آیتیں ہیں

۔ اس بات میں وہ حدیثیں کہ معنی واحد پر متواتر آئیں وہ تو ایک عمیق دریا جن کا گہراؤ نہ جانا جا

سکے اور وہ کبھی پایاب نہ ہو، مگر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کسی حدیث پر ایمان لائیں گے۔

الہی میں تجھ سے معافی اور عافیت چاہتا ہوں اور کافروں کے کوٹون سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

## نظر دوم

تقریباً سابق سے ایسا چمک اٹھا جس کی نگاہ خیرہ ہو کہ تمام و کمال جملہ مخلوقات کے مجموعہ

ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے تو جو غیب کو جانتا نہیں اس کی تصدیق کیونکر کرے گا اور جو تصدیق نہ کرے گا اس پر ایمان کیونکر لائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی اور علم مطلق تفصیلی کہ جمیع معلومات الہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو تو جن آیتوں میں غیر خدا سے نفی فرمائی ان میں ضرور ہے کہ یہی دونوں معنی مراد ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ علم جسے بندوں کے لئے ثابت کر سکتے ہیں وہ علم عطائی ہے خواہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی اور مدح اسی قسم اخیر سے ہوتی ہے اور بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے علم سے اپنے بندوں کی مدح فرمائی کہ فرماتا ہے ملکہ نے ابراہیم کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا کہ بے شک یعقوب ہمارے علم دئے سے ضرور علم والا ہے۔ اور فرمایا ہم نے خضر کو علم لدنی عطا کیا اور فرمایا اے نبی اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا۔ جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور ان کے سوا اور بکثرت آیتیں تو یہی قسم ان آیتوں میں مراد ہے جن میں بندوں کے لئے علم غیب دیا جانا ثابت فرمایا ہے تو آیت کے یہ وہ سچے معنی ہیں جن سے اصلاً مفر نہیں اور نہ انکے غیر کا امکان اور تجھے روشن ہو گیا کہ جو کچھ ہم نے یہاں تک بیان کیا سب دین متین سے ایسا بالضرور ثابت ہے کہ جو ان میں سے کسی شے کا انکار کرے وہ دین کا انکار کرتا ہے اور اسلامی جماعت سے جدا ہوتا ہے اور یہ وہ معنی ہیں جن سے معتمد عالموں نے آیات نفی و اثبات میں تطبیق کی ہے جیسا کہ امام اجل ابو زکریا نووی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ان کے بعد امام ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں اور علمائے اور کتابوں میں کہ غیر خدا سے نفی علم غیب کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ذات سے کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کا علم جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہے تو آفتاب اور گزرے ہوئے کل کی طرح روشن ہو گیا کہ وہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ خدا کی عطا سے ہو جیسا کہ ہمارے ملک کے وہابی صاف کہہ رہے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنے خاتمہ کا حال جانتے تھے نہ امت کے خاتمہ کا جیسا کہ اس گمراہی کی نسبت میرے پاس ۱۳۱۸ھ میں دہلی سے سوال آیا تھا میں نے اس کے جواب میں رسالہ انباء <sup>مصطفیٰ بحال</sup> سروا خفی لکھا اور میں نے وہابیہ پر قیامت کبریٰ قائم کی تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ثابت فرمائی اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے

(الدولۃ المکیہ اردو۔ ۱۹۳ تا ۲۲۳)

(۱۳۸۔ ۱۳۹) **بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا. ☆**  
**الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكُفْرَ مِنْ أَوْلِيَاءٍ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ**  
**أَيَّبَتُّغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا. ☆**

خوش خبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔

﴿ ۴۰ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہ ہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی، ہماری کمزوری و ذلت غلبہ و عزت سے بدلے گی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: یہ ان کی بد عقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ و عزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے: کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔  
تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیت کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخبیۃ رجائہم، ایطلبون بمو الایۃ الکفر القوۃ والغلبۃ (فان العزۃ للہ جمیعاً) تعلیل لبطلان رائجہم، فان انحصر جمیع افراد العزۃ فی جنا بہ عزو علا بحیث لا ینالہا الا اولیاء ہ قال تعالیٰ: وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین یقضی ببطلان التعزز بغيرہ و اتحالة الانتفاع بہ (مختصراً)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے: کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ و قوت چاہتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عزت صرف اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے۔ تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور ان سے

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۹۲)

نفع پہونچنا محال (مختصر)

(۱۴۰) **وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ**

علوم کی ہمارے رب اللہ العالمیں کے علوم سے برابری کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے کیا اندھوں کو یہ نہیں سوچتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور خلق کا علم عطائی اور اللہ کا علم اس کے ذات کے لئے واجب اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا علم ازلی سرمدی قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اس کا زیر دست ہے علم الہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علم مخلوق کی فنا ممکن علم الہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر روا اور ان فرقوں کے ہوتے ہوئے برابری کا وہم نہ کرے گا مگر وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ تو اگر ہم فرض کریں کہ کوئی گمان کرنے والا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع معلومات الہیہ کا محیط جانے تو اتنا تو ضرور ہے کہ اس کا گمان باطل اور اس کا وہم خطا مگر علم الہی سے برابری اب بھی نہ ہوئی ان ہولناک فرقوں کے سبب جو ہم اد پر ذکر کر آئے جو علم خالق سے علوم مخلوق کے لئے سوا (ع۔ ل۔ م) یعنی شرکت نام کے کچھ باقی نہیں رکھتے، نہ کہ اس حالت میں کہ ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہونا یقیناً عقل سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل۔ اور وہابیہ وہ کہ جب ائمہ کے پیرووں کو سنتے ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن و حدیث کے اتباع سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز اول سے روز آخر تک کی تمام گزشتہ و آئندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک و کفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے علم الہی سے علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برابر کر دیا۔ یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط و غلطی میں بڑے ہیں اور آپ ہی شرک و کفر کے گڑھے میں گرے ہیں اس لئے جب انہوں نے اس گھرے ہوئے حد باندھے ہوئے گنتی کے علم کے ثابت کرنے میں علم الہی سے مساوات ٹھہرا دی تو وہ گواہی دے چکے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بس اسی قدر ہے کم چھوٹا قلیل تھوڑا کیونکہ علم الہی ان کے نزدیک اس مقدار سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے کیسے برابر ہو جاتا تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے لیکن وہ اس کا حکم لگا رہے ہیں تو اللہ ہی کے علم سے ٹھٹھا کر رہے ہیں اور زبردستی اسے ناقص بتا رہے ہیں خدا انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فتنہ سے بچائے۔

قَالُوا لَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۖ قَالُوا لَمْ  
نَسْتَحِذُ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ ۖ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۖ ☆

وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿۴۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں "ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً" سے

استدلال فرماتے ہیں۔)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں۔ ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر  
جیسا کہ اس آیت سے ثابت۔

یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو۔؟ مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے  
بات ساس کی مقبول اور گوشت حلال۔ اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اس کا ماخوذ اور لحم حرام۔  
"وكم من شئى يثبت ضمنا ولا يثبت قصدا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۲۸۱)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کوئی ولایت نہیں رکھی کافروں کے واسطے مسلمانوں پر۔  
ولایت کہتے ہیں حکم نافذ التصرف کو شاء اوابی، چاہے مانے یا نہ مانے، اور شریعت بھی اس کو قبول  
کر لے، یہ بات کبھی حاصل نہ ہوگی کسی کافر کو کسی مسلم پر۔ والد اپنی نابالغ اولاد پر ولایت رکھتا ہے  
یہ ان کا نکاح کر دے اور وہ چلاتے رہیں ہمیں نہیں منظور نکاح نافذ ہو گیا، بعد بالغ ہونے کے  
بھی کچھ اختیار نہیں، یاد و عادل مسلمان کسی پر گواہی دیں وہ کہہ رہا ہے یہ جھوٹے ہیں میں نے ایسا  
نہیں کیا، وہ کہہ دیں کہ اس نے ایسا کیا گواہی نافذ ہوگی۔

(الملفوظ ۳/۲۶-۲۷)

﴿۱۴۵﴾ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ

لَهُمْ نَصِيرًا ۖ ☆

يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَعْتَدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ  
غَيْرِهِ زَانِكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ طَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ جَامِعُ الْمُتَّقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي  
جَهَنَّمَ جَمِيعًا ☆

اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا  
اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ  
ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

﴿۱۴۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کر دیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت  
وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کر لیا؟ اور جب کچھ نہیں تو ان جملگھٹوں کے کیا معنی ہیں  
جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں، ان جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا  
اور رسول و قرآن پر اعتراضوں کے لیے منعقد کئے جاتے ہیں۔

بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ ”انکم ادا مثلہم“ ان لکچروں پر جملگھٹ  
والے ان جلسوں میں شرکت کرنے والے سب انہیں کافروں کے مثل ہیں، وہ علانیہ بک کر  
کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا اور رسول و قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں  
ان کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں، تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا: کہ اللہ انہیں اور انہیں سب  
کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ اب یہاں تم لکچر دو اور تم سنو ”ذق انک انت العزیز الکریم“ الہی  
اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ والعلی العظیم۔

مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی ابھی دیکھیں کہ اعداء اللہ کے  
سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں، ملک میں ان کے شور و شر کا نشان نہ رہے گا، جہنم کے  
کندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرائے اور سر پھوڑیں گے، اللہ و رسول و قرآن عظیم کی  
توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان  
تو ٹھنڈے رہیں گے۔ اے رب میرے توفیق دے ”و حسبنا اللہ ونعم الوکیل و صلی

اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱/۷۸۵)

﴿۱۴۱﴾ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فِتْحٌ مِنَ اللَّهِ

نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصاً وہاں یہ خصوصاً دیوبند یہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز، روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے۔ اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو "فاللہ خیر حفظا و ہوا رحم الراحمین" (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۳۲۷-۳۲۹۳)

(۱۵۰ تا ۱۵۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یُکْفِرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَیَقُولُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُکْفِرُ بِبَعْضٍ لَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۙ  
اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِّلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا  
☆

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ  
اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُوْتٰیهِمْ اُجْرَتُهُمْ ۙ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۙ  
☆ وہ جو اللہ اور جو اس کے رسولوں کو نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔

یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔  
اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۴۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
اس آیت کریمہ نے صاف فرما دیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جدائی  
ڈالنے والا پکا کافر ہے۔ اور یہ کہ جو ان سب کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکا

بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا مددگار نہ پائے گا۔  
 ﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
 اللہ عزوجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع  
 سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو  
 اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے

ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔

بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول: دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم: مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے۔ جیسے  
 ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں، اور آریہ کہ روح و مادہ کو  
 معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں۔ دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت  
 باطل ہے۔

سوم: مجوسی آتش پرست۔

چہارم: کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریہ نہ ہوں۔

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے، اور قسم چہارم کی  
 عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی  
 بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے  
 دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر  
 اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی  
 شے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ  
 شریعت پر ہنتے ہیں۔ حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا



کھلا کافر ہے۔ یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور ہوں نہیں نہیں یہ بھی کل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۷۰۴)

(۱۵۷) وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ☆

(۱۵۸) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ☆

(۱۵۹) وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ

الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ☆

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے

دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ انہیں میں سے ایک کافر پر ڈال کر شبہ ڈال دیا گیا، جب اس خبیث پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ آگئی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اب وہ کہتا ہے میں تمہارا وہی ہوں۔ سب کہتے ہیں ہم تم کو جانتے ہیں تو وہی مکار ہے جس نے لوگوں میں فتنہ ڈال دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔

یہود و نصاریٰ جو اختلاف کرتے ہیں کوئی بات یقین سے نہیں کہتے۔ اپنے اوہام کے تابع

ہیں۔ اس وقت کے نصاریٰ یہ ہی کر رہے ہیں سوائے مہملات کے ان کے پاس کیا ہے۔ اور

# فهرست آيات جلد هشتم

نمبر شمار      نمبر آيات      آيات      جلد و صفحہ

## سورة الفاتحه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

١٣٩/٤	☆	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ	(١)	١
١٣٩/٤	☆	الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	(٢)	٢
١٣٩/٤	☆	مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ	(٣)	٣
١٣٩/٤	☆	اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ	(٤)	٤
١٣٩/٤	☆	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ	(٥)	٥
١٣٩/٤	☆	صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	(٦)	٦
١٣٩/٤	☆	غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ	(٧)	٧

## سورة البقرة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

١٣٩/٤	☆	اَلَمْ	(١)	٨
١٦٣/٤	☆	ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ	(٢)	٩
١٦٦/٤	☆	الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ الْاٰیَةِ	(٣)	١٥

اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَصِلُوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ . ☆

اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ انہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿ ۴۶ ﴾ امام احمد رضا محدث، بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کر لیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شے لے کر جدا ہو جائے۔ اس کا حاصل یہ نہیں ہو سکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہو گیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی، اس نے تو ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیونکر قرار پا سکتا ہے۔ کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے، بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالئے، اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے (اتنے اتنے سہام ہی پر تقسیم ہو جس جس قدر انہیں اصل مسئلہ سے پہونچتے تھے، یہاں کہ مورث نے ایک زوجہ، ایک بہن، ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا، ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا۔ زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جدا ہوگی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہو لیا، باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یوں تقسیم ہو، بہن کو دو بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں کو نصف نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائیگا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا" قال اللہ تعالیٰ ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك۔ "لا جرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۴۱۵)

## عَلِيم. ☆

١٤٦/٤

٢٣ (٣١) وَعَلَّمَ ادمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُونِي بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. ☆

١٤٤/٤

٢٣ (٣٢) وَاذْقُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلِيْسَ

١٨٢/٤

ءَاْبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. ☆

١٨٢/٤

٢٥ (٣٦) فَازْلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ

١٨٢/٤

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنَ. ☆

١٨٢/٤

٢٦ (٣١) وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرٍ

١٨٥/٤

بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيٰتِيْ ثَمٰنًا قَلِيْلًا زَوٰاِيْآى فَاتَّخُوْنَ

١٨٥/٤

٢٤ (٥٩) فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا خَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

١٨٦/٤

عَلٰى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ. ☆

١٨٦/٤

٢٨ (٦٤) وَاذْقَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ اِنَّ اللّٰهَ يٰمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقْرَةً

١٨٦/٤

طَقَالُوْا اَتَّخِذُنَا هٰزُوًّا طَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

١٨٦/٤

الْجٰهِلِيْنَ. ☆

١٨٦/٤

٢٩ (٨٠) وَقَالُوْا لَنْ نَّمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيًّا مَا مَّعْدُوْدَةٌ طَقَلْ اَتَّخِذْتُمْ

١٩٠/٤

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عٰلٰى اللّٰهِ مَا لَا

١٩٠/٤

تَعْلَمُوْنَ. ☆

١٩٠/٤

٣٠ (٨٥) ثُمَّ اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتَخْرُجُوْنَ فَرِيْقًا

١٩٢/٤

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ز تَطْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدُوْانِ وَاِنْ يٰا تُوْكُمْ

١٩٢/٤

اَسْرٰى تَفْدُوْهُمْ وَهُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرٰجُهُمْ ط اَفْتُوْا مِنْوْنَ بِبَعْضِ

١٩٢/٤

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا جِزٰى

١٩٢/٤

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا

١٩٢/٤

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ. ☆

- ١١ (٣) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ \_\_\_\_\_ ١٦٨/٤
- ١٢ (٥) أَوْلَئِكَ عَلَىٰ سُدَىٰ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْلِحُونَ  
☆ \_\_\_\_\_ ١٦٨/٤
- ١٣ (٦) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ  
لَا يُؤْمِنُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٦٨/٤
- ١٤ (٤). خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ  
أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤٠/٤
- ١٥ (٨) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا  
هُمْ بِمُؤْمِنِينَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ١٦ (٩) يُخَذِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَسُوا حِذْرَ إِلا  
أَنْتَسَمْتُمْ وَمَا يَعْلَمُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ١٧ (١٠) فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ لِأَفْرَادِهِمْ اللَّهُ مَرْضًا جَ وَ لَهُمْ  
عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ١٨ (١١) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ  
مُصْلِحُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ١٩ (١٢) أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ٢٠ (١٣) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنْتُم  
كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ؕ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا  
يَعْلَمُونَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤١/٤
- ٢١ (١٤) وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا إِلَىٰ  
شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ. ☆ \_\_\_\_\_ ١٤٢/٤
- ٢٢ (٢٩) هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ  
إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

٣٨ (١٣٢) قَدْ نَرَى تَقْلِبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُؤَلِّقَنَّكَ  
قَبْلَةَ تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا

٢٣٠/٤

٣٩ (١٥٣) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ  
أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ ☆

٢٣٢/٤

٣٠ (١٥٨) إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ  
أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَلَا  
اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

٢٣٢/٤

٣١ (١٤٣) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ وَمَا  
أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ  
اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ ☆

٢٣٩/٤

٣٢ (١٤٤) لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ  
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ  
وَالنَّبِيِّينَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ  
وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى  
الزَّكَاةَ ۚ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۚ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ  
وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۚ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۚ وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ ۚ ☆

٢٣٠/٤

٣٣ (١٨٥) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ  
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۚ  
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ  
الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا  
هُدًى لَّكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ ☆

٢٣١/٤

٣٣ (١٨٦) وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ أُجِيبُ

٣١ (٩٤) اَقْلَ مَنْ كَانَ عَدُوَّ الْجَبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ وَقَلْبِكَ بِأَذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ. ☆ ٢١٠/٤

٣٢ (١٠٢) وَاتَّبِعُوا مَا تُلُوا الشَّيْطَانِ عَلَىٰ مَلِكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ كَفَرُ وَأَيَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِنَاءً طَلَّهَا رُوتَ وَمَا رُوتَ وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِأَذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّوهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. ☆ ٢٢٥/٤

٣٣ (١١٢) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. ☆ ٢٢٥/٤

٣٤ (١١٥) وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَآيُنَمَا تَوَلَّوْا فِئْتُمْ وَجْهَ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. ☆ ٢٢٤/٤

٣٥ (١٢٣) وَإِذَا بُتِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ط قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يِنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. ☆ ٢٢٨/٤

٣٦ (١٢٥) وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ط وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ط وَعَهْدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. ☆ ٢٢٩/٤

٣٧ (١٢٩) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. ☆ ٢٣٠/٤

فيه كبير ط و صد عن سبيل الله و كفر به والمسجد الحرام و  
 واخراج اهله منه اكبر عند الله و الفتنة اكبر من القتل ط ولا  
 يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ط و  
 من يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاولئك حببت  
 اعمالهم في الدنيا والآخرة واولئك اصحب النار هم فيها  
 خالدون. ☆

٢٢٢/٤

٥٢ (٢٢٠) في الدنيا والاخرة ط ويسئلونك عن اليتيم ط قل  
 اصلاح لهم خير ط ان تخالطوهم فاخوانكم ط والله يعلم  
 المفسد من المصلح ط ولو شاء الله لا اعتكم ط ان الله عزيز  
 حكيم. ☆

٢٢٣/٤

٥٣ (٢٢١) ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمن ط ولامة  
 مؤمنة خير من مشركة ولو اعجبتكم و لا تنكحوا المشركين  
 حتى يؤمنوا ط ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو اعجبكم ط  
 اولئك يدعون الى النار والله يدعو الى الجنة والمغفرة  
 باذنه و يبين اياته للناس لعلهم يتذكرون. ☆

٢٢٥/٤

٥٤ (٢٢٢) للذين يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان  
 فاء وفان الله غفور رحيم. ☆

٢٢٦/٤

٥٥ (٢٢٩) الطلاق مرتين فاما مساك بمعروف او تسريح با  
 حسان ط ولا يحل لكم ان تاخذوا مما اتيتموهن شيئا الا ان يخاص  
 فالالا يقيما حدود الله ط فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح  
 عليهما فيما اقتدت به ط تلك حدود الله فلا تعتدوها و من  
 يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون. ☆

٢٢٦/٤

٥٦ (٢٣٠) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا  
 غيره ط فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقما

دعوة الداع اذا دعان ، فليستجيبوا الى وليؤمنوا بي لعلمكم  
يرشدون. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٢٣/٤

٢٥ (١٨٤) احل لكم ليلة الصيام الرفت الى نساءكم طهن  
لباس لكم وانتم لباس لهن ط علم الله انكم كنتم تختانون  
انفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم ج فالئن باشروهن وابتغوا ما  
كتب الله لكم مروكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط  
الابيض من الخيط الاسود من الفجر مرثم اتحموا الصيام الى  
الليل ولا تباشروهن وانتم عاكفون لا في المسجد تلك حدود  
الله فلا تقربوها ط كذلك يبين الله اياته للناس لعلمهم  
يتقون. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٥٢/٤

٢٦ (١٨٩) يسئلونك عن الاهلة ط قل هي موافيت للناس و  
الحجج وليس البربان تاتوا البيوت من ظهورها ولكن البر  
من اتقى واتوا البيوت من ابوابها واتقوا الله لعلمكم تفلحون.  
☆ \_\_\_\_\_ ٢٥٤/٤

٢٧ (٢٠٠) فاذا قضيتم مناسككم فاذا كروا الله كذكركم اباؤكم  
واشتذكروا فمن الناس من يقول ربنا اتنا في الدنيا وما له في  
الآخرة من خلاق. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٦١/٤

٢٨ (٢٠٨) يا ايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة ص ولا  
تتبعوا خطوات الشيطان ط انه لكم عدو مبين. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٦١/٤

٢٩ (٢٠٩) فان زلتم من بعد ما جاء تكم البيئت فاعلموا  
ان الله عزيز \_\_\_\_\_ ٢٦١/٤

٥٠ (٢١٠) هل ينتظرون الا ان ياتيهم الله في ظلل من الغمام  
والملائكة وقضى الامرط والى الله ترجع الامور. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٦٢/٤

٥١ (٢١٤) يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ط قل قتال

كلم الله ورفع بعضهم درجات ط واتيينا عيسى بن مريم البينت  
وايدناه بروح القدس ط ولو شاء الله ما اقتتل الذين من بعدهم من  
بعد ما جائتهم البينت ولكن اختلفوا فمنهم من امن ومنهم من  
كفر ولو شاء الله ما اقتتلوا ت ولكن الله يفعل ما يريد ☆ ٢٨٤/٤

٢٢ (٢٥٥) الله لا اله الا هو الحي القيوم ج لاتأخذه سنة ولا نوم ط  
له ما في السموات وما في الارض ط من ذا الذي يشفع عنده الا  
بإذنه يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم ج ولا يحيطون بشئ من  
علمه الا بما شاء ج وسع كرسيه السموات والارض ج ولا يؤده  
فظهما ج وهو العلي العظيم ☆ ٢٨٩/٤

٢٣ (٢٦٤) يا ايها الذين امنوا انفقوا من طيبت ما كسبتم ومما  
اخرجنا لكم من الارض ص ولا تيسروا الخبيث منه تنفقون  
ولستم بأخذيه الا ان تغمضوا فيه ط واعلموا ان الله غني  
حميد ☆ ٢٩٣/٤

٢٣ (٢٤٥) الذين ياكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذي  
يتخبطه الشيطان من المس ط ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل  
الربوا واحل الله البيع وحرم الربوا ط فمن جاءه موعظة من ربه  
فانتهى فله ما سلف ط وامره الى الله ط ومن عاد فاولئك  
اصحاب النار هم فيها خالدون ☆ ٢٩٥/٤

٢٥ (٢٤٦) يمحق الله الربوا ويربى الصدقات والله لا يحب  
كل كفار اثم ان الذين امنوا وعملوا الصالحات واقاموا الصلوة  
واتوا الزكوة لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم  
يحزنون ☆ ٣٠٣/٤

٢٦ (٢٤٨-٢٤٩) يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من

حدود الله ط وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون ☆. ٢٢٩/٤  
 ٥٤ (٢٣٣) والوالدت يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضا ع ط وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ط لا تكلف نفس الا وسعها ط لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده ط وعلى الوارث مثل ذلك ط فان ارادا فصلا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما ط وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلبتم ما آتيتكم المعروف ط واتقوا الله واعلموا ان الله بما تعملون بصير ☆. ٢٢٦/٤

٢٤٠/٤

٥٨ (٢٣٣) والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ط فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف ط والله بما تعملون خبير. ☆. ٢٤١/٤

٥٩ (٢٣٨) حظرا على الصلوات والصلوة الوسطى ط وقوموا لله قنتين. ☆. ٢٧٢/٤

٦٠ (٢٣٨) وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينه من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هارون تحمله الملئكة ط ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين. ٢٤٣/٤  
 (٢٥١) فهزموهم باذن الله لا وقتل داود جالوت واته الله الملك والحكمة وعلمه ما يشاء ط ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لافسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العالمين. ☆. ٢٨٠/٤

٦١ (٢٥٣) تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من

بطني محررا فتقبل مني ٥ انك انت السميع العليم. ☆ ٣٣٢ / ٤

٤٣ (٣٨) هنالك دعاء ذكرى ربه ٥ قال رب هب لي من لدنك

ذرية طيبة ٥ انك سميع الدعاء ☆ ٣٣٤ / ٤

٤٣ (٣٣) يا مريم اقنتي لربك واسبحدى واركعى مع

الراكعين. ☆ ٣٣٤ / ٤

٤٥ (٣٩) ورسولا الى بنى اسرائيل لانى قد جئتكم باية من

ربكم لانى اخلق من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا

باذن الله ٥ وابرى الاكمه والابرص واحى الموتى باذن الله ٥

وانبئكم بما تاكلون وما تدخرون لانى بيوتكم ٥ ان فى ذلك

لاية لكم ان كنتم مؤمنين ☆ ٣٣٩ / ٤

٤٦ (٥٥) اذ قال الله يعيسى انى متوفيك ورافعك الى

ومطهرك من الذين كفروا وجاهل الذين اتبعوك فوق الذين

كفروا الى يوم القيامة ٥ ثم الى مرجعكم فاحكم بينكم فيما كنتم

فيه تختلفون. ☆ ٣٣٠ / ٤

٤٤ (٨٠) ولا يا مر كم ان تتخذوا الملئكة والنبين اربا با ط ايا

مر كم بالكفر بعد اذ انتم مسلمون. ☆ ٣٣١ / ٤

٤٨ (٨١) واذا اخذ الله ميثاق النبين لما آتيتكم من كتب

وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به

ولتنصرنه ٥ قال اقررتم واخذتم على ذلكم اصرى ٥ قالوا اقر

رنا ٥ قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين. ☆ ٣٣١ / ٤

٤٩ (٩٢) ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مبركا

وهدى للعلمين. ☆ ٣٣٨ / ٤

٨٠ (١١٨) يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم لا

يالونكم خبالا ٥ ٣٣٩ / ٤

الربوا ان كنتم مؤمنين فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله  
ورسوله ء وان تبتم فلکم رءوس اموالکم ء لا تظلمون ولا  
تظلمون. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٠٦/٤

٢٤ (٢٨٠) وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة ط وان تصدقو  
اخير لكم ان كنتم تعلمون. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٠٦/٤

٢٨ (٢٨٢) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى  
فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْب كَاتِبٌ أَنْ  
يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ  
اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٠٨/٤

## سورة آل عمران

بسم الله الرحمن الرحيم

٥٩ (٤) هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكنت  
هن ام الكتب و اخر متشبهت ط فاما الذين فى قلوبهم زيغ  
فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاويله ء وما يعلم  
تاويله الا الله ۚ والرسوخون فى العلم يقولون ا منابه ء كل من  
عند ربنا وما يذكر الا اولو الالباب ☆ \_\_\_\_\_ ٣١١/٤

٤٠ (٢٤) اتولج الليل فى النهار و اتولج النهار فى الليل ز  
وتخرج الحى من الميت و تخرج الميت من الحى ز وترزق من  
تشاء بغير حساب. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٢٢/٤

٤١ (٢٨) لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ء  
ومن يفعل ذلك فليس من الله شىء الا ان تنقوا منهم نفته ط  
ويحذركم الله نفسه ء والى الله المصير. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٢٢/٤

٤٢ (٣٥) اذ قالت امرة عمران رب انى نذرت لك ما فى

٩٠ (١٩١) الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم  
ويتفكرون في خلق السموات والارض ج ربنا ما خلقت هذا  
باطلا سبحنك فقنا عذاب النار. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٨٤/٤

٩١ (١٩٢) ربنا واتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم  
القيامة انك لا تخلف الميعاد. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٩٢/٤

## سورة النساء

بسم الله الرحمن الرحيم

٩٢ (١٠) ان الذين يا كلون اموال اليتيمى ظلما انما يا كلون  
في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٩٢/٤

٩٣ (١١) اوصيكم الله في اولادكم ؤ للذكر مثل حظ الا  
نثيين ج فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك ج وان كا  
نت واحدة فلها النصف ط ولا بويه لكل واحد منهما السدس  
مما ترك ان كان له ولد ج فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلا  
مه الثلث ج فان كان له اخوة فلا مه السدس من بعد وصية يور  
صى بها او دين ط اباؤكم و ابناؤكم لا تدرون ايهم اقرب لكم  
نفعاً فرضة من الله ط ان الله كان عليماً حكيماً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٩٧/٤

٩٣ (١٢) ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد ج  
فان كان لهن ولد فلكنم الربع مما تركن من بعد وصية  
يوصين بها او دين ط ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد ج  
فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية  
توصون بها او دين ء وان كان رجل يورث كللة او امرأة قوله  
اخ او اخت فللكل واحد منهما السدس ج فان كانوا اكثر من

- ٨١ (١٢٨) ليس لك من الا مرشي او يتوب عليهم او يعذبهم  
فانهم ظلمون. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٥١/٤
- ٨٢ (١٣٥) والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم  
ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم من ومن يغفر الذنوب الا الله من ولم  
يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٥٣/٤
- ٨٣ (١٣٥) وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتابا مؤجلا  
ط ومن يرد ثراب الدنيا نؤته منها ومن يرد ثواب الآخرة نؤته  
منها ط وسنجزي الشاكرين. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤٠/٤
- ٨٣ (١٣٦) وكاين من نبى قاتلا معه ربيون كثير ء فما وهنوا  
لما اصابهم فى سبيل الله وما ضعفوا وما استكانوا ء والله يحب  
الصبرين. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤١/٤
- ٨٥ (١٣٩) يا ايها الذين امنوا ان تطيعوا الذين كفروا يردوكم  
على اعقابكم فتنقلبوا خسرين. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤١/٤
- ٨٦ (١٦٩) ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا ط بل  
احياء عند ربهم يرزقون. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤١/٤
- ٨٤ (١٤٨) ولا يحسبن الذين كفروا انما نملى لهم خير  
لانفسهم ط انما نملى لهم ليزدادوا اثما ء ولهم عذاب مهين. ☆
- ٨٨ (١٤٩) ما كان الله ليذر المؤمنين على ما انتم عليه  
حتى يميز الخبيث من الطيب ط وما كان الله ليطلعكم على  
الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء من فامنوا بالله  
ورسله ء وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظيم. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤٢/٤
- ٨٩ (١٨٨) لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا ويحبون ان يحمد  
وا بما لم يفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ء ولهم عذاب  
اليم. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٨٥/٤

يضا عفها ويؤت من لدنه اجرا عظيما. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٢٠/٤

١٠١ (٢٦) من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه  
ويقولون سمعنا وعصينا واسمع غير مسمع وراعنا ليا  
بالسنتهم وطعنا في الدين ط ولو انهم قالوا سمعنا واطعنا واسمع  
وانظرنا لكان خيرا لهم واقوم لا ولكن لعنهم الله بكفرهم فلا  
يؤمنون الا قليلا. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٢٢/٤

١٠٢ (٢٩) الم تر الى الذين يزكون انفسهم ط بل الله يزكي من  
يشاء ولا يظلمون فتيلا. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٢٦/٤

١٠٣ (٥٩) يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول  
واولى الامر منكم ه فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله  
والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ط ذلك خير  
واحسن تاويلا. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٢٤/٤

١٠٤ (٦٣) وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله ط ولو انهم  
اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول  
لوجدوا الله توابا رحيمًا. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٥٢/٤

١٠٥ (٦٥) فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكم بك فيما شجر  
بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجًا مما قضيت  
ويسلموا تسليما. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٥٦/٤

١٠٦ (٦٦) ولو ان كتبنا عليهم ان يقتلوا انفسكم او اخرجوا من  
دياركم ما فعلوه الا قليل منهم ط ولو انهم فعلوا ما يوعدون به  
لكان خيرا لهم واشد تثبيتًا. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٥٤/٤

١٠٧ (٤٤) الم ترى الى الذين قيل لهم كفوا ايديكم واقيموا  
الصلوة وآتوا الزكاة فلما كتب عليهم القتال اذا فريق منهم  
يخشون الناس كخشية الله او اشد خشية ه وقالوا ربنا لم كتبت

ذَٰلِكَ فَهَمَّ شَرَّكَاءَ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِي بِهَا أَوْ دِينَ ۚ  
 غَيْرِ مَضَارٍ وَصِيَّةٍ مِنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ . ☆ \_\_\_\_\_ ۳۹۹/۷  
 ۹۵ (۱۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا  
 ط وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذَهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَا  
 حِشَّةٍ مَبِينَةٍ ۚ وَعَاثِرُوهُنَّ بِالسَّرْوْفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ  
 أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ☆ \_\_\_\_\_ ۴۰۰/۷  
 ۹۶ (۲۰) وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ ۚ وَآتَيْتُمْ أَحَدَ  
 \_\_\_\_\_ ۴۰۲/۷

۹۷ (۲۳) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ  
 وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ  
 وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ اللَّاتِي فِي  
 حَبْرٍ كُمْ مِنْ نِسَاءِكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ زَوْجًا لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ  
 بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ زَوْجًا لَوْلَا إِتْيَانُكُمْ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۚ  
 وَإِنْ تَجَسَّعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا  
 رَحِيمًا. ☆ \_\_\_\_\_ ۴۰۳/۷

۹۸ (۲۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ  
 إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ط وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ط إِنْ  
 اللَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا. ☆ \_\_\_\_\_ ۴۱۹/۷

۹۹ (۳۳) الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ  
 عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا انْتَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط فَالْصَّلَاحُ قَنْتَتْ حَفِظَتْ  
 لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ط وَالَّتِي تَخَافُ مِنْ نَشْوَرِهِنَّ فَعُظُوهُنَّ  
 وَأَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۚ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا  
 تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا. ☆ \_\_\_\_\_ ۴۲۰/۷  
 ۱۰۰ (۴۰) إِنْ اللَّهُ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً

- كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٤٦/٤
- ١١٢ (١١٣) ولولا فضل الله عليك ورحمته لهمت طائفة منهم ان يضلوك ط وما يضلون الا انفسهم وما يضرونك من شئ ط وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيماً. ☆ \_\_\_\_\_ ٢٨٦/٤
- ١١٤ (١١٣) لا خير في كثير من نجوهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بين الناس ط ومن يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه اجرا عظيماً. ☆ ٥٠٣ (١١٥) ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم ط وساءت مصيراً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٥/٤
- ١١٨ (١١٢) ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ط ومن يشرك بالله فقد ضل ضللاً بعيداً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٥/٤
- ١١٩ (١١٤) ان يدعون من دونه الا اثنا ج وان يدعون الا شيطناً مريداً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٥/٤
- ١٢٠ (١١٨) لعنه الله وقال لا تأخذن من عبادك نصيباً مفروضاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٥/٤
- ١٢١ (١١٩) ولا ضلنهم ولا منينهم ولا مرنهم فليبتكن اذان الانعام ولا مرنهم فليغرين خلق الله ط ومن يتخذ الشيطان ولياً من دون الله فقد خسر خسرانا مبيناً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٨/٤
- ١٢٢ (١٢٢) والذين آمنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنت تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ابداً ط وعد الله حقا ط ومن اصدق من الله قيلاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥٠٩/٤
- ١٢٣ (١٢٦) ولله ما فى السموت وما فى الارض ط وكان الله بكل شئ محيطاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٥١٣/٤

- علينا القتال ء لو لا اخرتنا الى اجل قريب ء قل متاع الدنيا قليل  
 ء والاخرة خير لمن اتقى ء ولا تظلمون فتيلاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٤٥٨/٤
- ١٠٨ (٨٠) من يطع الرسول فقد اطاع الله ء ومن تولى فمن  
 ارسلنك عليهم حفيظاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٦١/٤
- ١٠٩ (٨٥) من يشفع شفاعه حسنة يكن له نصيب منها ء ومن  
 يشفع شفاعه سيئة يكن له كفتها منها ء وكان الله على كل شئ  
 مقبلاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٦٣/٤
- ١١٠ (٨٦) واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها اوردوها ء ان  
 الله كان على كل شئ حسيباً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٦٣/٤
- ١١١ (٨٤) لا اله الا هو ء ليجمعنكم الى يوم القيامة لا ريب  
 فيه ء ومن اصدق من الله ء حديثاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٦٤/٤
- ١١٢ (٨٩) ودوا الوتك فرون كما كفروفتكونون سواء فلا  
 تتخذوا منهم اولياء حتى يهاجروا في سبيل الله ء فان تولو فخذوا  
 هم وقتلوهم حيث وجستمهم ء ولا تتخذوا منهم ولياً ولا  
 نصيراً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤٢/٤
- ١١٣ (٩٣) ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خلداً  
 فيها و غضب الله عليه ولعنه واعد له عذاباً عظيماً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤٣/٤
- ١١٣ (٩٤-٩٨) ان الذين توفهم الملائكة ظالمى انفسهم قالوا فيم  
 كنتم ء قالوا كنا مستضعفين فى الارض ء قالوا الم تكن  
 ارض الله واسعة فتهاجروا فيها ء فاولئك ما وهم جهنم ء  
 وساءت مصيراً. الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان  
 لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً. ☆ \_\_\_\_\_ ٣٤٣/٤
- ١١٥ (١٠٣) فاذا قضيتم الصلوة فاذكروا الله قيماً وعودوا  
 على جنوبكم ء فاذا اطمأنتتم فاقيموا الصلوة ء ان الصلوة

وما قتلوه یقینا۔☆

۵۲۲/۷

۱۳۰ (۱۵۸) بل رفعہ اللہ الیہ ط وکان اللہ عزیزا حکیم

☆

۵۲۲/۷

۱۳۱ (۱۵۹) وان من اهل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موته ج ویوم

القیمة یكون علیہم شہیدا۔☆

۵۲۳/۷

۱۳ (۱۷۲) یستفتونک ط قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ط ان امرؤا

ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک ج وهو یرثہا

ان لم یکن لہا ولد ط فان کانتا اثنتین فلہما الثلثن مما ترک ط

وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین ط یبیین

اللہ لکم ان تضلوا ط واللہ بکل شیء علیم۔☆

۵۲۳/۷

١٢٣ (١٣٨-١٣٩) بشر المتقين بان لهم عذابا اليما. ☆ ٥١٨/٤

الذين يتخذون الكفرون اولياء من دون المؤمنين ط

ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا. ☆ ٥١٨/٤

١٢٥ (١٣٠) وقد نزل عليكم في الكتب ان اذا سمعتم آيت الله

يكفربها ويستهزأ بها فلا تعتدوا معهم حتى يخوضوا في حديث

غيره زانكم اذا مثلهم ط ان الله جامع المتقين والكافرين في

جهنم جميعا. ☆ ٥١٨ / ٤

١٢٦ (١٣١) الذين يترعون بكم ج فان كان لكم فتح من الله

قالوا الم نكن معكم وان كان للكافرين نصيب لا قالوا الم

نستحوذ عليكم ونمنعكم من المؤمنين ط فالله يحكم بينكم يوم

القيمة ط ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا. ☆ ٥١٩

١٢٧ (١٣٥) ان المتقين في الدرك الاسفل من النار ولن تجد

لهم نصيرا. ☆ ٥٢٠ / ٤

١٢٨ (١٥٠ تا ١٥٢) ان الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون ان

يفرقوا بين الله ورسله ويقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض لا

ويريدون ان يتخذوا بين ذلك سبيلا. ☆ ٥٢٠ / ٤

اولئك هم الكفرون حقا ج واعتدنا للكافرين عذابا مهينا

☆. ٥٢٠ / ٤

والذين امنوا بالله ورسله ولم يفرقوا بين احد منهم

اولئك سوف يؤتيهم اجرهم ط وكان الله غفورا

رحيما. ☆ ٥٢٢ / ٤

١٢٩ (١٥٤) وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول

الله ج وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين

اختلفوا فيه لفي شك منه ط ما لهم به من علم الا اتباع الظن ج

خواتین کے لیے

# بارہ تقریریں

مرتبہ: نسیم فاطمہ نگران: محمد منشا تابش قصوری

تفہیم الوداع عظیمین

ترجمہ: ایش الوداع عظیمین

مصنف: حضرت ابو بکر بن محمد بن علی بدر القریشی

مترجم: مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

تذکرۃ الواعظین

المعروف

خطبات الناصحین

مصنف: مولانا محمد جعفر قریشی حنفی

ترتیب و تدوین: محمد عبدالسار طاهر مسعودی

# کتاب الروح

علامہ حافظ ابن قیم

مترجم

مولانا محمد شریف نوری نقشبندی

# جامع الاحادیث

مجدد اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم ترتیب: تاج محمد

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المندوبین جامعہ نوریہ رضویہ بریلوی شریف

6 جلدیں - RS:1500

# سیرت محمدیہ

ترجمہ: مواہب لدنیہ

تصنیف: شیخ المورخین حضرت امام احمد محمد من ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی

ترتیب و تدوین: مکرم جناب محمد عبدالسار طاهر مسعودی زید مجاہد

2 جلد مکمل RS:500

# قصص الانبیاء

شیخ الاسلام الامام الحافظ عماد الدین محمد بن اسماعیل

(المعروف)

امام ابن کثیر

مترجم: ابو ثوبان سید اسد اللہ اسد

نزہۃ الواعظین

ترجمہ

ذرة الناصحین

مصنف: حضرت العلامة شیخ عثمان بن حسن احمد الشاکر الخوی (ابتداء ۱۳۳۳ھ)

ترجمہ

مولانا علامہ محبوب احمد چشتی (مدیر جامعہ اسلامیہ)

2 جلدیں

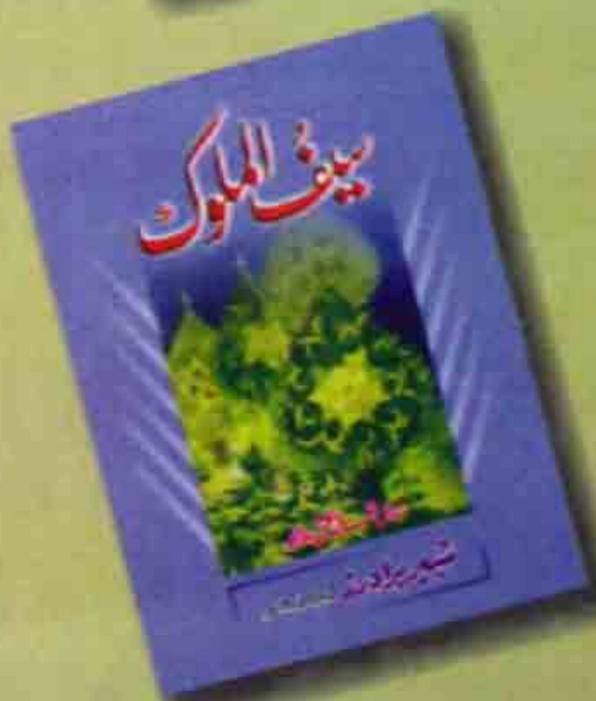
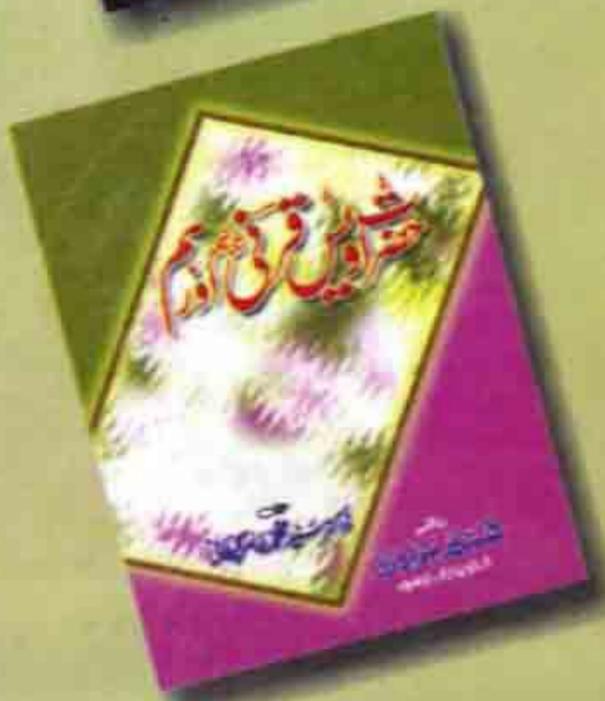
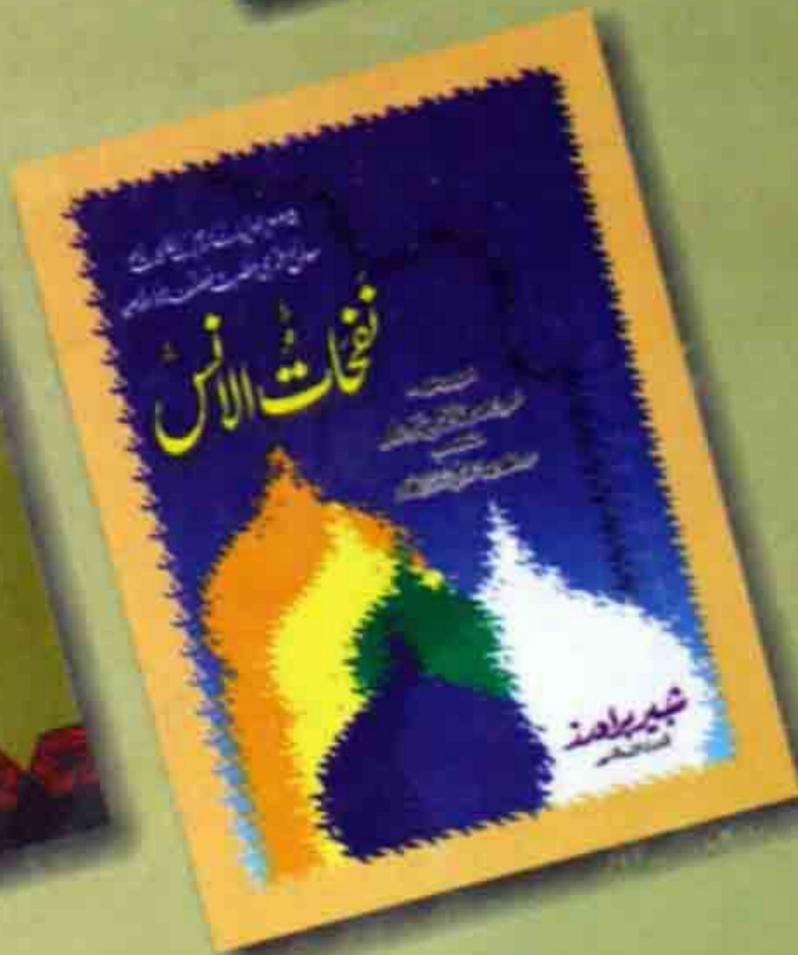
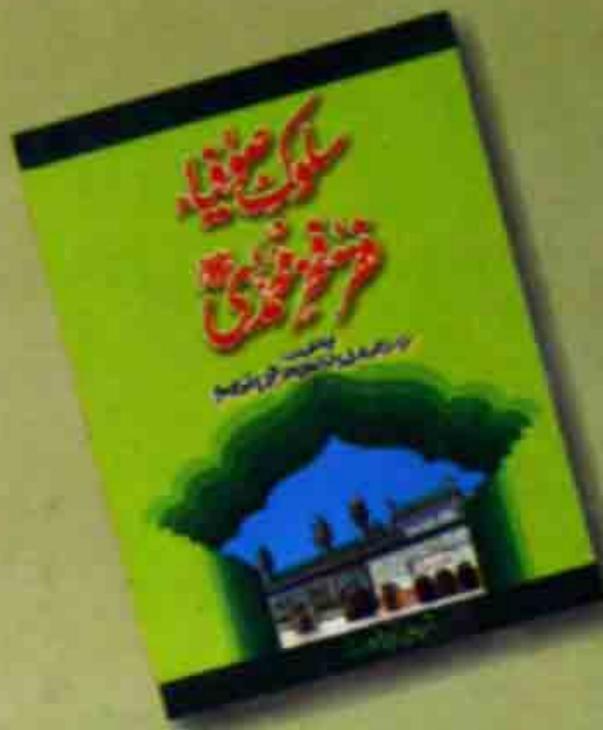
# الاربعین للعزالی

خطبات غزالی

مؤلف

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: ڈاکٹر سید عامر گیلانی



شبیر برادرز

